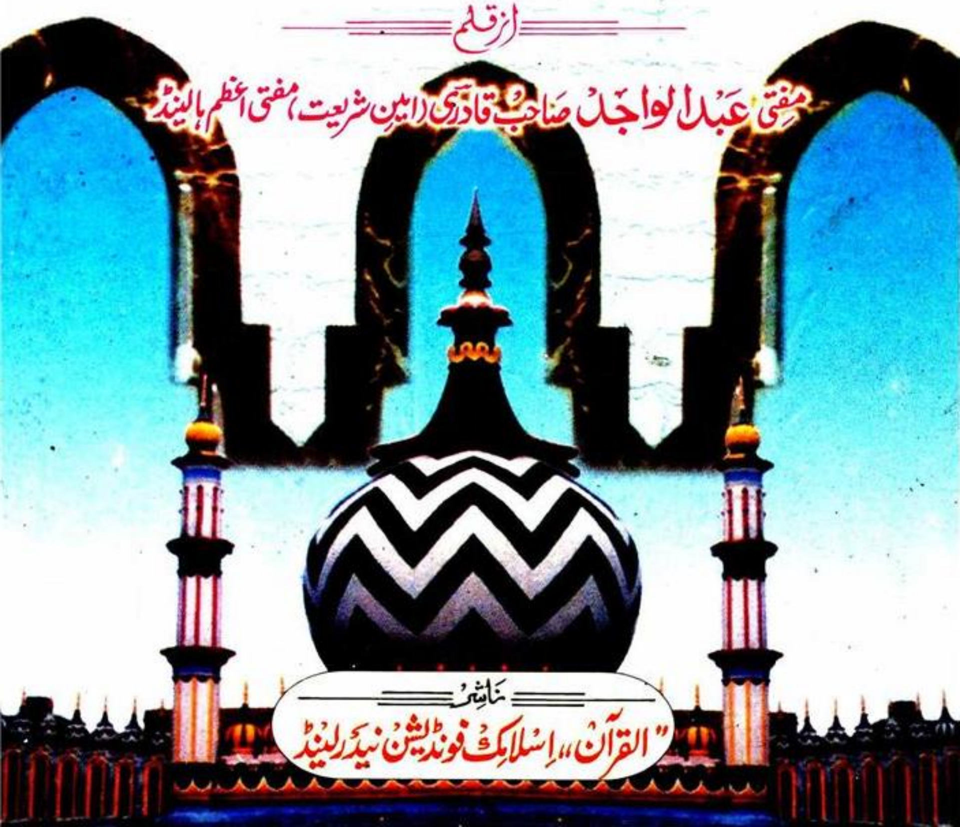
حیاتِ مفسرِ اعظم

از قلم

مفتی عبدالواجد صاحب قادری (ابنِ شریعت، مفتی اعظم ہالینڈ



ناشر

"القرآن" اِسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ



وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشہ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور
حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

Taaj-al-Shari'ah Foundation. WWW.MUFTIAKHTARRAZAKHAN.COM Karachi, Pakistan.

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

نبیرۂ اعلیٰحضرت نور دیدۂ حجۃ الاسلام جامع شریعت و طریقت حضرت علامہ الحاج شاہ

محمد ابراہیم رضا

عرف جیلانی میاں قبلہ شیخ الحدیث جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف

کی حیات و خدمات کا ایک حسین مرقع بنام

حیاتِ مفسرِ اعظم

از قلم

عبدالواجد قادری (امینِ شریعت بہار و مفتی اعظم ہالینڈ)

ناشر

القرآن اسلامک فونڈیشن، نیدرلینڈ

نام کتاب ———— حیاتِ مفسرِ اعظم
مصنف ———— عبدالواجد قادری (مفتی اعظم ہالینڈ)
سابق صدر مفتی ادارۂ شرعیہ بہار
حال۔ امینِ شریعت بہار
نظرِ ثانی ———— مولانا سلطان رضا قادری، خطیب وامام
الجامع الفردوس لیلی ستاد نیدرلینڈ۔
اشاعت بارِ دوم ———— فروری ۲۰۰۳ء
کتابت ———— عبدالمجید فیضی مکتبہ جامِ نور۔ دہلی
ناشر ———— القرآن اسلامِک فونڈیشن نیدرلینڈ
باہتمام ———— مکتبہ جامِ نور دہلی
صفحات ————
قیمت ————

انتساب

صاحبِ تذکرہ کے جدِّ امجد، آفاقی و عالمی شخصیت، شریعت و طریقت کے سنگم، حضور امام اعظم اور سرکار غوث اعظم کے علوم و معارف کے وارث و امین، سلطان المجددین، سید السالکین، امام العلماء الراسخین، سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی

ذات گرامی سے حیاتِ مفسر اعظم ؒ کے ایک ایک جملہ کو منسوب کرنا اس کی مقبولیت کی ضمانت سمجھتا ہوں۔

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

گدائے دیرینہ

عبد الواجد قادری غفرلہ

عرضِ حال

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ حبیبہ الکریم

انفرادی یا اجتماعی سوانح نگاریوں کا سلسلہ صدیوں سے جاری ہے۔ تیرہوی صدی کے اختتام تک اکثر سوانح عمریاں عربی زبان میں "اسماء الرجال"، یا طبقات کی طرز پر لکھی جاتی تھیں، یعنی نہایت ایجاز واختصار کے ساتھ۔ لیکن تیرہویں صدی کے آخری دہائی سے اردو زبان میں بھی سوانح ترتیب دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ "حدائق حنیفہ" اردو، زبان میں وہ پہلی کتاب ہے جس میں حضور امام الائمہ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ سے لیکر تیرہوی صدی کے اختتام تک جس قدر مشاہیر فقہاء احناف گزرے ہیں ان سب کے تراجم وتصانیف تحریر ہیں۔ خاص کر ان علمائے کرام اور فقہائے عظام کا تذکرہ ہے جن کا تعلق برصغیر ہند سے تھا رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس کے بعد ایک جامع تذکرہ بنام "تذکرۂ علمائے ہند" پہلی بار ۱۳۱۲ھ میں شائع ہوا۔ سنہ طباعت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تکمیل چودھویں صدی کی پہلی دہائی میں ہو چکی تھی۔ لیکن اس کتاب کے اندر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کا تذکرہ نہایت شرح وبسط کیساتھ کیا گیا ہے اور آپ کی کچھ تصانیف کا بھی ذکر ہے اور ظاہر ہے کہ یہی دور اعلیٰ حضرت کی کثیر تصانیف کا تھا جس کا سلسلہ ۱۳۴۰ھ تک رہا اسلئے مصنف تذکرۂ علمائے ہند (مولوی رحمن علی صاحب) کی معلومات کی رسائی اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے ان علمی کارناموں تک نہیں ہو سکی۔

ہاں اعلیحضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ کی حیات وخدمات دینیہ پر مشتمل تین عظیم وضخیم جلدیں منصہ شہود پر آئیں جس کے نگارش کا فخر حضرت ملک العلماء حضرت علامہ شاہ ظفر الدین صاحب قبلہ پرنسپل جامعہ اسلامیہ، پٹنہ بہار کو حاصل ہوا۔ اسی کی بنیاد پر اعلیحضرت کی کئی سوانح عمریاں زیور طبع سے آراستہ ہوئیں جن میں سب سے زیادہ مقبول ومشہور "سوانح اعلیحضرت" مرتبہ

حضرت مولانا مفتی بدرالدین صاحب علیہ الرحمہ ہے۔

بعدہٗ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" کے سچے حامل، جانشین اعلیٰحضرت، حجۃ الاسلام حضرت مولینا الحاج شاہ حامد رضا قدس سرہٗ کی مبارک حیات و خدمات پر ہند و پاک کے اخبارات و رسائل میں معلومات افزا گرانقدر مضامین شائع ہوتے رہے، اس سلسلہ میں تحفہ حنفیہ پٹنہ اور دبدبۂ سکندری رامپور میں آپکی سوانح عمری کا عظیم ذخیرہ جمع ہوگیا جو بجائے خود حجۃ الاسلام کی سوانح عمری ہے لیکن اس پر مستزاد کہ دارالعلوم منظر اسلام بریلی اور جامعہ رضویہ منظر اسلام لائل پور سے پورا پورا اکتساب علم و فیض فرمانے والے فخر الاماثل حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم خوشتر صدیقی مدظلہ العالی نے حضرت حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کی سوانح عمری بنام۔ ذکر جمیل "ترتیب دینے کی کامیاب کوشش کی جس میں سوانح حیات کے تمام لوازم کو تمام و کمال کے ساتھ پورا کیا ہے فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء۔

فقیر راقم الحروف نے ۱۹۸۲ء میں زیارت حرمین شریفین کے مبارک موقع پر صابو صدیق مسافر خانہ بمبئی کے قیام کے دوران اپنے اوقاتِ عزیز کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے خالی وقتوں میں "حیات مفسر اعظم" کو ترتیب دینا شروع کیا چونکہ یہ سفر بمبئی سے جدۃ تک پانی جہاز کے ذریعہ تھا لہٰذا جہاز کے اندر بھی کافی موقع ملا، بحمدہٖ تبارک و تعالیٰ احرام میں داخل ہونے سے پہلے پہلے میں ان تمام تتلیوں کو مقید کرنے میں کامیاب ہوگیا جو گلزار ذہن و حافظہ میں آزادانہ گھوم پھر رہی تھیں۔ اور اس طرح عجلت و بے سرو سامانی کے عالم میں نبیرۂ اعلیٰحضرت نور دیدۂ حجۃ الاسلام، حضور مفسر اعظم ہند علیہم الرحمہ کی نگاہِ التفات راقم الحروف کی جانب ملتفت ہوئی اور "حیات مفسر اعظم" کی تدوین کا کام عدن کے بالمقابل پہنچ کر تمام ہوگیا۔

سفر غیرت حضرت سے واپسی کے بعد ادارۂ شرعیہ بہار کی لاحقہ ذمہ داریوں کو پھر سے میں نے سنبھال لیا اور پٹنہ ہی میں اس کتاب کی کتابت و طباعت ہوگئی۔ انہیں ایام میں جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ شاہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری میاں قبلہ پٹنہ تشریف لائے

الحاج غلام رضا عرف منے میاں صاحب کے یہاں قیام فرمایا اور کتاب مذکور کو دیکھا، خوش ہوئے اور فرمایا "اس کی کمی تھی البتہ کچھ حذف و اضافہ کی ضرورت ہے"۔ لیکن جب سے اب تک اس کا دوسرا ایڈیشن شائع نہیں ہو سکا۔ لہٰذا حضرت کے اشارہ کے مطابق اس میں حذف و اضافہ بھی نہیں ہو سکا۔

ادھر دو سالوں سے خانوادۂ عالیہ کے مخدوموں نے اصرار فرمایا اور حضور مفسر اعظم کے چاہنے والوں نے دباؤ ڈالا کہ اب آپ کی کتاب "حیات مفسر اعظم"، مارکیٹ سے نایاب ہو چکی ہے۔ اس پر نظر ثانی کے بعد دوبارہ چھپوا دیجئے، مگر اسے بھی اتفاق کہیئے کہ اس کی ایک جلد بھی میرے ذاتی کتب خانہ میں موجود نہیں تھی۔ امسال عزیزم مولوی فیضان الرحمٰن سبحانی سلمہٗ نے اسکی ایک جلد کہیں سے حاصل کر کے مجھے دی اور اصرار کیا کہ اس پر نظر ثانی کر لی جائے۔ چنانچہ جب میں نے اس کی نقل کرنا شروع کی تو گویا حضور مفسر اعظم کی سوانح حیات سے متعلق ایک نئی کتاب وجود میں آگئی، مولیٰ تبارک و تعالیٰ اسے قبولیت سے مشرف فرمائے، ہمارے بھائیوں کے لئے مشعلِ حیات اور ہمارے لئے اجرِ آخرت بنائے آمین یا رب العالمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا و مولٰنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین و بارک وسلم

عبد الواجد قادری غفرلہٗ

۲۸ر اکتوبر ۲۰۰۲ء

۱ر شعبان المعظم ۱۴۲۳ھ

ظلِّ اعلیحضرت

نبیرۂ اعلیحضرت مجدّد دین وملّت حضور مفسرِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان نے جب جامعہ انوارالعلوم ملتان کو اپنے شرفِ قدوم سے مشرف فرمایا تو غزالیٔ دوراں محقق زماں حضرت علامہ سید سعید احمد کاظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا، جس کے بعض اشعار یہ ہیں۔

اے کہ از شہرِ بریلی سوئے ملتان آمدی
شہر احسانت کہ در احباب مہمان آمدی

مرحباً اہلاً وسہلاً چون نہ گویم از خلوص!
از رہِ الطاف چوں سوئے محبان آمدی

شد فروزاں از نزولت شانِ انوارالعلوم
لطف فرمودی کہ اے مہمانِ ذیشان آمدی

ظلِّ اعلیحضرتِ اقدس بشد گویا عیاں!
چوں باس شانِ کرم در بزمِ یاراں آمدی

ماہمہ از زمرۂ خدّام اعلیٰ حضرتیم
بالیقیں می داں کہ در خدمت گزاراں آمدی

چونکہ عرفِ تست جیلانی میاں بس از کشش
جانب ما بندگانِ شاہِ جیلاں آمدی

کے ادا گردد ز ما شکرِ قدوم و لطف تو
اے جزاک اللہ کہ سوئے غریباں آمدی

حضور مفسرِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کا شجرۂ نسب

حضرت سعید اللہ خان صاحب
↓
سعادت یار خاں صاحب
↓
حضرت محمد اعظم خان صاحب
↓
حضرت حافظ کاظم علی خان صاحب
↓
حضرت مولانا رضا علی خان صاحب
↓
تاج العلماء حضرت مولانا نقی علی خان صاحب
↓
اعلیٰحضرت امام احمد رضا صاحب فاضل بریلوی
↓
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب
↓
مفسرِ اعظم مولانا ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں قبلہ
↓
- ریحان ملت مولانا ریحان رضا خان صاحب
- تاج الاسلام مولانا اختر رضا خان ازہری میاں صاحب
- پیر طریقت مولانا ڈاکٹر قمر رضا خان صاحب
- معمار ملت مولینا منان رضا خان صاحب

نوٹ: مفسرِ اعظم علیہ الرحمہ کے ایک صاحبزادے تنویر رضا خان صاحب جو ریحان ملت سے چھوٹے تھے اپنی نو عمری میں مفقود الخبر ہو گئے، فقیر کاتب الحروف نے ان کی زیارت کی ہے۔

حضور مفسر اعظم کے شجرۂ نسب سے متعلق ضروری معلومات

ہندوستان کے سرزمین پر محمد بن قاسم سے لیکر بہادر شاہ ظفرؔ تک تقریباً ایک ہزار سال مسلمانوں کا آفتابِ حکومت جگمگاتا رہا۔ لیکن بارھویں صدی ہجری میں حضرت اورنگ زیبؒ عالم گیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے انتقال کے بعد مسلمانوں کا آفتاب حکومت گہنا گیا اور ۱۱۱۹ھ سے ۱۱۳۱ھ (۱۷۰۷ء بغایت ۱۷۱۹ء) تک صرف بارہ سال کے اندر یکے بعد دیگرے تین بادشاہ آپسی تنازعات کے شکار ہوگئے۔ اس کے بعد محمد شاہ بادشاہ کا تقریباً تیس سالہ دور شروع ہوا (۱۱۳۱ھ تا ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء تا ۱۷۴۸ء) مگر اسی دوران ہندوستان پر ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ء میں نادر شاہی حملہ بھی ہوا جس نے ہندوستانی حکومت کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ نادر شاہی حملہ سے پہلے محمد شاہ بادشاہ اپنی عشرت کوشیوں میں مبتلا تھا عوام اسے رنگیلا شاہ کے نام سے یاد کرتی تھی۔ مگر نادر شاہ کے حملہ نے اسکی آنکھیں کھول دیں اور اس نے اپنی حکومت کو از سرِ نو منظم و مستحکم کرنا شروع کردیا اور فوجی طاقت کے ساتھ ساتھ اصلاحِ معاشرہ روحانی تربیت اور دینی درسگاہوں کی طرف توجہ دی۔ جن کی ضیا باریاں اب تک باقی ہیں۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی نے محمد شاہ بادشاہ کے آخری دور کا تذکرہ اس طرح فرمایا " درعہدِ محمد شاہ بادشاہ بست و دو بزرگ صاحب ارشاد از ہر خانوادہ در دہلی بودند و ایں چنیں اتفاق کم می شود" (ملفوظات شاہ عبد العزیز دہلوی) کہ محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں بائیس بزرگ ہر سلسلۂ طریقت کے دہلی میں تھے اور ایسا حسن اتفاق کم ہوتا ہے۔۔۔۔۔ چنانچہ اسی زمانہ سے ہندوستان کے دل دلّی کو بائیس خواجاؤں کی چوکھٹ کہا جاتا ہے۔ جہاں سے روحانی و دینی چشمے ابل ابل کر پورے برصغیر کو سیراب کرتے رہے۔

مفسّرِ اعظم کے مورثِ اعلیٰ

صاحب تذکرہ حضور مفسرِ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے مورثِ اعلیٰ محمد شاہ بادشاہ کے دور میں ہندوستان وارد ہوئے۔ جن کے وارثین نے نہ صرف برِصغیر بلکہ پوری دنیائے سنّیت کو مئے توحید کا متوالا عظمتِ انبیاء علیہم السلام کا شیدائی اور عزت و اکرام بزرگانِ دین کا فدائی بنا دیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

حضرت سعید اللہ خان

ایک روایت کے مطابق افغانستان کے علاقہ قندھار کا ایک مردِ مجاہد شمشیر زن، صف شکن جو اپنی ہمت و جوانمردی میں بے مثال تھا نادر شاہی قافلہ کے ساتھ ہندوستان آیا اور پھر ہندوستان ہی کا ہو کر رہ گیا اس جوہر شباب کا نام محمد سعید اللہ خاں تھا۔

اور دوسری روایت کے مطابق محمد شاہ بادشاہ کے زمانہ میں ایک بہادر جنگجو قبیلۂ بڑہیچ کی آبرو، سعادت آثار علاقۂ قندھار (کابل) کو خیرباد کہکر لاہور آیا اور لاہور ہی کو اپنا مسکن بنالیا۔ جب اسکی ہمت مردانہ اور جوہر سپہ گری کا غلغلہ بلند ہوا تو شاہِ دہلی (محمد شاہ بادشاہ) نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور لاہور کا شیش محل بطور جاگیر اسے عنایت کیا لیکن۔۔

میں کہا رکتا ہوں عرش و فرش کی آواز سے
مجھکو جانا ہے بہت اونچا حدِ پرواز سے

شاہ دہلی نے اصرار کیا تھا اسے دہلی بلایا اپنی ہم نشینی میں رکھ کر منصب ششش ہزاری پر فائز کیا اور اس کی عسکری صلاحیتوں سے متأثر ہو کر اسے شجاعت جنگ کا خطاب دیا اور ریاست رامپور کے بعض مواضعات جاگیر کے طور پر دیدیا۔ یہی شجاعت جنگ بہادر وہ سعادت نشان نوجوان تھا جس کا نام سعید اللہ خان تھا۔

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور مفسرِ اعظم ہند کے مورث اعلیٰ حضرت سعید اللہ خانصاحب نور اللہ تعالیٰ مرقدہ ۱۱۵۲ھ مطابق ۱۷۳۹ء کے اواخر میں ہندستان تشریف

لائے اور اپنی خدا داد صلاحیتوں کی بدولت ارکانِ دولت میں شمار کیے جانے لگے انکی خوش نصیبی پر جس قدر ناز کیا جائے کم ہے کہ انکی نسل سے شریعت مطہرہ کی فصل لہلہانے لگی۔

حضرت سعادت یار خاں

حضرت سعید اللہ خاں صاحب تاحین حیات شش ہزاری کے منصب پر متمکن رہے اور ان کی عسکری صلاحیتوں کا دبدبہ ارکانِ دولت کے دلوں پر چھایا رہا۔ ان کے گھر میں جو چراغ روشن وضیا بار ہوا اس کا نام سعادت یار رکھا گیا۔ ناز و نعم مگر خدا ترسی کے ماحول میں ان کی پرورش و پرداخت ہوئی۔ جوان ہوئے تو باپ کی ہمت و جوانمردی وراثت میں اور امانت و سعادت تربیت میں ملی۔ چنانچہ بادشاہِ وقت نے از راہ قدر دانی شعبۂ مالیات آپکے حوالہ کر دیا اور اس طرح آپ وزیرِ مال ہو گئے۔

شاہی خزانہ کی حفاظت پھر آپ کی امانت و خدا ترسی کو دیکھتے ہوئے شاہِ وقت نے ضلع بدایوں کے کچھ گاؤں آپکو جاگیر میں دیدیا۔ جس سے آپکے اہلِ خاندان نسلاً بعد نسلٍ فائدہ اٹھاتے رہے۔ حضور ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تحریر کے مطابق ان مواضعات کی مستقل آمدنی حضور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اخیر دور تک آتی رہی۔

فاتحِ بریلی

یوپی (اترپردیش) کا شمالی علاقہ جو بریلی، پیلی بھیت، مرادآباد، سنبھل راجپور، بدایوں، شاہجہانپور وغیرہ آبادیوں پر مشتمل تھا۔ جس کا صدر مقام بریلی تھا، جب سلطنتِ دہلی نے اسے سر کرنے کا ارادہ کیا تو اس عظیم الشان مہم کے کیلئے قرعۂ فال جناب سعادت یار خاں کے نام نکلا۔ اور آپ کی سرکردگی میں مرکزی فوج نے اس علاقہ پر چڑھائی کی۔

اس معرکہ میں آپ کی فطری شجاعت اور جنگی مہارت کا جوہر خوب خوب چمکا۔ گویا بریلی کو اسکے تمام ذیلی علاقوں کے ساتھ آپنے فتح کیا اور اسکی فتحیابی کا سہرا آپکے سر رہا۔ پھر فرمانِ شاہی کے مطابق بریلی کو اس کی ذیلی آبادیوں کے ساتھ صوبہ بنا دیا گیا۔ اور اسکے صوبہ دار

(گورنر) جناب سعادت یار خان مقرر ہوئے لیکن چند دنوں کے بعد ہی وہ راہیٔ ملک عدم ہو گئے۔ اور ان کے صاحبزادوں (اعظم خاں، معظم خاں اور مکرم خان) میں سے اعظم خاں نے اپنے پدر بزرگوار کی تمام تر ذمہ داری سنبھالی۔

نوٹ:۔ اعظم خاں صاحب جناب سعادت یار خانصاحب کے بڑے بیٹے تھے لیکن مفسر اعظم ہند مرتبہ جناب ڈاکٹر عبدالنعیم صاحب عزیزی بی، اے علیگ میں آپ کو جناب سَعید اللہ خانصاحب کا بیٹا لکھا گیا ہے جو غالباً کاتب یا پروف ریڈنگ کی غلطی ہے۔

حضرت اعظم خاں

آپ اپنی موروثی عزت وعظمت اور منصب و وجاہت کے باوجود نہایت شریف النفس، منکسر المزاج، غریب پرور اور دینیات میں حد درجہ شغف رکھتے تھے۔ آپ نے بریلی کے محلہ معماران کو اپنا مسکن و مستقر بنایا اس طرح یہ مبارک خاندان افغانستان قندھار سے لاہور اور لاہور سے دہلی ہوتا ہوا بریلی پہنچا۔ بریلی کے باشندے آپ کو آپکی خاندانی وجاہت کے سبب شہزادہ کہا کرتے تھے اور اسی نسبت سے محلہ معماران "شہزادہ کا تکیہ" کہلایا۔

ہوش سنبھالتے ہی دنیاوی عزت وشرافت، مناصب ووجاہت نے آپکے قدم چومے مگر آپ ان کی طرف مائل نہیں ہوئے بلکہ عبادت وریاضت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ آپنے وزارتِ عُلیا سے سبکدوش ہو کر گوشۂ تنہائی اختیار کرلی۔ اور ملک کو چھوڑ کر مالک الملک سے لَو لگا بیٹھے۔ اس طرح ایک بار پھر دنیا کی نگاہوں نے ذہبی وسمنانی روایات کو بریلی میں زندہ ہوتے دیکھا۔

حضرت اعظم خاں علیہ الرحمہ نے اپنی تمام زندگی محلہ معماران (شہزادہ کا تکیہ) میں گزار دی اور وصال کے بعد وہیں مدفون بھی ہوئے جہاں آپ کا مزار مبارک زیارت گاہ خاص وعام ہے

حضرت حافظ کاظم علی خاں

حضرت محمد اعظم علی خانصاحب علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے حضرت حافظ کاظم علی خان

تھے جو حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ جید عالم دین بھی تھے۔ آپ اپنے دادا حضرت سعادت یار خاں صاحب فاتح بریلی اور والد گرامی شہزادہ باوقار حضرت محمد اعظم خانصاحب کے جانشین اور خاندانی جاہ وحشم کے وارث تھے۔ شہر بدایوں کا پورا نظم ونسق اور وہاں کی سیاسی بالادستی آپ کو حاصل تھی آپ کی عزت افزائی وحفاظت کے لئے دو سو سواروں کی بٹالین آپ کے گرداگرد رہا کرتی تھی۔ اور آٹھ مواضعات جس پر مرکزی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی ٹیکس نہیں تھا آپ کی جاگیر میں تھے۔ موضع کرتولی ضلع بدایوں کی زمینیں اب بھی اہل خاندان کے پاس ہیں۔

آپکے والد گرامی کے دور میں بریلی اپنے پورے علاقہ روہیل کھنڈ کا مرکزی مقام قرار پاچکا تھا جہاں آپکے والد محترم نے مستقل قیام کی طرح ڈالی اور والد کے نقش قدم پر چلتے ہوے آپنے بریلی ہی میں مستقل سکونت اختیار فرمائی حالانکہ بدایوں عظمت وسطوت کے اعتبار سے آپ کی سکونت کے لئے زیادہ موزوں تھا۔ لیکن آپ نے والد محترم کے دائمی قیام گاہ کو چھوڑکر کہیں اور جانا مناسب نہیں سمجھا۔ یہاں اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ بریلی اور علاقہ بریلی کو "روہیل کھنڈ" کیوں کہا جاتا ہے؟ اور اسکا تاریخی پس منظر کیا ہے؟ کی مختصر وضاحت کر دی جائے تاکہ ناظرین کرام کی معلومات میں کچھ اضافہ ہوجائے۔

ویسے تو اسکی کئی وجہ روہیل کھنڈ کی شخصیات پر لکھی گئی کتابوں سے سامنے آتی ہے لیکن سید الطاف علی علیگ نے "حیات حافظ رحمت خاں،، میں اس کی جو وجہ بیان کی ہے وہ تاریخی پس منظر سے قریب تر ہے اور وہ یہ ہے۔

افغانستان میں قندھار کے قریب کشمیر سے پورب اور کوہ کاشغر سے اتر کوہستان کا ایک سلسلہ ہے جسے روہ کہا جاتا ہے۔ افغانوں کی وہ جماعت جو غزنی اور غور سے منتقل ہوکر اس کوہستان میں آباد ہوگئی وہ روہیلہ کہلانے لگی۔ اور جب روہیلہ جماعت کا مایۂ ناز د قابل افتخار نوجوان لاہور ہوتا ہوا دہلی آیا اور دہلی سے معہ خاندان بریلی میں منتقل ہوگیا تو دیگر افغانوں کو جمع فرماکر اپنے اصلی وطن "روہ،، کی شادابی وزرخیزی کو سامنے رکھتے ہوئے اور

خاندانی لقب "روہیلہ"، کو نئی زندگی دینے کیلئے اس میں ایک لفظ سنسکرت کھنڈ (حصہ)، کا اضافہ کر دیا گیا اور علاقہ بریلی کو "روہیل کھنڈ"، کے نام سے ایک صوبہ بنا دیا گیا۔ روہیل کھنڈ میں کئی اضلاع تھے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ان میں بدایوں کے حاکم اعلیٰ جناب کاظم علی خان صاحب تھے۔ جسے اس دور میں تحصیلدار کہا جاتا تھا اور اب سیٹی مجسٹریٹ کہا جاتا ہے۔

حضرت حافظ کاظم علی خانصاحب کے دور میں بنگال کی حکومت الگ تھی جس کا دارالسلطنت کلکتہ تھا۔ حافظ صاحب نے دہلی اور کلکتہ کی حکومتوں کے درمیان پرانی خلیج کو ہر ممکن طریقہ سے پاٹنے کی کوشش کی اگرچہ اس مہم میں آپ کو سو فیصدی کامیابی تو نہیں ملی لیکن بنگال پر انگریزوں کی گرفت جتنی تیزی کیساتھ بڑھ رہی تھی اس میں بہت کمی آگئی اور جو غدر انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں کلکتہ سے ایسٹ انڈیا کمپنی کے ذریعہ شروع ہونے والا تھا وہ ۱۸۵۷ء تک ملتوی ہو گیا۔

حضرت حافظ کاظم علی خان اگرچہ اپنی مصروفیات اور ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے اکثر و بیشتر بدایوں میں رہتے لیکن اپنے والد ماجد (حضرت اعظم خان)، کی قدم بوسی اور شرف زیارت سے مشرف ہونے کیلئے ہر جمعرات کو بریلی تشریف لاتے اور جمعہ کے بعد بدایوں لوٹ جاتے۔ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں حسب معمول آپ بریلی آئے تو والد محترم کو گھر میں نہ پاکر ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کیا یہانتک کہ تلاش و جستجو میں محلہ کے قبرستان تک پہنچ گئے تو دیکھا کہ قبرستان کے ایک خالی گوشہ میں چند لکڑیوں کو اکٹھا کر کے جلائے ہوئے ہیں اور کڑاکے کی سردی کے باوجود بغیر کرتے، چادر، ننگی پیٹھ اسکے قریب بیٹھے ہوئے ہیں۔ فاتح بریلی کے صاحبزادہ باوقار اور اپنے والد بزرگوار کو اس حالت میں دیکھ کر حافظ صاحب کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ آپ عجلت میں آگے بڑھے اور اپنے جسم سے قیمتی دوشالہ اتار کر والد محترم کی پیٹھ پر ڈال دیا۔

لیکن جو شخص دنیا اور آرائش دنیا کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی، مسجود تحقیقی سے رشتہ

جوڑ چکا ہو، پیراہنِ خشیت اور لباس تقویٰ اختیار کرچکا ہو اسے سردی وگرمی کی کیا پرواہ اور اسے کیا خبر کہ اس کے جسم پر قیمتی نہایت عمدہ اونی دوشالہ ہے یا معمولی پھٹا چیتھڑا؟ ۔ حضرت اعظم خان علیہ الرحمہ نے نہایت لاپرواہی کے ساتھ اپنے جسم سے دوشالہ آتارا اور دہکتی ہوئی لکڑیوں پر ڈال دیا جو دیکھتے ہی دیکھتے خاکستر ہوگیا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر جناب حافظ کاظم علی صاحب کے دل میں خیال گزرا کہ اگر حضرت کو دوشالہ استعمال کرنا منظور نہ تھا تو واپس دیدیتے تاکہ کسی غریب یا فقیر کو دیدیا جاتا۔ ابھی حافظ صاحب نے اپنے خیال کا اظہار بھی نہیں کیا تھا کہ جناب اعظم خاں علیہ الرحمہ نے سر جھکائے ہوئے ارشاد فرمایا ۔ میاں یہاں پکڑ دھکڑ کا معاملہ نہیں ،، اور یہ کہتے ہوئے آگ کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دُھلا ہوا دوشالہ نکال کر اپنے صاحبزادہ کی طرف بڑھا دیا۔

والد محترم کی اس شانِ کرامت کو دیکھ کر حافظ صاحب نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ بجائے ہر جمعرات کے اب جب بھی موقع ملتا والد گرامی کی زیارت سے مشرف ہونے کیلئے بریلی آجاتے اور جب کوئی اہم ترین معاملہ سامنے آتا تو آپ بدایوں تشریف لے جاتے۔

حضرت مولانا رضا علی خان

حضرت مولانا حافظ کاظم علی خانصاحب تحصیلدار بدایوں علیہ الرحمہ کے نامور صاحبزادے حضرت مولانا مفتی رضا علی خانصاحب تھے جو بریلی کے اندر ۱۲۲۴ھ مطابق ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مغلیہ دورِ حکومت کا چراغ دہلی میں ٹمٹما رہا تھا اور بنگال کی جانب سے منظم سازشوں کا جال مغلیہ حکومت کے خلاف بچھایا جارہا تھا۔

آپ کی دینی تعلیم و تربیت کا اہتمام والد محترم کے زیرِ نگرانی گھر سے شروع ہوا۔ بچپن ہی سے آبائی جاہ وحشم، زہد وتقویٰ اور علم وفضل آپ کی ذات سے نمایاں تھے، سنّت رسول مقبول کا اتباع اور اس میں شتابی آپکا مزاج تھا۔ گویا آپکا نام اسمِ بامسمّٰی تھا۔ یعنی ہمیشہ رضائے الٰہی ہی آپ کی رضا و فطرت رہی۔

علوم دینیہ میں درجۂ کمال حاصل کرنے کیلئے آپ نے سفر بھی کیا اور ٹونک راجستھان پہنچ کر حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب کے حلقۂ درس میں شریک ہوئے اور اپنی عمر کی تیئسویں منزل میں پہنچ کر سند فراغ حاصل کیا۔ علوم نقلیہ کیساتھ ساتھ علوم عقلیہ میں بھی مہارت تامہ حاصل فرماکر وطنِ مالوف واپس آئے۔

آپ روہیلکھنڈ کے سب سے بڑے اور مرجع العلماء عالم دین تھے۔ مسند افتاء پر فائز ہونے کے بعد نہ صرف علماء روہیلکھنڈ آپ کی جناب میں رجوع کرتے بلکہ ہندوستان بھر کے علماء دین مسائل دینیہ میں خصوصاً مختلف فیہا مسائل میں آپ کی طرف رجوع فرماتے تھے درجنوں علماء کرام نے علوم دینیہ میں آپ کی شاگردی اختیار۔ مشہور" خطبۂ علا "آپ کے شاگرد عزیز حضرت مولانا علی صاحب مرحوم کی عظیم یادگار ہے جو پوری دنیا میں پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ دراصل "خاندان رضا" کی علمی و روحانی عظمت کا جھنڈا آپ ہی کے دور سے بلند ہونا شروع ہوا کہ آپنے اپنے اسلاف کے دنیاوی جاہ حشم، شان وشوکت، ثروت وحکومت کو یکلخت خیرآباد کہدیا اور وراثت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے سر کا تاج بنا کر گوشۂ دینی کو اختیار فرمالیا۔

اُس وقت بریلی میں کسی دارالعلوم یا جامعۂ عربیہ کی کوئی عمارت یا نصاب تو نہیں تھا لیکن بقیۃ السلف سند الخلف استاذ الاساتذہ حضرت علامہ مفتی رضا علی خانصاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تنہا ذات میں ایک عظیم جامعہ اور روحانیت کا سرچشمہ تھے جہاں علوم دینی اور معرفت روحانی کے طلباء اور سالکین جوق درجوق آتے اور سیراب ہوتے تھے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی عروج پر تھی ہندوستان کا ہر صوبہ، ہر شہر بلکہ گھر گھر جنگ کا میدان بنا ہوا تھا برطانوی سامراجوں کے دل و دماغ پر ملک گیری کی ہوس چھائی ہوئی تھی حریت پسندوں اور جانباز مجاہدین کی گردن زنی یا کالے پانی (جزیرۂ انڈمان) کی سزا کا دستور عام ہو چکا تھا، مگر دنیادار حکام، جاہ طلب اُمراء اور مصلحت اندیش ابن الوقت علماء اور پنڈت برطانوی سامراجوں سے سودے بازی میں مصروف تھے اپنے ملک و قوم اور افکار و نظریات کو انگریزوں

کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ان کے قدموں پر قربان کر رہے تھے۔ لیکن اسی ہندوستان میں بہت سے لوگ ٹیپو سلطان کی بہادری کے امین اور مرد مجاہد سرخیل علماء اہلسنت حضرت علامہ فضل حق خیرآبادی متوفی ۱۸۶۱ء کے شانہ بشانہ چلنے والے اور ان کی پیروی کرنیوالے بھی تھے۔ جنہوں نے مسلح برطانوی فوجوں سے مقابلہ کرتے کرتے جام شہادت نوش کرلیا اور اگر بچ گئے تو کالے پانی کی سزا بھگتنی پڑی۔

ایسے کرب و بلا کے ماحول میں بھلا شجاعت جنگ بہادر اور فاتح بریلی کا پوتا، کاظمی ہمت و جوانمردی کا وارث اور روہیلہ قوم کا امین خاموش کیسے بیٹھ سکتا تھا۔ وہ اپنے تلامذہ (شاگردوں) اور مریدین کی جماعت کے ساتھ میدان جہاد کیلئے کمربستہ ہو گئے لیکن وہ انگریزوں سے لڑنے کیلئے کسی دوسرے شہر یا علاقہ میں نہیں گئے بلکہ جہاد کی ابتدا بریلی سے کی۔ انگریزوں نے بریلی اور اسکے علاقہ کو سر کرنے کیلئے جنرل بیدار بخت کا انتخاب کیا۔ جس کو مجاہد کبیر حضرت علامہ رضا علی خان اور انکی جمعیت نے ناکوں چنے چبوا دیا۔ فرنگی فوجوں کو آگ و خون کا دریا عبور کرنا پڑا۔ پھر بھی وہ مجاہد کبیر اور ان کے ساتھیوں کو زیر نہیں کر سکے۔ مجاہد کبیر کے کئی مکانات جو محلہ معماران اور محلہ ذخیرہ وغیرہ میں تھے اس معرکہ دار و گیر ان حریت پسندوں کا لنگر خانہ اور انکے گھوڑوں کا اصطبل بنے ہوئے تھے، برطانوی فوج کو کمک پر کمک ملتی رہی اور مجاہد کبیر کی جماعت میں دن بدن کمی ہوتی رہی کہ بعض اس میں سے جام شہادت نوش کرلیتے یا کہیں لاپتہ ہو جاتے۔

انگریزوں کو مجاہد کبیر علامہ رضا علی خان کی تلاش تھی مگر تلاش بسیار کے بعد بھی انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملی۔ ایک مرتبہ پچاسوں فوجیوں نے آپکے مکان کا گوشہ گوشہ چھان مارا۔ مگر آپ اطمینان و سکون کے ساتھ محلہ ذخیرہ کے اندر اکی والی مسجد میں مصروف عبادت رہے۔ جب آپ گھر میں نہ ملے تو وہ بدبخت اسی مسجد کے اندر گھس گئے جہاں آپ محو عبادت تھے۔ لیکن وہ سیاہ بخت و نامراد مسجد میں پہنچ کر بھی نامراد ہی لوٹے۔ اور اسطرح خداوند کریم

نے اپنے ایک چہیتے بندہ کو ناپاکوں کی دسترس سے محفوظ رکھا۔

آپ کی ذات بابرکات بہت سی خوبیوں کا جامع تھی لیکن سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ کے پیکر تھے جس کے عقائد و نظریات اور اعمال صحیح ہوتے اسے آپ وارفتگی کیساتھ گلے لگا لیتے اور جس کے عقائد و اعمال صحیح نہیں ہوتے اس سے آپ فوراً بیزاری کا اظہار فرماتے۔ اور یہی صفت خاصہ اس خاندان کا اب تک طرۂ امتیاز ہے۔

۲ر جمادی الاولیٰ ۱۲۸۲ھ کو آپ کا انتقال پر ملال ہوا بریلی سیٹی کے قبرستان میں مدفون ہوئے جہاں آج بھی آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہِ خاص و عام ہے آپنے نہایت مدلّل و محققانہ تصانیف یادگار چھوڑی جن میں سے آج بعض تصانیف کتب فروشوں کے یہاں دستیاب ہیں۔

حضرت مولانا نقی علی خاں

آپ عارف باللہ حضرت مولانا مفتی شاہ رضا علی خاں صاحب قدس سرہ العزیز کے فرزند ارجمند ہیں آپ یکم رجب ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۰ء کو شہر بریلی کے محلّہ ذخیرہ میں پیدا ہوئے۔ مادۂ تاریخ ولادت ،،جَاءَ وَلِیٌّ نَقِیُّ الشَّابِ عَلَی الشَّانِ،، ہے یعنی ۳ + ۱ + ۶ + ۳۰ + ۱۰ + ۵۰ + ۱۰۰ + ۱۰ + ۱ + ۱ + ۳۰ + ۵۰۰ + ۱۰ + ۱ + ۲ + ۷۰ + ۳۰ + ۱۰ + ۱ + ۳۰ + ۳۰۰ + ۱ + ۵۰ = ۱۲۴۶ھ مادۂ تاریخ سے آپ کے تقوی و طہارت، پاکیزگی و نفاست، سخاوت و شجاعت اور علم و فضل کی شان کا اظہار ہوتا ہے۔

آپنے اپنے والد ماجد کے علاوہ کسی دوسرے استاذ سے دینی علوم و فنون کو حاصل نہیں کیا آپنے تمام علوم و فنونِ نقلیہ و عقلیہ قلیل عرصہ میں اپنے والد گرامی قدر سے حاصل کر لیا اور والد محترم کی زندگی ہی میں تدریس و افتاء اور تالیف و تصنیف میں اطراف و اکناف کے اندر مشہور و معروف ہو گئے۔ آپنے اپنے دور میں علم و عمل، فکر و نظر اور فہم و فراست میں

بے نظیر تھے، مزید بر آں سخاوت و غربا پروری، خلوت و جلوت میں اتباعِ سنّت، امور دینیہ میں استقامت آپ کی زندگی کا نہایت روشن و تابناک پہلو ہے۔ عشق رسول اور اعدائے دین کی سرکوبی تو آبائی ورثہ میں ملی تھی اسی لئے پدر بزرگوار کی طرح آپ بھی اَلحُبُّ فِی اللّٰہِ وَ البُغضُ فِی اللّٰہِ کے پیکر اور مظہر اتم تھے۔

درس و تدریس سے آپکو خاص شغف تھا، جس جس کو پڑھایا علم و فن کا تاجدار بنا دیا لیکن والد ماجد کی خاص تاکید کے مطابق اپنی پوری تدریسی و تعلیمی قوت آپنے اپنے نورِ نظر لختِ جگر آبروئے اہلِ سنن امام زمن دریائے علم و فن ناصرِ دین و ملت جبلِ استقامت اعلیحضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان پر صرف کر دی، جنکی علمی و فنی جلالات اور عشق و عرفان کو چودھویں صدی کے تمام علماء ربانیین نے تسلیم کیا۔ وللہ الحمد۔

۵ رجادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ کو اپنے صاحبزادۂ باوقار علوم و معارف کے تاجدار امام احمد رضا کو ساتھ لیکر مارہرہ مقدسہ (ضلع ایٹہ) پہنچے اور حضور اعرف العرفاء اکمل الکملاء جگر گوشۂ غوث الاعظم حضرت سید شاہ آلِ رسول (۱۲۹۶ھ) احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔

مرشد مکرم اولادِ رسولِ اعظم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں باپ بیٹوں کو چودہ سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ ویسے آپ دونوں حضرات سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں بیعت ہوئے اور تمام مروجہ سلاسل کی دولت بے بہا سے مالا مال ہو کر بریلی واپس تشریف لائے۔

۱۲۹۵ھ کے ماہِ شوال میں آپ علیل ہو گئے اور اسی علالت و شدت ضعف میں آپنے حرمین شریفین کا عزم مصمم کر لیا اپنے صاحبزادۂ عالی وقار امام احمد رضا کو ساتھ لیا اور بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ کہتے ہوئے سفر غیرت حضر پر روانہ ہو گئے۔ اثناءِ سفر بعونہ تعالیٰ آپ کو شفائے کامل حاصل ہوئی، مکۂ معظمہ پہنچ کر مشائخ عظام علماء کرام اور ائمہ بیت اللہ الحرام

کے ساتھ دینی و علمی تبادلۂ خیال ہوتا رہا پھر اسنادِ تفسیر و حدیث ۔ فقہ و اصولِ فقہ وغیرہا کا بھی آپس میں تبادلہ ہوا خصوصاً شیخ الحرم اکمل الفضلاء حضرت علامہ زینی دحلان (م ۱۲۹۹ھ) اور امام حرم نے دونوں باپ بیٹوں کو اسناد تفسیر و حدیث سے مفتخر فرمایا۔ مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ منورہ کی زیارت سے مشرف ہوئے جس بارگاہِ گرامی کا مبارک تصور آٹھواں پہر وجود پر چھایا ہوا تھا وہ سر کی آنکھوں کے سامنے تھا اور باغِ خلیل کا وہ گل زیبا گلشنِ ایمان و اذہان کو معطر و معنبر فرما رہا تھا ۔۔۔۔ ؎

وہ سُوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مدینۂ منورہ کے علماء و مشائخ نے آپ حضرات کی خوب خوب پزیرائی کی اور اسناد علوم و معارف سے بہرہ ور کیا۔ پھر دونوں باپ بیٹے بعافیت تمام مراجعت فرمائے بریلی ہوئے دو سال کے بعد ذی قعدہ ۱۲۹۷ھ کو اکاون سال کی عمر میں بریلی کے اندر آپ کا انتقال پر ملال ہوا۔ اپنے والد گرامی قطب وقت فاضل یگانہ مفتی دوراں حضرت مولینا شاہ رضا علی خاں علیہ الرحمۃ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آج بھی بریلی سٹی کے قبرستان میں آپ کا مزار پرانوار جالی دار سنگ سفید کے احاطہ میں زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ آپکا مادۂ وفات "اَمِیْنُ اللہِ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا" ہے۔ (۱۲۹۷ھ)

دین متین اور مذہب اہلسنت کی تائید میں آپ کی درجنوں تصانیف ہیں جن میں بیس پچیس کتابیں بڑی اہمیت کی حامل ہیں انکو پڑھنے اور دلائل و براہین دیکھنے کے بعد اسلافِ کرام کے محققین ائمہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے انہی کتابوں میں سے "تفسیر الم نشرح بھی ہے جس کا طرز تحریر اور اسلوب بیان نہایت محققانہ ہے۔

امام احمد رضا

آپ رأس المحققین تاج العلماء حضرت مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وہ نامور صاحبزادے ہیں جن کے علم و فضل کا ڈنکا

آج پوری دنیائے سنیت میں بج رہا ہے اور آپ سے نسبت حق کی علامت بن چکی ہے۔ آپ کے دینی روحانی، علمی ادبی، اصلاحی معاشی، سیاسی معاشرتی اور تہذیبی و تجدیدی کارناموں سے عالم اسلام نہال ہو رہا ہے۔ چونکہ آپکی سوانح حیات پر درجنوں کتابیں مارکیٹ میں موجود ہیں اس لئے یہاں اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اجمالاً یہ عرض کر دینا ہے کہ

آپ کی ولادت مبارکہ دس شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بروز شنبہ بوقت ظہر بریلی کے محلہ ذخیرہ میں ہوئی۔ اگرچہ آپ کی بسم اللہ خوانی چار سال چار مہینے چار دن کی عمر میں ہوئی مگر دو سال کی عمر ہی سے گھریلو ماحول کی بنا پر عربی سمجھنا اور بولنا شروع کر دیا تھا چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ

"میں اپنی مسجد کے پاس کھڑا تھا اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال کی ہو گی کہ ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے عربی زبان میں گفتگو فرمائی اور میں نے فصیح عربی میں ان سے گفتگو کی۔ الخ"

فراغت علمی تیرہ سال دس مہینے پانچ دن کی عمر میں پندرہویں شعبان ۱۲۸۶ھ کو آپ تمام علوم و فنون عربیہ کی تحصیل کے بعد فارغ التحصیل ہوئے اور اسی دن سے فتویٰ نویسی شروع فرمائی۔

آپ کا تاریخی نام المختار ۱۲۷۲ھ اور زبر و بیّنہ میں تاریخ فراغت تعویذ ۱۲۸۶ھ ہے فراغت علمیہ کے بعد بھی افتاء و قضاء کی تربیت اور رد بد مذہبیان کے اسالیب سات برسوں تک اپنے والد گرامی سے حاصل فرماتے رہے۔

حافظہ قدرت نے آپ کو قوت حافظہ اور فکر رسا عطا فرمایا تھا وہ قابل رشک ہے کہ جس ضخیم سے ضخیم کتاب کو ایک بار مطالعہ فرمالیا اس کی عبارتیں برسوں تک

زبانی نقل فرماتے رہے اور مضمون تو تاحینِ حیات حافظہ میں محفوظ ہوگا۔

علوم دینیہ کے علاوہ فنونِ مروجہ میں بھی آپ کو کمال حاصل تھا۔ بچپن تا ساٹھ علوم و فنون کے نہ صرف آپ ماہر تھے بلکہ بعض علوم میں موجد و امام کی حیثیت رکھتے تھے ہر علم و فن میں آپ کی تصانیف آج علوم و فنون کے شائقین کو دعوتِ مطالعہ دیرہی ہیں اور آج درجنوں یونیورسٹیوں میں آپکی علمی وفنیّ شخصیت اور آپکی تصانیف پر تحقیقات (ریسرچ) ہورہے ہیں اور ماہرینِ فن ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کررہے ہیں۔

محبوبِ مشغلہ

تقریبًا پانچ درجن علوم وفنون میں سے تین فنون آپ کو بطور وراثت ملی تھیں جن سے آپکو والہانہ دل بستگی اور شغف تھا بلکہ یوں کہئے کہ اس کا عشق شیفتگی کی حد تک آپ پر چھایا ہوا تھا۔ (۱) ناموس رسالت کی حمایت (۲) بدعقیدوں اور بدمذہبوں کے عقائد باطلہ کارد (۳) مذہب مہذّب حنفی کی خدمت۔ یہ تین فنون وہ ہیں جن میں آپ کی پانچ سو سے زائد تصانیف موجود ہیں۔ اگر صرف فتاویٰ رضویہ شریف (جو جدید ترتیب میں بیس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے) کا مطالعہ کرلیا جائے تو ہر جگہ یہ تینوں فنون واضح اور صاف نظر آئیں گے۔ بلکہ الاجازات المتینہ میں آپ نے خود اس کا اظہار فرمایا ہے۔

بیعت وخلافت

آپ اپنے والد ماجد قدس سرہٗ کے ساتھ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی معیت میں ماہِ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۴ھ میں سلطان العارفین سندالکاملین جگر گوشۂ غوث الاعظم نور دیدۂ فاطمہ زہرا صلے اللہ تعالےٰ علیٰ ابیہا الکریم وآلہ وصحبہ حضور سید شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ العزیز کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوکر داخلِ سلسلۂ طریقت ہوئے اور مجلس بیعت ہی میں پیرو مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپکو چودہ سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرماکر ارشاد فرمایا، کہ مجھے یہ فکر ابتدا ہی سے دامن گیر تھی کہ میں بارگاہِ احدیت جل مجدہٗ اور بارگاہ

رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کیلئے دنیا سے کون سا تحفہ لیکر جاؤں جو نذر کرسکوں خداوند کریم کا شکر ہے کہ احمد رضا مجھے مل گیا جسے میں فخر کیساتھ بطور نذر پیش کرونگا۔ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ اَوَّلاً وَّاٰخِرًا

مجدّد

اعلیٰحضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا مسلسل چوّن سال تک فتویٰ نویسی اور باطل عقائد و نظریات کے یلغار کا دنداں شکن جواب میں مصروف رہے جسکے نتیجے میں ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل امتِ مسلمہ کے ہاتھ آئے جس سے آج پوری دنیائے علم مستفید ہو رہی ہے۔ تیرہویں صدی ہجری کے اخیر دہائی میں آپکے تجدیدی کارناموں کا غلغلہ شروع ہوا۔ عرب و عجم کے ہزاروں علماء ربّانیین نے آپکو اپنا دینی امام و رہنما اور مجدّدِ دین وملت تحریری و تقریری طور پر تسلیم کیا، اور چودھویں صدی کے ربع اوّل تک آپ مجدّد اعظم مان لئے گئے۔

زیارتِ حرمین

پہلی بار اپنے والدین کریمین کیساتھ ۱۲۹۵ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے علماء مکہ مکرمہ اور مشائخ مدینہ منورہ نے دینی علوم وفنون اور سلاسل طریقت کے اسناد عطا فرمائے شیخ حرم حضرت علاّمہ زینی دحلان مفتی مکہ ومصنف "الدُّرَرُ السَّنِیَّۃ" سے آپ نے شرف تلمذی حاصل کیا اس وقت آپ کی عمر شریف تیئس سال کی تھی۔

دوسری بار ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت سے مشرف ہوئے جب آپ کی عمر اکاون برس پانچ ماہ کی تھی۔ یہ مبارک سفر اس واسطے بھی سرمایۂ ظفر ثابت ہوا کہ ہندی وہابیوں نے جس کے سرخیل مولوی خلیل احمد انبیٹھوی تھے قاضی مکہ، مفتی حنفیہ کو دھوکہ دیکر مولانا سلامت اللہ صاحب رامپوری کے خلاف ان کی کتاب "اعلام الاذکیاء" کی مندرجہ عبارت پر کفر کا فتویٰ لینا چاہتے تھے لیکن اعلیٰحضرت نے جب اس عبارت کی توضیح فرمائی تو قاضی مکہ مکرمہ حضرت مولانا شیخ صالح کمال نے اپنا لکھا ہوا فتویٰ چاک کر دیا اور فرمایا کہ اگر آپ نہ آتے تو وہابیوں نے تو مجھے دھوکہ دے ہی دیا تھا۔

سرعتِ تحریر جب وہابیوں کو اپنی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تو پھر دوسری چال چلی اور شریف مکہ کی خدمت میں دربارۂ علم غیب مصطفےٰ ایک استفتاء پیش کر دیا۔ اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے سیدالخطباء اور امام حرم کی استدعاء پر اس استفتاء کا جواب باصواب صرف چند گھنٹوں میں بزبان عربی تحریر فرما دیا جو کئی سو صفحات پر مشتمل ہے اور جس کا تاریخی نام "الدّولۃ المکیّۃ بالمادّۃ الغیبیّۃ" ہے۔ جس کی شریف مکہ کے دربار میں خوب خوب پذیرائی ہوئی۔ اور اس طرح وہابیوں نے مکہ مکرمہ سے منہ چھپا کر راہ فرار اختیار کرنے ہی میں اپنی عافیت جانی۔

اس کے علاوہ کئی مسائل زیر بحث آئے مثلاً کاغذی کرنسی کی کیا حیثیت ہے؟ گیارہ بارہ ذی الحجہ کو قبلِ زوال رمی کا کیا حکم ہے؟ وغیرھما۔ تو آپ نے ہر ایک سوال کے جواب میں ایک ایک کتاب عربی زبان میں لکھ ڈالی، مثلاً کفل الفقیہ الفاھم، الاجازات المتینہ، الاجازۃ الرضویہ اور الطرّۃ الرضیّہ وغیرہما۔

اسی سفر وسیلۂ ظفر میں کتاب مستطاب "المعتمد المستند" اور حسام الحرمین سنی مسلمانوں کے ہاتھ آئی جس کی تصدیق و توثیق حرمین طیبین کے تینتیس متبحر علماء دین نے فرمائی اور اس پر بیش بہا تقریظیں لکھیں۔ اعلیحضرت عظیم البرکت کی انہی خدمات کے صلہ میں علمائے حرمین شریفین نے آپکو امام العلماء رأس الفقہاء مجدد العصر۔ فرید الدہر، الشیخ المحقق، السید السند احسان المنان، اکمل الزمان وغیرہا القابات سے نوازا۔ فَلِلّٰہِ الحَمْدُ حَمْدًا کَثِیْرًا

رحلت وصال سے چار ماہ بائیس دن قبل آپ نے اپنے انتقال کی خبر دی اس درمیان میں آپنے کئی رسالے اور وصایا شریف تحریر فرمایا اپنے سامنے وصایا پر عمل کرایا، ہر کام کو از خود انجام دیتے رہے نماز باجماعت قیام و رکوع کے ساتھ اطمینان و سکون سے پڑھتے رہے۔ ۲۵ر صفر کو جمعہ کا دن تھا اور آپکے یہاں ڈھائی بجے کے بعد ہی نماز جمعہ کی اذان ہوا کرتی تھی۔ ۲ر بجے آپ نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ اب سورۂ یٰسین شریف

اور سورہ رعد شریف کی تلاوت کرو۔ حضور مفتی اعظم ہند (اعلیٰحضرت کے دوسرے صاحبزادے) نے تلاوت شروع کی اور آپ پوری توجہ سے اسے سماعت فرمانے لگے جہاں کہیں اشتباہ ہوتا یا پورا جملہ سننے میں نہیں آتا مفتی اعظم کو خاموش فرما کر اسکی تلاوت خود کر لیتے۔ جب دونوں سورتوں کی سماعت سے فارغ ہوئے تو سفر کی وہ تمام دعائیں جن کا پڑھنا مسنون ہے ان سب کو صحتِ تلفظ کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ پھر کلمۂ طیبہ کا ورد جاری فرمایا یہاں تک کہ آواز بالکل مدھم ہو گئی اور ہونٹوں کی حرکت بند ہی ہوئی تھیں کہ چہرۂ مبارک پر نور کی ایک کرن چمکی جس میں ہلکی سی جنبش تھی اور روح انور جسم اطہر سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہ
آپ کے وصال پر ملال کی تاریخ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ بوقت دو بجکر اڑتیس منٹ ہے۔ تاریخ وصال کا مادہ "شیخ الاسلام والمسلمین" ہے۔

حجۃ الاسلام

اعلیٰحضرت امام احمد رضا محدثِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے دو عظیم الشان نامور صاحبزادوں سے نوازا۔ بڑے حضرت کا نام محمد حامد رضا اور چھوٹے حضرت کا نام محمد مصطفےٰ رضا تھا۔ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے حین حیات بلکہ اس کے بعد بھی یہ دونوں حضرات۔ بڑے حضرت اور چھوٹے حضرت کے القاب سے یاد کئے جاتے رہے اور انہی وجہ سے اعلیٰحضرت کو اعلیٰحضرت کہا جاتا تھا تاکہ تینوں حضرات میں کامل امتیاز باقی رہے۔ پھر یہ دونوں صاحبزادے علی الترتیب حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم کے القابات سے ملقب ہوئے۔ حضور مفتی اعظم مدت العمر فتویٰ نویسی اور حاجتمندوں کی دستگیری میں شب و روز مصروف رہے آپکے مریدین و معتقدین کی تعداد دس ملین (ایک کروڑ) سے زیادہ ہے جن میں ہزاروں ہزار علماء کرام اور علوم دینیہ کے ماہرین و ناشرین ہیں۔ آپنے کسی اولاد نرینہ کو وارث نہیں چھوڑا مگر بڑے بھائی کی اولاد در اولاد، نواسے اور ہزاروں علماء واہلسنت آپکے خلفاء اور صحیح وارث ہیں۔ صاحبِ تذکرہ (حضور مفسر اعظم ہند) آپکے ابن الاخ اور داماد اکبر بھی ہیں اس لئے حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کا پورا پورا علمی و روحانی فیضان مفسر اعظم اور انکی اہلیہ مرحومہ کے ذریعہ

ان کی اولاد دراولاد کو بل رہا ہے۔

بڑے حضرت یعنی حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے حالات زندگی کو بڑے اختصار مگر جامعیت کیساتھ میرے محب مکرم ذوالمجد والکرم حضرت علامہ مولانا ابراہیم صاحب خوشتر صدیقی قادری رضوی نے تذکرۂ جمیل کے نام سے جمع کر دیا ہے۔ بیشک انہوں نے حضور حجۃ الاسلام کی سوانح ترتیب دینے میں بڑی محنت اور دیانت سے کام لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کے فیضان کو جاری رکھے، اور حضرت خوشتر صاحب کو اجر جزیل عطا فرمائے آمین۔ یہاں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کی مبارک سوانح کو نقل کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ زندگی کے اہم ترین گوشوں کی طرف ایک اشارہ کر دینا چاہتا ہوں تاکہ ان کی دینی خدمات کا خاکہ ذہن نشین ہو جائے

آپ کی ولادت باسعادت ـــــ ربیع الاول ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء)

نام محمد ـــــ عرفی نام حامد رضا۔

لقب: حجۃ الاسلام ـــــ (عوام نے بڑے حضرت یا بڑے مولانا کہکر خراج عقیدت پیش کیا)

جدامجد تاج العلماء مولانا مفتی نقی علی خاں صاحب کا انتقال ۔۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء)

تعلیم وتربیت کا آغاز ـــــ ۱۳۰۰ھ (۱۸۸۳ء)

اساتذہ :۔ امام احمد رضا (کل علوم وفنون دینیہ) سلوک ومعارف شاہ ابوالحسین احمد نوری۔ بعض علوم واصول فقہیہ (علامہ زینی دحلان مکی سے)

۲ • ندوۃ العلماء کے ابتدائی اجلاس میں شرکت ـــــ ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء)

۴ • الصارم الربانی علی اسراف القادری (رد قادیانی میں پہلی کتاب) ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۸ء)

۵ • ندوہ کے خلاف جلسہ جدوہ عظیم آباد (پٹنہ میں شرکت۔ ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء)

۶ • پوکھریرا ضلع سیتامڑھی کا پہلا سفر نائب امام احمد رضا کی حیثیت سے۔ ۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء)

۱۹ • محدث اعظم پاکستان آپکی خدمت میں پہلی بار حاضر ہوئے۔ ۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء)

۲۰ • ردّ وہابیہ نجدیہ کے جلسہ کی صدارت۔	۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء)
۲۱ • فرنگی محل لکھنؤ میں تشریف آوری۔	۱۳۴۴ھ (۱۹۲۶ء)
۲۲ • مجاہد ملت کو تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت۔	۱۳۵۰ھ (۱۹۳۲ء)
۲۳ • تبلیغی سفر، جے پور اور میرٹھ وغیرہ۔	۱۳۵۱ھ (۱۹۳۲ء)
۲۴ • فیصلہ کن مناظرہ لاہور کی صدارت۔	۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء)
۲۵ • ڈاکٹر سر محمد اقبال نے ملاقات کی۔	۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء)
۲۶ • دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور میں تشریف آوری۔	۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء)
۲۷ • مولانا شاہ دیدار علی الوری کے چہلم میں شرکت (لاہور)	۱۳۵۴ھ (۱۹۳۵ء)
۲۹ • خانقاہِ عالیہ قادریہ رضویہ کی تعمیر کا آغاز۔	۱۳۵۷ھ (۱۹۳۸ء)
۳۰ • اودے پور کا سفر تبلیغ۔	۱۳۵۷ھ (۱۹۳۹ء)
۳۲ • بنارس کا سفر۔	۱۳۳۹ھ (۱۹۴۰ء)
۳۳ • جودھ پور کا سفر۔	۱۳۶۱ھ (۱۹۴۲ء)
۳۱ • علالت کا آغاز	۱۳۵۷ھ (۱۹۳۹ء)
۷ • گنگٹی ضلع مظفر پور میں پہلی آمد	۱۳۱۸ھ (۱۹۰۰ء)
۳۴ • مضافات دربھنگہ ومظفر پور بہار کا آخری دورہ۔	محرم ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء)

کمتول ضلع دربھنگہ میں یک روزہ قیام، چھوٹا (رضا نگر) مسجد میں۔

۳۵ • نماز جمعہ اور مرتب حیات مفسر اعظم کو شرفِ زیارت کا حصول۔ محرم ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء)

۳۶ • وصال پر ملال — ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء)

۸ • حج وزیارت۔	۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء)
۱ • مسند افتاء وارشاد کی ذمہ داری۔	۱۳۱۲ھ (۱۸۹۵ء)

۳ • امام احمد رضا کی تصانیف پر تصدیقات و تمہیدات کا آغاز۔ ۱۳۱۵ھ (۱۸۹۸ء)
۸ • لاہور کے جلسۂ وجلوس کی صدارت۔ ۱۳۵۴ھ (۱۹۳۵ء)
۹ • الدولۃ المکیہ کی تبیض وتمہید۔ ۱۳۲۳ھ (۱۹۰۵ء)
۱۰ • کفل الفقیہ الفاہم کی تمہید۔ ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء)
۱۱ • الاجازۃ المتینہ کی تمہید۔ ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء)
۱۲ • پیر ومرشد سند العارفین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کا وصال۔ ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۶ء)
۱۳ • دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام وانتظام۔ ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء)
۱۴ • والد ماجد کی موجودگی میں مسند نشینی۔ ۱۳۳۳ھ (۱۹۱۵ء)
۱۵ • محدث سورتی کی نماز جنازہ میں امامت۔ ۱۳۳۴ھ (۱۹۱۶ء)
۱۶ • عید گاہِ کلاں جبل پور میں خطاب عام۔ ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۹ء)
۱۷ • جمعیۃ العلماء کے جلسہ میں ابوالکلام آزاد سے توبہ کا مطالبہ۔ ۱۳۳۹ھ (۱۹۲۱ء)
۱۸ • امام احمد رضا کا وصال اور جانشینی کی تقریب۔ ۱۳۴۰ھ (۱۹۲۱ء)

حضور حجۃ الاسلام حضرت مولانا مفتی شاہ محمد حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے سچے جانشین اور گوناگوں خوبیوں اور صلاحیتوں کے مالک تھے لیکن ان کی سوانح عمری کو یہاں نقل کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ بعض اہم گوشوں کی طرف تاریخی اعتبار سے ناظرین کی توجہ مبذول کر دینی تھی تاکہ انکی قابل تقلید زندگی کی معلومات حاصل کرنے کا ذوق بیدار ہو جائے۔ آپ کی ذات گرامی کا ہر پہلو اعلیحضرت عظیم البرکت کے روبرو تھا جس طرح آپکا تاریخی نام محمد ۱۲۹۲ھ رکھا گیا اسی طرح آپ کا عرفی نام اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے حامد رضا رکھا جو زبر و بینہ کے اعداد کے اعتبار سے آپکی وفات کا سنہ ہجری ہے۔

حا الف میم دال را ضاد الف = حامد رضا

۹ + ۱۱۱ + ۹۰ + ۳۵ + ۲۰۱ + ۸۰۵ + ۱۱۱ = ۱۳۶۲ھ۔

صرف پیدائش و وفات ہی کا سنہ اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ کے روبرو نہیں تھا بلکہ بعونہ تعالیٰ آپکو یہ بھی علم تھا کہ آپ کی نسل بڑے صاجزادہ ہی کے ذریعہ چلے گی اور اس نسل میں علم وفضل کے تاجدار ہوتے رہیں گے چنانچہ "الاستمداد" میں اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے خود فرمایا۔

حَامِدٌ مِنِّی اَنَا مِنْ حَامِدٌ

حمد سے حمد کماتے یہ ہیں

اس مختصر سے دو مصرعے میں آپنے اپنے بڑے صاجزادہ کی درازیٔ عمر کی طرف بھی اشارہ فرمایا، اسم بامسمّٰی ہونے کو بھی ظاہر کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ میری عظمت و بلندی کا ڈنکا حامد میاں کی نسل والاافضل سے بجتا رہے گا۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی اولاد نرینہ کا زندہ نہ رہنا اور انکے ذریعہ رضوی نسل کی افزائش نہ ہونا یقیناً مشیّتِ خداوندی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ بفضلِ الٰہی حضور اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ کی عظیم الشان کرامت کا ظہور بھی ہے۔ کہ جو جو آپ کی زبان کرامت نشان سے نکلا ویسے ہی ہوا۔

اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ نے۔ "حَامِدٌ مِنِّی اَنَا مِنْ حامد" فرمایا تھا پھر جو کچھ افضال وعنایات اعلیٰحضرت کی طرف سے ہوا اس کا اعتراف کرتے ہوئے حضور حجۃ الاسلام فرماتے ہیں

اَنَا مِنْ حَامِد و حَامِد رَضَا مِنِّی کے جلوؤں سے

بحمداللہ رضا حامد ہیں اور حامد رضا تم ہو

حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السّلام کے دو صاجزادے تھے۔ (۱) محمد ابراہیم رضا جیلانی (۲) محمد حمّاد رضا نعمانی۔ حضرت نعمانی میاں علیہ الرحمہ کی ولادت ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۶ء بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ اپنے برادر اکبر سے نو۹ سال چھوٹے تھے اور خوبروئی میں برادر اکبر کے مشابہ تھے۔ آپکی پیدائش بریلی والوں کیلئے نیک فال ثابت ہوئی کہ چند مہینوں کے بعد وہاں سے وبائی امراض طاعون کا خاتمہ ہوگیا۔ اگرچہ اس مہلک بیماری کا اثر آپ پر بھی ہوگیا تھا

لیکن بعونہ تبارک وتعالےٰ آپ جلد ہی شفایاب ہو گئے۔ اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے اپنے ایک محبوب خلیفہ حضرت مولانا شاہ عبدالسلام "عبدالاسلام" علیہ الرحمۃ کے نام ایک مکتوب میں فرمایا چھوٹا نبیرہ (نعمانی میاں)، بشدت اس میں مبتلا ہو گیا تھا لیکن یہ سب بحمد اللہ تعالیٰ یکے بعد دیگرے شفایاب ہوئے، وَلِلّٰہِ الحَمد، (ربیع الاول شریف ۱۳۳۴ھ)

حضرت نعمانی میاں علیہ الرحمہ نے سفر وحضر میں اپنے والد گرامی حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ سے استفادہ فرمایا اور سبقاً سبقاً کتب تفاسیر وفقہ اپنے والد ماجد سے پڑھا۔ تیئیس سال کی عمر میں آپ کی شادی خانہ آبادی محلہ ملوکپور بریلی کی مشہور شخصیت جناب سید حسن صاحب کی صاحبزادی سیدہ طاہرہ خاتون سے ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں ہوئی جس سے آپ کی تین اولاد ذکور اور چار اناث ہوئیں۔

والد ماجد کے وصال پر ملال کے بعد آپ نقل وطن کر کے کراچی تشریف لے گئے اور وہیں مستقل طرح سکونت ڈالی۔ پھر کراچی ہی میں ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں آپکا انتقال پر ملال ہوا، وہیں مدفون ہوئے۔ آپکے صاحبزادگان کراچی میں ہیں۔

سعید اللہ و کاظم اور رضا نے آبیاری کی
تر و تازہ مہکتا گل اسی گلشن میں کھلتا ہے

تہنیتِ قدومِ حضور مفسرِ اعظم

السلام اے پاسبانِ دین و ملت السلام
السلام اے غمگسارِ اہلسنت السلام

السلام اے عاشقِ محبوبِ رحماں السلام
السلام اے جاں نثارِ شاہِ جیلاں السلام

السلام اے مصطفٰے پیارے کے پیارے السلام
السلام اے غوث اعظم کے دُلارے السلام

السلام اے عالمِ راہِ طریقت السلام
السلام اے واقفِ رازِ شریعت السلام

السلام اے حامیٔ دینِ رسالت السلام
السلام اے ماحیٔ کفر و ضلالت السلام

السلام اے نورِ عینِ اعلیٰ حضرت السلام
السلام اے شمعِ بزمِ قادریت السلام

اے لسانِ حضرت احمد رضا خاں السلام
السلام اے مظہرِ حامد رضا خاں السلام

حجۃ الاسلام کی آنکھوں کے تارے السلام
السلام اے مفتیٔ اعظم کے پیارے السلام

اے مبلغ اے محدث اے مفسر السلام ❖ مذہبِ اسلام کے اعلیٰ مفکر السلام
اب ظفر پہ تیرے ہی ہوگی مہربانی السلام ❖ السلام اے اعلیٰ حضرت کی نشانی السلام

نتیجۂ فکر:۔ حضرت مولانا الحاج محمد ظفر الحسین صاحب ظفر۔ پوکھریروی۔

ولادت مبارکہ حضور مفسر اعظم ہند

حیات اعلیٰحضرت، تذکرہ علماء اہلسنت، اور تذکرہ جمیل وغیرہا کتب سوانح وتراجم کے مطابق دس ربیع الآخر (گیارہویں شریف) ۱۳۲۵ھ کا دن خانوادہ رضویہ کیلئے خصوصاً اور تمام مریدین ومخلصین کیلئے عموماً بڑی خوشی ومسرت اور بہجت وسرور کا دن تھا جسمیں اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے نائب وجانشین حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے گلشن حیات میں وہ پہلا تروتازہ پھول کھلا جس کی عطر بیزی نے گلشن علم وعمل اور چمن زار رضویہ کو معطر بنا دیا۔ یعنی اس شخصیت باوقار سعادت آثار کی ولادت باسعادت ہوئی جو اپنے دور کا مفسر اعظم، یادگار اعلیٰحضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام جیسے مرکزی درسگاہ کا محدث کبیر، سجادۂ علم وفضل کا جانشین اور میدان خطابت وتدریس کا عظیم شہسوار ثابت ہوا۔

پیدا ہوتے ہی جس کے فیوض وبرکات کا باڑا بٹنے لگا۔ جس سے اس وقت کے اکابر واصاغر نہال ومالا مال ہوئے اور یہ سلسلۂ داد ودہش تا حین حیات بلکہ بعد وصال بھی جاری ہے۔ حضور ملک العلماء فاضل بہاری مولانا ظفر الدین صاحب علیہ الرحمہ سابق پرنسپل شمس الہدیٰ پٹنہ رقم طراز ہیں،، اس وقت خاص عزیزوں اور مریدوں کیلئے جوڑے بھی تیار کرائے گئے۔ نہایت ہی مسرت سے لکھتا ہوں کہ میں بھی انہی خاص لوگوں میں سے ہوں جن کے لئے جوڑا بھی تیار کرایا گیا تھا۔،،

یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ اعلیٰحضرت مجدد دین وملت کے تجدیدی کارناموں اور فقہ حنفی کی نمایاں خدمات کا شہرہ پوری دنیائے اسلام میں پھیل چکا تھا اور ہر چہار جانب سے علماء حقانی اور مفتیان ربانی کے قافلے جوق درجوق آپ کی خدمت بابرکت فیضدرجت میں تحقیق مسائل اور استفادہ کیلئے حاضر ہورہے تھے۔ عین اسی حالت میں جبکہ علمائے ربانیین

آپ کو شمع کے مثل چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے۔ نبیرۂ اکبر کی ولادت کی خبر آپ کے گوشں گذار ہوئی۔ آپکے ساتھ ساتھ تمام حضار کرام کو بیحد مسرت و شادمانی حاصل ہوئی اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ نے کھجور کی ایک قاش چبائی اور اندرونِ حویلی یہ کہکر بھیجوادی کہ اسے نومولود کے تالو میں اچھی طرح مل دیا جائے۔

پیدائش کے بعد سب سے پہلے اللہ و رسول (جل مجدہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) کی الوہیت و رسالت کی دلنواز صدائیں آپ کے کانوں میں پہنچیں یعنی سنتِ کریمہ کے مطابق آپکے داہنے کان میں آذانیں اور بائیں کان میں تکبیریں کہی گئیں۔ پھر اعلیحضرت عظیم البرکتہ کا لعاب دہن آپکے تالو میں مل دیا گیا۔ اس طرح دل و دماغ کی تختی پر سب سے پہلے بطور عنوان اللہ و رسول (جل جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم) کے اسماء مبارکہ نقش کردیئے گئے اور کام و دہن کو دریائے علم وفضل کی چاشنی عطا کردی گئی۔ یوں تو ولادت کی خبر فرحت اثر سن کر خاندانِ رضویہ کا ہر متنفس خوش تھا خاص کر آپکے منجھلے دادا حضرت استاذ زمن علامہ حسن کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ اسی خوشی کے عالم میں آپ کی زبان سے یہ دعائیہ کلمات نکلے اور جب ان کلمات پر غور کیا گیا تو ان کے اعداد ابجدی سے آپ کی سنہ پیدائش نکل آئی۔ وہ کلمات یہ تھے۔

؎ علم و عمر اقبال و طالع دے خدا

۱۴۰ + ۳۱۶ + ۱۳۴ + ۱۱۶ + ۶۱۹ = ۱۳۲۵ھ

استاذِ زمن کی یہ دعا، دل سے نکلی تھی جسے قبولیت کا شرف حاصل ہوا کہ اللہ تبارک وتعالےٰ نے آپکو علم شریعت و طریقت کا سنگم بنایا جسکی خدمت عمر بھر فرماتے رہے پھر اقبال و طالع (خوش نصیبی و قسمت کا دھنی) ایسا عطا فرمایا کہ آج آپ کی باعظمت اولاد صالح کے علم وفضل کا شہرہ پوری دنیائے سنیت میں ہے اور ایک عالم ان سے فیضیاب ہو رہا ہے۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ۔

نام اور عقیقہ

رسولِ کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کے ترغیبی ارشاد، اپنے ذوق ایمان اور خاندانی دستور کے مطابق اعلیحضرت عظیم البرکۃ نے اپنے اس بابرکت پوتے کا نام محمد تجویز فرمایا جب کہ آپکے والد گرامی حضور حجۃ الاسلام نے دینِ حنیف، خاندانِ نبوت کے معظم افراد اور اپنے جدّ امجد نیز والد ماجد کے اسمار گرامی سے فیوض و برکات حاصل کرنے کیلئے اپنے نور نظر لخت جگر کا نام ابراہیم رضا رکھا۔ اور آپکی جدۂ محترمہ نے پکارنے کا نام "جیلانی میاں" رکھا۔ گویا آپ کا پورا نام "محمد ابراہیم رضا جیلانی" ہوا۔ اور اسی مبارک نام پر عقیقہ بھی ہوا۔

تم نے ہر ذرّہ میں برپا کر دیا طوفان شوق
اک تبسم اس قدر جلووں کی طغیانی کیساتھ

اس نام میں بھی آپکے خاندان کا اخلاص، للّہیت، عقیدتِ انبیار محبّتِ اولیا اور تصلّب فی الدّین کے جذبات کا مظاہرہ صاف نظر آتا ہے۔ اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ خاندان کی ہر ایک جان جانِ جاناں کی زلفوں میں اسیر اور روحیں عظمت اسلام پر قربان ہونے کیلئے بیقرار ہیں۔

عقیقہ

حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے گھر میں مسلسل لڑکیاں ہو رہی تھیں اور سب کی خواہش تھی کہ اولاد نرینہ پیدا ہوتی جس سے اعلیحضرت عظیم البرکۃ کی نسل آگے بڑھتی اور فضل و کمال کا سلسلہ جاری رہتا، قدرت نے نبیرۂ اکبر کی شکل میں اعلیحضرت کو یہ نعمت عطا فرمائی جس کی بے انتہا خوشی تمام متعلقین کو ہوئی، پیدائش کے بعد ہی سے عقیقہ کا اہتمام شروع ہو گیا، اعلیحضرت نے اس بزم مسرت کا انتظام و انصرام خود فرمایا۔ اس وقت جامعہ رضویہ منظر اسلام کی عمر صرف تین سال کی تھی لیکن اس قلیل مدت میں جامعہ کے اندر بنگال بہار یوپی، پنجاب اور بیرونی ممالک کے طلبار داخلہ لے چکے تھے۔ متوسطات سے دورۂ حدیث تک کا درس چل رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جہاں رشتہ داروں اور شہر کے معززین

وفقراء کرام کو بزم عقیقہ میں شرکت کی دعوت دی وہیں جامعہ کے ناظم مطبخ کو حکم دیا کہ ہر علاقہ کے طلباء کی خواہش کے مطابق ان کے کھانے پینے کا انتظام میرے صرفہ سے کیا جائے۔ لہٰذا جامعہ کے باورچی خانہ میں نوع بنوع کھانوں کا اہتمام کیا گیا، چنانچہ ملک العلماء علیہ الرحمہ نے حیات اعلیٰ حضرت میں اس بزم مسرت (عقیقہ) کا ذکر تفصیل سے فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"بنگالی طلباء کیلئے روہو مچھلی بہت وافر طریقہ پر منگوائی گئی اور ان کیلئے "بھات اور مچھلی" کا اہتمام ہوا۔ بہار اور یوپی کے طلباء کیلئے نہایت پرتکلف (بریانی زردہ، فیرنی، کباب، میٹھا ٹکڑا وغیرہ) کھانے کا انتظام ہوا۔ پنجاب اور ولایتی طلباء کیلئے دنبہ کا خوب چرب دار گوشت اور تنور کی بنی گرم روٹیوں کا وافر انتظام ہوا۔ الخ۔

اسی پر مسرت موقع پر اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے اپنے عزیزوں اور خاص مریدوں کے لئے جوڑوں کا بھی اہتمام فرمایا۔ اس پُرمسرت محفل میں جہاں خاندانِ رضویہ کے خرد و کلاں شہر کے معززین، مساکین وفقراء اور دوسرے شہروں میں رہنے والے رشتہ دار شریک ہوئے وہیں ہندوستان کے نامور علماء ومشائخ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے وابستگی کی بنیاد پر شریک محفل ہوئے۔ اور سب نے اپنی دعاؤں اور نیک تمناؤں سے نومولود کو سرفراز کیا۔

عقیقہ دراصل کسی قابلِ قربانی جانور کو نومولود کی جان کے بدلے راہ خدا میں قربان کر کے نومولود کو بلاؤں سے رہائی دلانا ہے، لہٰذا عقیقہ کرنا سنت ہے اور سنت کی ادائے گی اسی قدر سے حاصل ہو جاتی ہے کہ لڑکا کی جان کے بدلے دو بکرے سال سال بھر کے اور لڑکی کی جان کے بدلے ایک بکری سال بھر کی رضاء الٰہی کیلئے قربان کر دی جائے اور لڑکا یا لڑکی کے بالوں کے وزن کے مطابق سونا یا چاندی مسکینوں یا فقیروں کو دیدی جائے۔

لیکن حضرت جیلانی میاں قبلہ کے عقیقہ کا عظیم الشان اہتمام اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کی دوربین نگاہیں حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے مستقبل کو دیکھ

رہی تھیں کہ آج کا یہ ننھا سا بچّہ کل رضوی شجر کے برگ و بار شاخ و ثمر اور گل و غنچہ کی سیرابی و شادابی کا ذریعہ بنے گا۔ اسی کے ذریعہ رضوی حسب و نسب اور علم و فضل کا سلسلۃ الذہب آگے بڑھے گا۔ لہٰذا عقیقہ ہی کے موقع پر اس نومولود کی ایسی عظیم الشان شہرت کر دی گئی کہ اگر کوئی اسے بھولنا بھی چاہے تو نہ بھول سکے۔

اعلیحضرت کی کرامت

اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے دو نامور شہرۂ آفاق صاجزادے تھے اور دونوں بعونہ تبارک و تعالیٰ صاحب اولاد تھے لیکن صاجزادۂ اصغر (حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ) کی سات صاجزادیاں ہی تھیں جو سن شعور و بلوغ کو پہنچ کر رشتۂ ازدواج سے منسلک ہوئیں اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان سبھوں کو اولاد ذکور و اناث کی نعمتوں سے نوازا۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو حق تعالیٰ نے ایک چاند سا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام انور رضا تھا مگر وہ نہایت کم سنی میں حق تعالیٰ کو پیارا ہو گیا۔ گویا اعلیحضرت علیہ الرحمہ کا سلسلۂ نسب صاجزادۂ اصغر سے جاری نہیں رہا۔ البتہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ نے اپنے صاجزادۂ اکبر کے بارے میں جیسا فرمایا تھا ویسے ہی ظہور پذیر ہوا۔ یعنی اعلیحضرت کے علم و فضل کے تقسیم میں جہاں وہ اعلیٰ حضرت کے دست راست اور نائب مطلق قرار پائے۔ وہیں اعلیٰ حضرت کا حسب و نسب بھی صاجزادۂ اکبر سے جاری ہوا جس کا محمل اوّل حضرت جیلانی میاں قدس سرّہٗ کی ذاتِ گرامی تھی اعلیحضرت علیہ الرحمہ نے اپنے صاجزادۂ اکبر کو دعاؤں سے نوازتے ہوئے فرمایا تھا۔

حَامِدٌ مِنِّیْ اَنَا مِنْ حَامِدٖ

حَمْد سے ھَمْد کماتے یہ ھیں

اَنَا مِنْ حَامِدٖ کا ظہور اوّل حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی ذات پھر ریحان ملت، تاج العلماء، پیر طریقت، معمار ملت، سجادہ نشین اعلیحضرت، صدر سنّی جمیعۃ العوام، وغیرہم اسی ایک ذات کے انوار و لمعات ہیں جن سے آج پوری دنیائے سنّیت فیضیاب و شاد کام ہو رہی ہے۔ حضرت

جیلانی میاں علیہ الرحمہ کا وجود مسعود اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ کی روشن ولایت و کرامت کی کھلی دلیل ہے جس کو آج سر کی آنکھوں سے واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی مناسب معلوم ہوتی ہے کہ حضرت جیلانی میاں قدس سرہٗ کی رگوں میں جہاں حضور حجۃ الاسلام اور اعلیٰ حضرت کے ذریعہ سعید اللٰہی خون رواں دواں تھا وہیں آپ کی والدہ معظمہ کنیز عائشہ اور نانی صاحبہ حجاب بیگم کی وساطت سے بھی اجدادی وسعید اللٰہی خون گردش کناں تھا اس طرح آپ نجیب الطرفین بھی تھے اور آپ کی اولاد امجاد بھی نجیب الطرفین ہیں جس کا ذکر ابھی آنے ہی والا ہے۔

حضرۃ حجاب بیگم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا اعلیحضرت کی سگی بڑی بہن تھیں جنکی صاحبزادی کا نام کنیز عائشہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہا تھا، جو حضور جیلانی میاں علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔

بسم اللہ خوانی

اعلیحضرت عظیم البرکتہ کے گھرانے میں شب برأت کا شرعی اہتمام ہوتا تھا یعنی اعلیٰ حضرت کے ساتھ دوسرے افراد بھی چودہ شعبان کو روزہ رکھتے دن کے آخری حصہ میں تمام قریبی رشتہ دار اور دست واحباب آپس میں معافی تلافی کا سلسلہ جاری رکھتے اعلیٰ حضرت گھر کی بڑی بوڑھی عورتوں کے پاس جاکر معافی کے خواستگار ہوتے اور فرماتے آج نامۂ اعمال بارگاہِ ربّ العزۃ میں پیش کئے جائیں گے۔ اسلئے میں چاہتا ہوں کہ حق العباد میں سے کسی کا حق میرے ذمہ نہ ہو۔ خود بھی دوسروں کے حقوق کو معاف فرماتے اور وقت افطار علماء کرام کی جھرمٹ میں معززین حضرات کے ساتھ مل کر افطار کرتے پھر رات بھر تلاوت واذکار، نوافل واستغفار میں مصروف رہتے۔ آخری پہر رات کو سحری تناول فرماتے اور پندرہویں شعبان کو اپنے مصاحبین و تلامذہ کے ساتھ روزہ رکھتے۔

حضرت جیلانی میاں قدس سرہٗ کی زندگی کی چار بہاریں گزر چکی تھیں اور اِسے حُسن اتفاق ہی کہئے کہ چودہ ویں شعبان ۱۳۲۹ھ کو آپ چار سال چار مہینے چار دن کے ہو چکے

تھے۔ خاندانی رسم و رواج کے مطابق یہی عمر بسم اللہ خوانی کی عمر ہے۔ گویا قدرتی طور پر بسم اللہ خوانی کا اہتمام بھی عظیم الشان طور پر عظیم الشان تاریخ میں ہوگیا۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ نے علماء ربانیین، تلامذۂ مستفیدین اور شہر کے معززین کی موجودگی میں اپنے چہار سالہ نبیرۂ اکبر کی بسم اللہ خوانی کرائی، فاتحہ ہوئی اور مٹھائیاں تقسیم کرائی گئیں۔ اسی مجلس بسم اللہ خوانی میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے ننھے سے پوتے کو داخل سلسلہ فرمایا اور حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کی وکالت میں آپ کو ان سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت عطا فرمائی جو اعلیٰ حضرت کو اپنے مشائخ عظام سے ملی تھیں۔

زبانِ اعلیحضرت

ننھی سی عمر میں سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ اور دوسرے سلاسل کی اجازت و خلافت کا تفویض ہونا یقیناً تعجب کی بات تھی لہٰذا حضار کرام کے چہروں سے تعجب کے آثار ظاہر ہوئے لیکن کسی کو کچھ عرض و معروض کی جرأت نہ ہوئی جس کو اعلیحضرت کی فراست نے بھانپ لیا تھا۔ پھر آپ نے بڑے اطمینان و سکون سے فرمایا، "اے لوگو! میرا یہ پوتا ایک دن میری زبان بنے گا"

پھر بتیس تینتیس سال کے بعد جب وہی پوتا درس و تدریس، وعظ و تقریر، اصلاح و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کے میدان میں اترا تو دیدہ وروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں اور یہ اقرار کرنے پر مجبور ہوئے کہ حضرت جیلانی میاں نہ صرف مفسر و محدث اور مرشد و واعظ ہیں بلکہ واقعی اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی زبان فیض ترجمان ہیں کیونکہ کسی بھی آیت و حدیث کی تفسیر و تشریح ان کی زبان سے سننے کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج پہلی بار یہ آیت کریمہ یا حدیث ہم سن رہے ہیں۔ وللہ الحمد

پہلا مکتب

آپ گھر بھر کی آنکھوں کا نور اور دلوں کا چین تھے اسلئے بسم اللہ خوانی کے بعد جدۂ محترمہ نے آپکو مدرسہ کے حوالہ نہیں کیا بلکہ ابتدائی تعلیم و تربیت کیلئے اپنی آغوشِ شفقت ہی میں رکھا۔ پھر جدۂ مکرمہ اور والدۂ معظمہ نے اپنا زیادہ وقت اپنے نورِ نظر کو

پڑھانے اور آداب سکھانے میں صرف کیا جس کے نتیجہ میں صرف ڈھائی سال کے اندر آپ نے قرآن مجید ناظرہ ترتیل کے ساتھ ختم کرلیا، اردو کی مروّجہ کتابیں اور ابتدائی فارسی بھی والدہ ماجدہ اور جدہ محترمہ سے پڑھی اس طرح آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت اندرون خانہ نہایت پرسکون ماحول میں ہوئی۔ اور دادی، امی وغیرہ کا لاڈ پیار بھی ملتا رہا۔

جامعہ منظر اسلام میں داخلہ

جب آپکی عمر شریف تقریبًا سات سال کی، ہوگئی تو والد ماجد علیہ الرحمہ کے اصرار پر حضرت دادی صاحبہ اس بات کیلئے راضی ہوگئیں کہ اب جیلانی میاں کو جامعہ رضویہ منظر اسلام میں داخل کردیا جائے۔ اس وقت دارالعلوم منظر اسلام کے قیام کو صرف دس سال ہوا تھا۔ لیکن ہندوستان کے مایہ ناز اور منتخب معلمین و مدرسین جامعہ کی تدریسی خدمات پر مامور تھے۔ ان میں بعض وہ حضرات تھے جن کو اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ اور حجۃ الاسلام نے صرف درس و تدریس کیلئے باہر سے بلایا اور جامعہ میں تدریسی خدمات کیلئے نصب فرمادیا تھا۔ مثلاً شمس العلماء حضرت مولانا رحم الٰہی منظفر نگری، حضرت مولانا ظہور الحسین فاروقی رامپوری (۱۳۴۲ھ) حضور صدر الشریعہ استاذ الاساتذہ مولانا امجد علی اعظمی اور حضرت مولانا نورالحسین مجدّدی وغیرہم اور بعض حضرات وہ تھے جنہوں نے اسی جامعہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد جامعہ کی تدریسی خدمات میں مصروف ہوگئے تھے جیسے حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ حسنین رضا خان اور حضرت مولانا احسان علی صاحب منظفر پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم حضرت جیلانی میاں کا داخلہ ۱۳۳۲ھ میں جامعہ منظر اسلام میں ہوا۔ جہاں میزان الصرف سے آپ کی درسی ابتدا ہوئی۔ ایک بار استاذ گرامی حضرت علامہ مولانا احسان علی صاحب قبلہ نے راقم الحروف سے ارشاد فرمایا کہ "میں نے جیلانی میاں کو کافیہ فصول اکبری اور قدوری وغیرہا پڑھایا ہے۔ لیکن میں ان کا احترام اسی طرح کرتا ہوں جیسے اپنے پیر و مرشد حضور حجۃ الاسلام کا"۔ حضرت جیلانی میاں مسلسل گیارہ بارہ سال تک اساتذۂ جامعہ کے زیر درس رہ کر علوم و فنونِ دینیہ حاصل فرماتے رہے یہ تفصیل معلوم نہیں ہوسکی کہ کون سا فن یا کون

سی کتاب مذکورہ بزرگوں میں سے کس بزرگ سے پڑھی۔ لیکن مجموعی طور پر مذکورہ اساتذۂ کرام کی فیاضیوں سے آپ ضرور فیضیاب ہوئے۔ اور ان بزرگوں کی نظر کرم بھی بیش از بیش آپ کی جانب مبذول رہی ہوگی کیونکہ متعلمین جامعہ میں اسوقت آپکی ذات گرامی سب سے زیادہ اہمیت کی حامل تھی کہ آپ اعلیحضرت کے سب سے زیادہ دولارے اور بانی و ناظم جامعہ کی آنکھوں کے تارے تھے۔

آپ کی فراغتِ علمی ۱۳۴۴ھ ماہ شعبان میں ہوئی۔ جبکہ حضور صدر الشریعہ اس سے ایک سال پہلے حضور حجۃ الاسلام کے ایما پر اجمیر مقدس جامعہ معینیہ عثمانیہ میں تشریف لے جاچکے تھے، البتہ شمس العلماء استاذ زمن حضور مفتی اعظم حضرت مولانا رحم الٰہی صاحب علیہم الرحمہ جامعہ منظر اسلام کے صدر المدرسین کی اس وقت بھی زینت تھے اور حضور حجۃ الاسلام انصرام و اہتمام کے علاوہ کتب تفاسیر و احادیث اور کتب فقہ و اصول فقہ کا درس خود دے رہے تھے۔

ضروری نوٹ "حیات مفسر اعظم" جس کو تقریباً بیس سال پہلے راقم الحروف نے بحالتِ سفر نہایت بے سروسامانی کی حالت میں ترتیب دیا تھا اور اپنے ایک محب مخلص مولانا محمد ادریس صاحب کمادی اسلام پوری شاگرد رشید حضور محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کی روایت کی بنیاد پر بغیر مزید تحقیق کے میں نے اس میں یہ لکھ دیا کہ کتب حدیث و فقہ کی تکمیل حضرت جیلانی میاں قبلہ نے حضور محدث اعظم پاکستان سے کی۔

میری اس غلطی پر سب سے پہلے ۱۳۸۲ھ میں حضور مفسر اعظم کے صاحبزادۂ بلند اقبال تاج العلماء حضرت علامہ الحاج شاہ اختر رضا خاں صاحب قبلہ نے متنبہ فرمایا۔ جس کے جواب میں میں نے عرض کیا تھا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو جائے گی۔ لیکن حیات مفسر اعظم کی دوسری طباعت ابتک نہیں ہوسکی۔ جس کی وجہ سے اس غلطی کو بعض دیگر مصنفین و مولفین نے بھی نقل کرلی۔ لہٰذا میں سب کی طرف سے معذرت خواہ ہوں۔ اور ملتجی ہوں کہ وہ حضرات بھی اپنی اصلاح

فرمائیں۔ جیسا کہ اوپر میں نے عرض کیا کہ حضرت جیلانی میاں قبلہ کی فراغت ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء میں ہوئی اور اسوقت حضور محدّث اعظم پاکستان سکولی ماحول میں تھے میٹرک بھی پاس نہیں کیا تھا جبکہ انٹرمیڈیٹ کرنے کے بعد وہ جامعہ منظر اسلام بریلی تشریف لائے اور ۱۹۳۴ء سے ان کے عربی درس کا سلسلہ شروع ہوا۔ ہاں اجمیر مقدس سے فارغ ہونے کے بعد بحیثیت سینیر مدرس کے آپ دوبارہ جامعہ منظر اسلام میں تشریف لائے جہاں آپ نے فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب "ہدایہ" کا درس اس انداز میں دینا شروع کیا کہ آپکی تقریر سننے کیلئے جامعہ کے مدرسین بھی اکٹھے ہو جاتے تھے۔ بہت ممکن ہے کہ حضور حجۃ الاسلام مرشد انام علیہ الرحمۃ السلام کی ترغیب پر حضرت مولانا سردار احمد صاحب محدّث اعظم پاکستان کے تدریس ہدایہ کے وقت حضرت جیلانی میاں قبلہ بھی سامعین میں شریک ہو جاتے ہوں۔ جس کو ہمارے دوست مولانا ادریس صاحب نے تلمذ سے تعبیر کیا۔ کیونکہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اکثر و بیشتر حضرت محدّثِ اعظم پاکستان یعنی اپنے شاگرد رشید اور مریدِ مخلص کے طریقۂ تدریس و تعلیم کی تعریف فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت جیلانی میاں قبلہ سے فرمانے لگے" دیکھو جب مولوی سردار احمد منظر اسلام میں آیا تو اسکے ہاتھوں میں "میزان" تھا اور آج وہ خود علم و فن کا میزان بن گیا ہے۔ بہرحال یہ بات تو واضح ہے کہ حضور محدّثِ اعظم پاکستان۔ حضرت جیلانی میاں قبلہ علیہ الرحمہ کے اساتذہ میں سے نہیں ہیں۔ البتہ معاصرین اور استاذ بھائی میں شمار کرنا زیادہ مناسب ہے۔

فراغت علمیہ تحصیل علوم ہی کے دوران ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء میں آپکے جدّ مکرّم اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال ہو گیا اور انہوں نے اپنے نبیرۂ اکبر کے سر پر دستار فضیلت کو اپنے سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ اے کاش کہ اس بزم مسرت میں اعلیحضرت بنفسِ نفیس موجود ہوتے تو ان کی خوشی اور الطافِ کریمانہ دیکھنے کے لائق ہوتے۔ جس ذاتِ گرامی نے پوتے کی پیدائش کے وقت مریدوں اور مخلصوں کو خلعتوں سے نوازا ہو۔ عقیقہ میں طلباء جامعہ اور مریدان و متعلقین پر دادو دہش

کی بارش کردی، ہو اور بسم اللہ خوانی کے موقع پر اپنی روحانیت کا باڑا بانٹا ہو۔ اس ذات گرامی کا دستار فضیلت کے وقت کیا عالم ہوتا، کہنے کی بات نہیں ہے ہاں چشم بصیرت سے اسے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

جب حضرت جیلانی میاں قبلہ کی عمر انیس سال چار ماہ کی ہوگئی تو جامعہ کے سالانہ جلسہ ۱۳۴۴ھ (جو شعبان کی تیرہ چودہ تاریخوں میں ہوتا تھا) میں جامعہ کے اساتذۂ کرام اور ملک کے مشاہیر علماء و مشائخ کی موجودگی میں آپ کے سر مبارک پر فضیلت و فراغت علمی کا دستار باندھا گیا۔ پھر اسی پُر مسرت موقع پر حجۃ الاسلام مرشدانام علیہ رحمتہ السلام نے علماء و مشائخ کرام کی شہادت میں آپ کو سلاسل طریقت کا مجاز و ماذون بنایا اور اپنی نیابت و خلافت سے سرفراز کیا۔

ہدیۂ عقیدت بحضور جیلانی میاں قبلہ

از قلم حقیقت رقم حضرت علامہ الحاج شاہ محمد ابراہیم صاحب خوشتر صدیقی زیدہ مجدہٗ

سلام اے حامی سنت سلام اے محسن اعظم
سلام اے ماحیٔ بدعت سلام اے محسن اعظم

تری ہستی متاعِ اہلسنت کی نگہباں ہے
کہ تو نورِ نگاہِ حضرت حامد رضا خاں ہے

ترے افعال سے گلشن مہکتے ہیں شریعت کے
ترے اعمال سے روشن منازل ہیں طریقت کے

ترے ہر قول سے بیباکیٔ مسلم نمایاں ہے
ترے حسنِ عمل سے لوحِ انسانی درخشاں ہے

تری تقریر سے دیوبند کا ایوان لرزاں ہے
تری تحریر سے خود نجد کا شیطان لرزاں ہے

تری تقریر کا ماخذ کلام اللہ کیا کہئے
بجا ہے گر کہوں تجھ کو ولیُّ اللہ کیا کہئے

ترا نقشِ قدم ایقانِ مستحکم کی راہیں ہیں
ترا جوشِ عمل مردِ مجاہد کی نگاہیں ہیں

ترا نظمِ سیاست درس ہے تنظیم عالم کا
ترا حسنِ تدبر ہے سبق ایقانِ محکم کا

ترا ہر لفظ دشمن کے لئے اک تازیانہ ہے
ترا جوشِ ارادت فی الحقیقت عارفانہ ہے

دستارِ فضیلت کے جشنِ مسرت پر کئی احباب و مخلصین نے گلہائے محبت اور نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کی سعادتیں حاصل کیں۔ اور اس کے بدلے حضور حجۃ الاسلام اور موجودین علماءِ اعلام کی پرخلوص دعاؤں میں شرابور ہوئے۔

حسنی پریس کی پروف ریڈنگ اور اہتمام

اعلیحضرت عظیم البرکت اور دیگر علماءِ اہلسنت کی تصانیف کو پورے احتیاط و صحت کیساتھ زیورِ طبع سے آراستہ کرکے منظرِ عام پر لانے کیلئے بریلی شریف کی سرزمین پر حسنی پریس کا قیام عمل میں آیا جس کا اہتمام و انتظام اوّلاً حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھوں میں رہا پھر وہی حسنی پریس رضوی پریس اسکے بعد مطبع اہلسنت بریلی کے ناموں سے مبدّل ہوگیا۔ اور فراغت کے بعد اس کا اہتمام اور اس کے ذریعہ شائع ہونے والی کتابوں کی تصحیح حضرت جیلانی میاں قبلہ کے ہاتھوں میں آگئی

فتاویٰ کی کئی کتابیں اور اصلاح و تردید سے متعلق کئی کتابیں حضرت جیلانی میاں قبلہ کے اہتمام میں شائع ہوئیں، مثلاً فتاویٰ العطایا، الدرر السنیہ، الصارم الربانی علی اسراف القادیانی اور ترغیب الصلوٰۃ والجماعۃ وغیرہا۔ پھر حضرت جیلانی میاں قبلہ کے اہتمام میں ایک ماہنامہ رسالہ بنام "یادگار رضا" بھی نکلتا تھا جو مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، تمدنی اور تاریخی مضامین پر مشتمل ہوتا تھا۔ اس طرح فراغت کے بعد آپ دینی امور کی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔ جو سلسلہ تقریباً پندرہ سالوں تک چلتا رہا۔

شادی خانہ آبادی

حضرت جیلانی میاں قبلہ نہایت کم عمری کے عالم میں حضور امام اہلسنت اعلیٰ حضرت کی آغوشِ رحمت میں ان کی کرم نوازیوں سے مشرف ہورہے تھے کہ اسی درمیان حضور مفتی اعظم کی بڑی صاحبزادی جو اس وقت عمر کے اعتبار سے ننھی منی سی تھیں۔ اپنے لڑکھڑاتے پاؤں سے امام اہلسنت کی خدمت میں باریاب ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے ان دونوں کو اپنے آغوشِ کرم میں بٹھا

لیااور بار بار دونوں کے پھول جیسے چہروں کو دیکھنے لگے۔چند منٹوں کے بعد اپنے صاحبزادوں (حضور حجۃ الاسلام،حضور مفتی اعظم)کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا،میں تم دونوں کا شرعی ولی ہوں اور تم دونوں کی شہادت و موجودگی میں اِن دونوں کا شرعی نکاح کر دینا چاہتا ہوں۔علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب دونوں صاحبزادوں نے عرض کیا حضور! یہ ہم دونوں کے ساتھ ان بچوں کی خوش نصیبی ہوگی کہ آپ اپنی ولایت وکالت میں عقد فرمادیں۔چنانچہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ نے ان دونوں کے صغرسنی میں نکاح کر دیا۔اور جب اسکی اطلاع اہل خانہ کو ہوئی تو سبھی خرد و کلاں باغ باغ ہو گئے۔اس بعد دونوں اپنے اپنے گھر اسلامی ماحول میں پروان چڑھنے لگے یہاں تک کہ اسی کے درمیان اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے پردہ بھی فرمایا گویا تقریباً سولہ سال کے بعد جب حضرت جیلانی میاں قبلہ کی عمر اکیس سال آٹھ ماہ کی ہوگئی تو خاندانی رسم و رواج کے مطابق اعزّہ و اقارب اور دوست احباب کی موجودگی میں رخصتی عمل میں آئی۔یعنی دھوم دھام کے ساتھ شادی و رخصتی کے تقاریب منعقد ہوئے۔جس میں مشائخ عظام علماء کرام،طلباء منظر اسلام،عزیز و اقارب اور دوست و احباب شریک بزم ہوئے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام نے منظوم دعوت نامہ جاری فرمایا جو اس وقت کے ماہنامہ ’’یادگار رضا،، میں بھی شائع ہوا۔جس کے بعض اشعار یہ ہیں

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

تہنیت شادی بلطف الٰہی	جشن شادی ابراہیم رضا
۱۳۴۷ھ	۱۹۲۸ء

بعد الحمد فصلِ گل آئی، جو بنوں پر ہے حُسن آرائی!
گل و بلبل کی ہے رچی شادی، ہو مبارک یہ خانہ آبادی
میرے لختِ جگر کی ہو شادی، میرے نورِ نظر کی ہو شادی
لختِ دل میرا پیارا ابراہیم، برضائے رضا سعید و سلیم

خالقِ مصطفیٰ کی رحمت سے، غوث اعظم کی پھر عنایت سے
نیک ساعت ہے شُبھ گھڑی آئی، میں نے منہ مانگی آرزو پائی
چار شنبہ کو شب کے آٹھ بجے، بعد چھبیس کے جو شب آئے
اور چھبیس ویں کو ہے رخصت، لائیں تشریف تو زہے عزت
ہے بہاروں پہ خوب ہی جوبن، یعنی دلہن کی ہے بھیں میں چمن
ہے نوا سنج مرغِ لاہوتی، بولتا ہے ہزار کا طوطی!
جوش پہ آئے ولولے دل کے، جذبے یوں دل کو گدگدانے لگے
میرا نورِ نگاہِ جیلانی، بندۂ بارگاہِ جیلانی!
آرزو تھی کہ اس کی شادی رچے، خیر سے اپنے گھر دلہن آئے
نوری فیض و کرم عنایت سے، اعلیٰ حضرت ہی کی کرامت سے
ٹھہری تاریخ ماہ فاخر کی، یعنی ماہِ ربیع الآخر کی
بعد سہرے کی رسم کے اس رات، جائیگی مصطفیٰ کے یہاں بارات
جمعہ کی صبح کو کرم حضرت، ہے ولیمہ کی دعوتِ سنّت
عرضِ حامد رضا ہے منّت سے، اس گدا پر کرم ہو شرکت سے
مکلّف: فقیر محمد حامد رضا قادری نوری رضوی خادم سجادہ و گدائے آستانہ عالیہ رضویہ، سوداگران بریلی شریف۔

اس دعوت نامہ سے جہاں شادی کی یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ حضرت جیلانی میاں قبلہ کی شادی خانہ آبادی ماہِ گیارہ دیں شریف کی ۲۵، ۲۶ ربروز چہار شنبہ و پنجشنبہ کو ہوئی اور ولیمہ کی تقریب ۲۷ ربیع الآخر ۱۳۴۷ھ بروز جمعہ منعقد ہوئی۔ وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اپنے نورِ نگاہ، نور نظر، لختِ جگر، سعید و سلیم اور پیارے ابراہیم کو کس قدر دل سے چاہتے تھے کہ انکی شادی خانہ آبادی کو اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم

کی رحمت، غوث اعظم کی عنایت اپنے پیر و مرشد حضرت سیدنا ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ کے فیض و کرم اور اعلیٰحضرت کی کرامت سے تعبیر کیا گویا حضرت حجۃ الاسلام کے رگ و پے میں دوڑنے والا خون ہر حال میں اللہ اور اللہ والوں کی یاد میں سرشار رہتا ہے۔ وللہ الحمد

اس شادی خانہ آبادی کا چرچہ نہ صرف اعزہ و احباب اور شیخ و شاب کی زبان پر تھا بلکہ ادیبوں، نقادوں اور اخبار ورسائل کے ایڈیٹروں نے اس پر تبصرے لکھے اور اِعْلَنُوا النِّکَاحَ کے مطابق اسے خوب مشتہر کیا۔ "جماعت رضائے مصطفیٰ" (جو اُس وقت متحدہ ہندوستان کی سب سے بڑی مذہبی جماعت تھی) کے مفتی، ماہنامہ یادگار رضا کے مدیر اعلیٰ اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مدرسِ ادب حضرت مولانا مفتی ابرار الحسن تلہری رحمۃ اللہ علیہ نے اس شادی پر تفصیلی مضمون ماہنامہ یادگار رضا کے حوالہ کرتے ہوئے اپنا تاثر اس طرح پیش فرمایا۔

"وہ تاریخ اور وقت جس کا ہر دن اور ہر لمحہ کیف و سرور کی دعوت سے قلوب کی پژمردگیوں کو تازگی اور شگفتگی سے بدل دے سُرعت کے ساتھ گزر جاتا ہے، مگر اپنی یاد ہمیشہ کیلئے چھوڑ جاتا ہے، ۲۶ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء کے پنجشنبہ کا دن جس کی شب میں شہزادۂ ارجمند جواں بخت وطالع بلند مولانا محمد ابراہیم رضا خان کی شادی کتخدائی کا جشن منعقد ہوا۔ یہ شب افسردہ دلوں میں کچھ ایسی تازہ مسرت کی روح پھونک رہی تھی کہ دلوں کی کلیاں کھل کھل کر کنول کا پھول بن گئی تھیں۔ اور مسرت کا حال تو کوئی حجۃ الاسلام سے پوچھے کہ جنکے لخت جگر نور نظر کو اس رات عروسی ملبوس پہنا کر دولہا بنایا گیا۔

رات کے دس بجے تھے کہ مبارک و سعید ساعت میں اعزا و احباب کی جھرمٹ میں دولہا کے سر پر وہ سہرا باندھا گیا جو آرزوؤں کے پھول اور تمناؤں کی دوشیزہ کلیوں سے گوندھا گیا تھا۔ سہرے کا ہر پھول نکہت پاشی میں مشک

چمن غیرت ختن تھا اور اس کی ہر لڑی ضیا ریزیوں میں سورج کی نور پاش کرن!

رسم سہرے کے بعد رضوی سرکار کے خدام اور متعلقین کو آستانۂ عالیہ کی خلعتوں سے سرفراز کیا گیا۔ اور حسب مراتب سب کو شادکام کیا گیا، تقریباً دو گھنٹے تک شہر کی شاہراہوں اور محلوں کی گلی کوچوں کو عطر بیز و ضیا ریز کرتی ہوئی رات کے بارہ بجے بارات عروس کے مکان پر پہنچی، بمقتضائے موسم صبح تک چائے نوشی اور مختلف عنوانات پر گفتگو کا سلسلہ جاری رہا چھبیس ۲۶ ربیع الثانی کے دن میں عروس کے والد ماجد حضور مفتی اعظم کی جانب سے اعلیٰ پیمانے پر پُر تکلف کھانا باراتیوں کو پیش کیا گیا۔ پھر اسی دن پانچ بجے شام کو عروس کی رخصتی عمل میں آئی۔ ۲۷ ربیع الثانی یوم الجمعہ حضور حجۃ الاسلام کی جانب سے دعوت ولیمہ کا اہتمام ہوا جس میں شہر کے علاوہ بیرونجات کے مہمان بکثرت شریک ہوئے۔"

شادی کے بعد

حضرت جیلانی میاں قبلہ کی تعلیم و تربیت اسی نہج پر ہوئی تھی جو آپ کے خاندان عالیشان کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔ آپ کا باضابطہ تعلیمی و تادیبی داخلہ اگرچہ جامعہ رضویہ منظر اسلام میں ہوا اور آپ نے مدرسین و معلمین موجودہ سے خوب خوب استفادہ بھی فرمایا لیکن تفسیر و حدیث اور فقہ حنفی کا خصوصی درس اپنے والد ماجد حضور حجۃ الاسلام سے لیا۔ اور حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام نے درسیات کے ساتھ ساتھ حضور پرنور رحمۃ اللعٰلمین سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی عزت و عظمت کی حمایت، فرق باطلہ کی تردید و اہانت اور فقہ حنفی کی اشاعت و برتریت گویا گھول گھول کر پلادیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تینوں روشن ابواب آپ کی کتاب زندگی کے ہر ورق بلکہ ہر سطر سے ظاہر و باہر ہے۔ اگر خاندانی روش کے مطابق آپکی تعلیم و تربیت

نہ ہوئی ہوتی اور حضور حجۃ الاسلام کے خصوصی درس کا اثر آپ پر نہ ہوتا تو رؤساء شہر اور امیر زادوں نے جس طرح آپ پر کمندیں ڈالی تھیں کہ آپ کے پائے ثبات میں لغزش آنی کوئی ناممکن بات نہ تھی، لیکن اعلیحضرت کی نگاہِ کرم اور خاندانی پرورش و پرداخت کے اثر نے آپکو استقلال و عزیمت عطا فرمایا، آپ کے احباب میں جہاں جامعہ کے فاضل مدرسین، اور منتہی طلباء دینیہ تھے وہیں شہر کے بڑے بڑے رئیس زادے، رامپور اور بدایوں کے جاگیر دارانہ مزاج رکھنے والے امیر زادے بھی تھے۔ اور گھریلو لاڈ پیار کی وجہ سے خود آپ کا مزاج بھی شاہانہ تھا۔ نشانہ بازی اور گھوڑ سواری کا شوق تھا۔ اگر کوئی گھوڑا یا بندوق پسند آجاتا تو اسے حاصل کر کے چھوڑتے۔

مطبع اہلسنت بریلی کے اہتمام اور طبع ہونی والی کتب و رسائل کی تصحیح نیز پریس کے کارندوں کی دیکھ بھال آپ کے ذمہ تھی۔ آپ اپنی ذمہ داریوں کو خوب اچھی طرح انجام دے رہے تھے۔ جب دار العلوم منظر اسلام کے مدرسین یا منتہی طلباء کے ساتھ بیٹھ جاتے تو دیر دیر تک علمی و فنی مباحثہ چلتا رہتا جس سے آپ بہت زیادہ محظوظ ہوا کرتے تھے اسی درمیان کبھی کبھی آپ اپنے علاقہ جاگیر میں بھی سیر و شکار کیلئے نکل جایا کرتے ساتھ ہی ساتھ جاگیر کا انتظام بھی دیکھتے اور اپنی زراعت میں سیر بھی کیا کرتے تھے۔ سیر و شکار کیلئے کبھی تنہا ہی نکل جاتے اور کبھی بریلی، رامپور اور بدایوں کے امراء زادے بھی ساتھ ہو جاتے۔ اسی طرح اپنے والد ماجد کی موجودگی میں زندگی کے شب و روز باحسن وجوہ گزارنے لگے۔

چند دلچسپ واقعات نشانہ بازی

حضرت جیلانی میاں کو فن سپہ گری کا شوق اجداد کرام سے وراثت میں ملا تھا، تیر اندازی بنوٹ۔ اور بندوق چلانے میں آپ ماہر تھے۔ ورزش اور چابکدستی کرنا آپ کے معمول میں داخل تھا، ورزش کیلئے مختلف قسم کے سپرنگ اور دیگر آلات رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ خود فرمانے لگے کہ عمداً ایکبار میں چھاؤنی کی طرف نکل گیا جہاں فوجی لوگ

نشانہ بازی کی مشق کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر متعجب ہوئے اور کہنے لگے تم یہاں کیوں آئے؟ میں نے کہا میں بھی نشانہ لگانے کیلئے آیا ہوں، اگر میرا نشانہ صحیح ہے تو میں بھی ملک و ملت کیلئے کسی محاذ پر جانے کو تیار ہوں۔ انہوں نے کہا اس کام کیلئے پہلے ٹریننگ ضروری ہے اگر آپ کے پاس ٹریننگ کی سرٹیفکیٹ ہے تو میں آپکو شامل کر سکتا ہوں میں نے کہا اگر میرا نشانہ صحیح ہو تو سند کی کیا ضرورت ہے؟ غالباً ان کا سردار میری باتوں اور چہرے بشرے سے مرعوب ہو چکا تھا۔ اسنے ایک بندوق اور پانچ کارتوس میرے حوالہ کرتے ہوئے کہا۔ لیجئے آپ نشانہ لگا کر دکھلایئے۔ میں نے پہلے کارتوس کو استعمال کیا لیکن اسکا نشانہ دائرہ سے باہر لگا جس کو دیکھ کر جرنیل ہنسنے لگا اور کہا مولانا صاحب! یہ کام آسان نہیں ہے۔ پھر میں نے لگاتار تین نشانے لگائے اور تینوں نشانے دائرہ کے وسط ہی میں لگے۔ پھر میں نے یہ کہتے ہوئے بندوق کو ایک کارتوس کے ساتھ واپس کر دیا کہ پہلا نشانہ میں نے جان بوجھ کر غلط لگایا تھا۔ میری باتوں اور نشانوں سے وہ بہت متاثر ہوا اور پوچھنے لگا آپنے ٹریننگ کہاں پائی ہے؟ میں نے کہا یہ میری وراثت ہے۔ میں دوسروں سے ٹریننگ لیتا نہیں دوسروں کو ٹریننگ کرتا ہوں۔

(۲)، اسی طرح ایک بار آپ نیپال کے اس ترائی علاقہ میں تشریف لے گئے جہاں جنگلوں کے کنارے کنارے آبادیاں تھیں اور وہیں سے پہاڑوں کا تہ بہ تہ سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ وہاں فرہد وا نامی ایک گاؤں ہے جہاں آپکے کچھ مریدان تھے۔ آپکے ساتھ ضلع مظفرپور اور سیتامڑھی کے درجنوں افراد تھے۔ رات کا وقت تھا آپ ایک چارپائی پر آرام فرما رہے تھے اور معتقدین حضرات گرداگرد زمین پر سوئے تھے اسی درمیان جنگل کی جانب سے شیر کے چنگھاڑنے کی آواز مسلسل آنے لگی جس کو سن سبھی حضرات جاگ گئے، پھر باہر نکل کر اس جانب دیکھنے لگے جدھر سے آواز آرہی تھی۔ آپنے فرمایا اگر بندوق یا تیر ہے تو لاؤ۔ میں یہیں سے آواز پر نشانہ لگاؤں گا اور انشاءاللہ شیر ڈھیر ہو جائے گا۔ صاحب خانہ نے عرض کیا حضور

یہاں تو بندوق وغیرہ نہیں ہے البتہ لاٹھی اور آگ ہے جس کے ذریعہ ہم لوگ ان گیدڑوں (شیروں) کو بھگاتے ہیں۔

بارہ سنگھوں کی جاں بخشی

آپ اکثر سیر و شکار کی حالت میں بھی با وضو رہا کرتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ ایک مرتبہ بارہ سنگھوں کے غول کا پیچھا کرتے کرتے دور تک چلے گئے آپ کے کچھ ساتھی بھی آپکے ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ عصر کا وقتِ مستحب تنگ ہو گیا۔ پھر آپ نے سب سے علیحدہ ہو کر عصر کی نماز ادا فرمائی اور وظائف میں مصروف ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد بارہ سنگھوں کا وہی غول آپکے سامنے آگیا۔ آپ نے بندوق کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن کچھ سوچ کر بندوق کو اٹھایا نہیں۔ بلکہ بارہ سنگھوں (مختلف سنگھ والے ہرن) کو غور سے دیکھنے لگے یہاں تک کہ وہ سب قریب آگئے اور آپ کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھنے لگے آپ نے فرمایا کہ مجھے ان ہرنوں کی حالتِ زار پر رحم آگیا اور میں سوچنے لگا کہ یہ بے زبان جانور بھی نماز کی اہمیت کو جانتے اور حفظِ جان کیلئے نمازی کی پناہ چاہتے ہیں۔ لہٰذا ایسی صورتِ حال میں ان کو شکار بنانا اور اپنے نفس کی پیاس بجھانا کسی طرح مناسب نہیں۔ ادھر میں یہ سوچ رہا تھا اُدھر اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ بندوق تانے تیزی کے ساتھ ہرنوں کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ میں نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا، "تم لوگ چاہو تو آج مجھے شکار بنا لو ان بے زبانوں کو چھوڑ دو کیونکہ میں نے انہیں جان بخشی کا پروانہ دیدیا ہے۔" چنانچہ وہ لوگ بھی فائر کرنے سے باز رہے۔ اس طرح ان ہرنوں کی جان بچ گئی اور اسی دن سے میرا شکار بھی کم ہوتا گیا۔

مزاح

آپکی طبیعت میں ظرافت و مزاح بھی تھا جس کا اظہار کبھی کبھی مخصوص نشستوں میں ہو جاتا تھا لیکن ظرافت و مزاح کی حالت میں بھی آپ کسی پر قہقہہ مار کر نہیں ہنستے بلکہ زیر لب مسکرا دیا کرتے۔ یا کبھی آنکھوں سے ہلکا اشارہ کر دیا کرتے تھے۔

(۱) بعد نمازِ فجر خواجہ قطب والے مکان کے دالان میں آپ اپنے دو خادموں کے ساتھ چائے نوشی میں مصروف تھے کہ ایک نوجوان شیروانی میں ملبوس وارد ہوا. آپ نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پوچھا آپ کہاں سے آئے اور آنے کی غرض کیا ہے؟ انہوں نے جواباً عرض کیا حضور! میں الہ آباد سے آیا ہوں اور آپ کے دارالعلوم میں تعلیم کیلئے آیا ہوں، آپ نے بڑے اطمینان سے فرمایا لیکن میرے دارالعلوم میں تو ابھی کسی معلّم کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اس کیلئے کوئی اعلان ہوا ہے۔ انہوں نے کہا حضور! میں پڑھانے کیلئے نہیں بلکہ پڑھنے کیلئے آیا ہوں۔ تو آپ نے اپنے دونوں خادموں کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے فرمایا اچھا تو مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے بابِ تفعّل کو بابِ تفعیل سے سمجھ لیا، پھر اس صالح نوجوان نے جھینپتے ہوئے عرض کیا حضور! غلطی مجھ سے ہوئی کہ میں بسلسلۂ تعلّم آیا ہوں نہ کہ بسلسلۂ تعلیم۔ پھر آپ نے اسے بھی چائے پیش فرمائی اور اسکی تعریف کرتے ہوئے منظر اسلام میں داخلہ لے لیا۔ یہ تھے مولانا انوار احمد صاحب نظامی

(۲) زمانیہ غازیپور سے کسی صاحب نے خط لکھا کہ حضور ہم دو چار آدمی سلسلہ قادریہ رضویہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں لیکن ہم لوگوں کی دلی خواہش ہے کہ حضور ایک شب کے لئے تشریف لائیں ہماری آبادی کو اپنی کرم نوازی سے نواز دیں اور ہمیں حلقۂ غلامی میں داخل فرمائیں۔۔۔۔۔ اس قسم کے خصوصی خطوط کو آپ عموماً چائے نوشی کے درمیان مطالعہ فرماتے اور کسی کسی خط کا جواب بھی اسی وقت تحریر فرما دیتے۔ زمانیہ کے خط کو مطالعہ فرمانے کے بعد فقیر راقم الحروف سے ارشاد فرمایا یہ لوگ متموّل خان صاحبان ہیں ان سے میری ملاقات کلکتہ میں ہوئی تھی آپ آج ہی وہاں جانے کی تیاری کریں اور ان لوگوں کو میرے نام پر داخل سلسلہ کریں۔ پھر برجستہ فرمایا تمرّنُ اَھلَ الزَمَانیہ علَی الصِّرَاطِ الشوی وَلا تفھم المزنیۃ والزّنن وَالغوی۔

مفہوم: زمانیہ والوں کو صحیح راستہ پر چلانا۔ انہیں زنا کار، تنگ دل اور بے راہ رو مت

سمجھنا۔ سبحان اللہ! یہ ہے عربی زبان وادب پر آپ کا عبور اور عربی الفاظ کے بال کی کھال نکالنا۔

(۳) اسی طرح ایک بار دہلی میں بھائی نثار صاحب کی قیام گاہ پر مصری سفیر سے لغتِ فصحاء سے متعلق گفتگو فرمارہے تھے تو مصری سفیر نے بتایا کہ آج کل اس چیز کو مصر میں یہ کہتے ہیں مغرب میں یہ کہتے ہیں، الجزائر میں یہ کہتے ہیں اور حجاز میں یہ کہتے ہیں۔ حالانکہ سب کی زبان عربی ہے صرف لغت قدیم وجدید یا لغت فصحاء و درجہ میں قدرے فرق ہے، آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا وَلٰکن اھل الحجَاز اھل المجَاز کہ اب حجاز والے من مانی لغت وزبان استعمال کرتے ہیں جب سے چھیڑے (غیر مقلدین) لوگوں کی وہاں بالجبر حکومت ہوئی ہے ان کی زبان بھی چھیڑی ہو گئی ہے۔

(۴) بریلی ضلع کی بعض آبادیوں میں اکّا دُکّا اہلِ قرآن (چکڑالیوں) کا چکر چلا اور ان لوگوں نے دعویٰ کیا کہ صرف تین وقت کی نماز فرض ہے۔ ملائکہ، حشر ونشر، جنت و دوزخ یہ سب معاذ اللہ تعالیٰ صرف ترہیبی و تحدیدی اصطلاحات ہیں۔ تو حضرت جیلانی میاں قبلہ کے رگ وپے میں غیرت اسلامی کا جذبہ موجزن ہو گیا اور آپ نے ان سبھوں کا سرفروشانہ مقابلہ کیا جس کیلئے آپ کو اپنے شب وروز اور مالی قربانیاں پیش کرنی پڑیں۔ اسی مہم کے دوران دو تین دنوں کیلئے آپ نے بلبل ہند حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب نانپاروی علیہ الرحمہ کو مدعو بھی کیا۔ اس مہم کو سر کرنے میں ہم تینوں شریک تھے۔ بعونہٖ تبارک وتعالیٰ ایک ہفتہ کی پیہم کوششوں کے بعد ضلالت وگمراہی کا مطلع بالکل صاف ہو گیا، چکڑالوی فرقہ کے سرغنوں نے حضرت کے ہاتھوں پر توبہ کی اور داخلِ سلسلہ ہوئے۔

ایک دن بلبل ہند علیہ الرحمہ سے ارشاد فرمایا، مولانا! اگر میں آپکے خطاب کو بطور معرّب استعمال کرکے آپکو مخاطب کیا کروں تو آپکو گراں تو نہیں گزرے گا؟ مفتی صاحب نے عرض کیا نہیں حضور! آپ تو میرے آقا ہیں اور میں اپنے آقاؤں کا غلام ہوں... کچھ دیر کے

بعد آپ نے فرمایا اے بھائی! بلبلا! حضرت مفتی صاحب نے عرض کیا حضور لوگ مجھے بلبل کہتے ہیں بلبلا نہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا یہ تو میں آپ کی اجازت ہی سے کہہ رہا ہوں تاکہ آپکو بے ثباتی خطاب کی اہمیت معلوم ہو جائے۔ اور اگر آپ اسی کو پسند کرتے ہیں تو بلبل ہی کو عندلیب بھی کہتے ہیں کیوں نہیں آپکو آپکے ترنم و نغمہ ریزی کی وجہ سے "عندلیب گلشن رسالت" کہوں۔ حضرت کی اس کرم نوازی سے مفتی صاحب بہت محفوظ ہوئے اور خوش ہو کر دست و پا کو بوسے دیئے۔

(۵) سمستی پور سے جنکپور روڈ جاتے ہوتے ریلوے کے فرسٹ کلاس کمپارٹمینٹ (ڈبہ) میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے حضرت کی وجہ سے چار پانچ علماء کرام اوّل درجہ ہی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ٹرین محمد پور کے بعد کمتول پہنچنے والی ہوئی تو حضرت مولٰنا مفتی ابوسہیل محمد انیس عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ امین شریعت دوئم ادارہ شرعیہ بہار نے عرض کیا حضور میں آنے والے اسٹیشن پر اتر جاؤں گا پھر کل پوکھریرا جلسہ میں حاضر ہو کر نیاز حاصل کرونگا۔ آپ نے فرمایا کس اسٹیشن پر اترنا ہے اور کس گاؤں میں جانا ہے؟ حضرت امین شریعت قبلہ نے عرض کیا، فقیر کا آبائی وطن اگلے اسٹیشن کمتول کے قریب نستہ ہے۔ جہاں مخدوم کاشغر حضرت داتا نور الحلیم شاہ علیہ الرحمۃ کا مزار پرانوار ہے۔ آپ نے زیر لب مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا مفتی صاحب! ایک تو آپ کمتول جیسے خائن معلن کے وصل کا انتظار کر رہے ہیں جہاں سے آپ نیستاہ پہنچ جائیں گے پھر قیامت کی بجائے کل ہی کے جلسہ میں آپ سے ملاقات کیونکر ممکن ہے۔ حضرت مفتی صاحب اولاً تو بہت منفعل ہوئے مگر فوراً ہی عرض کیا حضور! اسی نیستی سے ہست کی منزل میں لے جانے کیلئے تو داتا کا دربار وہاں لگا ہوا ہے۔

(۶) ایک بار فرمانے لگے کہ جب میں جوان تھا تو میرے ملنے جلنے والے شہر و بیرون شہر کے بہت سے اوفیسران اور اُمرا زادے بھی تھے۔ جو کبھی کبھی بلائے ناگہانی کی طرح میرے یہاں آدھمکتے۔ اور میں چائے ناشتے سے سب کی خاطر تواضع کرتا۔ ایک مرتبہ سارے لوگ دسترخوان

کے گرداگرد جمع تھے اور دسترخوان طرح طرح کی میٹھائیوں سے سجا ہوا تھا۔ ان میں ایک حضرت مٹھائیوں کے بڑے رسیا تھے وہ دسترخوان کے چاروں طرف ہاتھ مار رہے تھے جو دوسرے ساتھیوں کو ناگوار گزر رہا تھا مگر کچھ بول نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے ایک بڑی مٹھائی اٹھائی اور منہ میں رکھنا چاہا چونکہ وہ باتوں میں لوگوں کو لگائے ہوئے تھے اور خود گٹاگٹ مٹھائیاں نگل رہے تھے۔ میں نے موقعہ پاکر اپنی ہتھیلی ان کے کھلے ہوئے منہ پر رکھ دی۔ جس سے ان کی مٹھائی میری ہتھیلی میں آگئی اور ان کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ میرے اس عمل سے سارے احباب ہنس پڑے اور وہ صاحب بھی جھینپ گئے۔ پھر میں نے ان سے کہا بھائی! دسترخوان کے کچھ آداب ہیں جن کو ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

(۷) ایک مرتبہ حضرت اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ریل میں سفر کر رہے تھے کہ T.T.C (ٹرین ٹیکٹ چیکر) آیا اور ٹکٹ مانگا ساتھیوں نے دوسرے کی طرف اشارہ کرنا شروع کیا جن اشاروں کا منتہی آپ کی ذات گرامی ہوئی آپ نے بڑے اطمینان و رعب کیساتھ اپنی بندوق کیطرف اشارہ کیا، چونکہ آپ حضرات فرسٹ کلاس میں سفر مار ہے تھے اور اس زمانہ میں فرسٹ کلاس کی بڑی اہمیت تھی پھر آپ حضرات کے چہرے بشرے سے بھی رئیس زادگی کا اظہار ہو رہا تھا۔ T.T.C کو کچھ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی سٹیشن آنے پر وہ خاموشی کے ساتھ ڈبہ سے باہر آیا اور چند گورے فوجیوں کو لیکر پھر ڈبہ میں گھسا اور ٹکٹ کا طالب ہوا۔ پہلے کی طرح اب بھی اشارہ کا سلسلہ شروع ہوا جو آپ پر ختم ہوا۔ آپ اپنے برتھ پر اٹھ بیٹھے اور بندوق کی طرف اشارہ کیا۔ T.T.C نے بوکھلا کر فوجیوں سے کہا کہ ان سب کو نیچے لے چلو لیکن آپ نے بڑھ کر بندوق اٹھالیا۔ جسے دیکھ کر فوجیوں نے بھی اپنی اپنی بندوقیں تان لیں۔ آپ نے اطمینان کے ساتھ بندوق کے کوہر میں سے سارے ٹکٹ اور لائسنس نکال کر T.T.C کی طرف بڑھایا، T.T.C نے کہا حضور! اگر یہی بات تھی تو آپ نے پہلے کہدیا ہوتا! آپ نے فرمایا میں نے تو اشارہ کیا تھا لیکن آپ نہیں سمجھ پائے تو اس میں میرا کیا قصور؟ آپکے اس طریقہ مزاح سے سارے لوگ

ہنس پڑے۔

مہذّب طریقۂ طنز و مزاح جوانی کے وقت سے عالم ضعیفی تک باقی رہا، آپ کی مخصوص اور نجی نششتوں میں مصاحبین خوش و خرّم رہتے، نصائح اور ذوقِ علمی کا لطف اٹھاتے رہتے۔ کبھی کبھی مزاح کی صورت میں ایسی نصیحت آمیز بات کہہ جاتے جو زندگیوں کی کالا پلٹ کر دیتی اس لئے سفر و حضر میں کثرت سے خدّام و متعلقین آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔

اعلانِ نیابت

فراغت علمی اور شادی کے بعد آپ مطبع اہلسنّت بریلی کی لاحقہ ذمہ داریوں کو نبھانے کیساتھ ساتھ اپنے گاؤں اور باقی ماندہ زمینِ زراعت کی بھی دیکھ بھال کرتے رہے، اس طرح چودہ پندرہ سال کا عرصہ درمیان میں گزر گیا۔ ادھر حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کی دلی منشا تھی کہ ان کے حین حیات جیلانی میاں والد ماجد کی ذمہ داریوں کو بھی سنبھال لیں۔ چنانچہ حضور حجۃ الاسلام نے اپنے وصال سے قبل باضابطہ تحریری طور پر حضور مفسر اعظم مولینا شاہ ابراہیم رضا جیلانی اور مولینا حماد رضا خانصاحب نعمانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما کی خلافت کا اعلان فرمایا ساتھ ہی ساتھ حضرت جیلانی میاں قبلہ کو اپنا نائب مطلق، خانقاہ عالیہ رضویہ کا سجادہ نشین دار العلوم منظر اسلام کا مہتمم اور جائدادِ منقولہ وغیرہ منقولہ کا متولی نامزد فرمایا۔ حالانکہ اس سے قبل ۱۳۴۴ھ کے ماہِ شعبان میں بھی دستار فضیلت کے پر مسرت موقعہ پر حضرت جیلانی میاں قبلہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا مجاز و ماذون بنا چکے تھے لیکن تحریری اعلان کا مقصود یہ تھا کہ جیلانی میاں سیر و سیاحت، دیہات کی آمد و رفت اور روسائے شہر کی گرفت سے آزاد ہو کر پوری دلجمعی و لگن کے ساتھ آباؤ اجداد کے دینی و ملّی مشن کو آگے بڑھائے۔ یہ اجازت و خلافت اور تولیت نامہ اپنے وصال سے ڈھائی ماہ قبل حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام نے اپنے والد ماجد اعلیحضرت عظیم البرکتہ علیہ الرحمۃ کی عطا فرمودہ سند کی نہج پر تحریر فرما کر عرس اعلیحضرت صفر ۱۳۶۲ھ مطابق مارچ ۱۹۴۳ء میں حاضرین کو سنایا اور علماء شریعت مشائخ طریقت کی تصدیق و توثیق کے بعد رجسٹری کرائی۔ حضور مفسر اعظم حضرت جیلانی میاں

قبلہ اپنے دورِ ارشاد میں اسی اجازت وخلافت نامہ کی عبارتوں کو مختصر حذف واضافہ کے ساتھ نقل فرماتے اور اپنے مجاز وماذون خلافت کو عطا فرماتے تھے۔

حضور ریحان ملّت علیہ الرحمہ مسند سجادگی پر متمکن ہونے کے بعد ایک مرتبہ سیب نگر نیپال تشریف لے گئے جہاں حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب آلِ ولی مدظلہ نے اپنے برادرِ نسبتی اور علاقہ کے معززین کے ساتھ حضرت ریحانِ ملّت کا شاندار استقبال کیا اور وہاں حضرت کی تقریر کا اہتمام بھی کیا دوسرے دن ریحانِ ملّت علیہ الرحمہ سے اجازت وخلافتِ سلسلہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کے طالب ہوئے۔ تو ریحانِ ملّت نے نہایت فراخ دلی کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی، پھر مولانا تحریر کے طالب ہوئے۔ تو ریحانِ ملّت نے راقم الحروف سے فرمایا کہ آپ کے پاس تو ابّا حضور کی تحریر ہوگی؟ میں نے عرض کیا کہ ہاں تحریری خلافت نامہ تو ہے لیکن وہ ابھی میرے پاس نہیں ہے البتہ اسکی کچھ عبارتیں یاد ہیں تو حضرت ریحانِ ملّت نے فرمایا کہ آپ اسے لکھئے تاکہ میں اس کے مطابق اپنی تحریر میں مولانا سعید الرحمٰن کو خلافت نامہ لکھدوں، چنانچہ میں نے اپنی یادداشت کے مطابق لکھ کر حاضرِ خدمت کر دیا، جسے دیکھ کر حضرت ریحانِ ملّت بہت خوش ہوئے۔ اور غالبًا اس کی نقل مولانا موصوف کو عطا فرمائی۔ حضور رحمۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی تحریرِ مبارک چونکہ اجازت وخلافت کے ساتھ ساتھ سجادگی وتولیت سے بھی متعلق تھی لہذا اسکی عبارت یوں تھی۔

نقلِ سند خلافت وسجّادگی وتولیّت

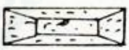
بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ہ اَلحَمدُ لِلّٰہِ ہادی القلوب ہ وَغافر الذنوب ہ وَ ساتر العیوب ہ وکاشف الکروب ہ وَافضل الصّلاۃ واکمل السّلام علٰے احب محبوب ہ مصحح الحسنات مقیل العثرات شفیع الحوب ہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وابنہ وحزبہ عدد النور والستور والطلوع والغروب ہ وبعد فان ربنا تبارک وَ تعالیٰ ھو الحیّ الّذی لا یموت وکلّ شیٔ سواہ فلابدّ یومًا ان

يفوت ، فسبحٰن الذى تفرّد بالدّوام ، وكل من عليها فان ، ويبقى وجه ربك ذوالجلال وَالاكرام ، ارى شمس عمرى قد تدلّت للغروب وأذنت بالرّحيل ، حَسْبنا الله وَنعمَ الوكيل ، اسئله متوسلاً اليه بجاه حبيبه الاكرم ، وعبده وصفيّه غوثنا الاعظم صلى الله تبارك وتعالىٰ عليه وَاٰله وَسلم ان يختم لى بالحسنىٰ على السنّة السنيّة والدّين الاسنىٰ ، وقد بقيت فى امر استخلافى واجلاس احمَد على مَسند اسلافى ، وقد اجزت قبل هٰذا ولدى الاعز محمّد المدعو بالمولوى ابراهيم رَضا جيلانى سَلّمهٗ النورانى عن طوارق المحدثات ووساوس الشيطانى وَجعله خير خلف بسلفه الصّالحين وقفه مدّة عمره لحماية الدّين المتين ونكاية المفسدين والمرتدين. وانه ولىّ ذٰلك وخير مَالِكٍ ، والحمد لله ربّ العٰلمين ، والاٰن متوكلاً على الرحمٰن اجزته ثانيًا بجميع السّلاسل الطريقة والعلوم الشرعية والاذكار والاشغال ـ والاوراد والاعمال وسائر ما وصلت الىّ اجازته من مَشائخى الاجلّاء اولى الافضال خصوصًا من سيدى وسَندى مرشدى ومَولائى كنزى وَذخرى نورالكاملين سُلالة الواصلين السيّد الشاه ابى الحسَين احمد النورى قدس سرّه النورى ومن والدى الكريم سند العظيم امام اهل السنّة مجدّد الملة الحاضرة مولى الشاه محمّد احمَد رَضا البريلوى رضى الله عنه القوى ، و جعلته ولى عهدى ووارث السّجادة القادرية البركاتيه النورية الرضوية من بعدى واجلسته على مَسند اسلافى وولّيته امراوقافى واسئال ربّى وهو حسبى متضرّعًا اليه بهٰذ الحبيب الكريم عليه وَاٰله افضل الصّلاة واكمل التسليم ثمّ بهٰذ الولىّ الاكرم سيدنا ومولٰينا الغوث العظم ان يرشده لمَا

يحب ويرضاه ويسدد صورته ومعنا ويجعله اهلاً لما تولاه واخرته خيرًا من اولاه آمين آمين آمين يا مجيب السائلين آمين والحمد للّٰه رب العالمين وصلى اللّٰه تعالىٰ وبارك وسلم علٰى هٰذا الحبيب الارتجىٰ والشفيع المجتبىٰ واله وصحبه وابنه وحزبه اجمعين۔

خواتيم العلماء الذين حضروا هٰذا المحضر

فقیر محمد ن المعروف بحامد رضا القادری
کان اللّٰہ تعالیٰ لہ
ماہ ۲۳ صفر ۱۳۶۲ھ مطابق مارچ ۱۹۴۳ء


مہر مبارک حجۃ الاسلام

ترجمہ

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ ساری خوبیاں اللہ جل شانہ کے لئے جو دلوں کو ہدایت دینے والا، گناہوں کو بخشنے والا، عیبوں کو چھپانے والا اور غموں کو دور کرنے والا ہے۔ اور سب سے بہتر درود کامل تر سلام سب پیاروں سے زیادہ پیارے، نیکیوں کی ضمانت دینے والے، برائیوں کو دور کرنے والے اور گنہگاروں کی شفاعت فرمانے والے پر نیز ان کے آل واصحاب اور اولاد وجماعت پر انوار واسرار اور طلوع وغروب آفتاب کے تعداد وشمار میں ہو۔ حمد و نعت کے بعد یقینا ہمارا پروردگار وہ برکت و بلندی والا اور زندہ ہے جسے موت نہیں۔ اور اس کے علاوہ ہر شئے کیلئے فنا ضروری ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس کی ہمیشگی بے مثل ہے۔ (اور زمین پر جتنی چیزیں ہیں سب کے لئے فنا ہے صرف عظمت و بزرگی والی تیرے رب کی ذات باقی رہے گی)

میں دیکھ رہا ہوں اپنی عمر کے سورج کو جو غروب ہونے کیلئے ڈھل چکا ہے اور اس نے کوچ کا اعلان کر دیا ہے۔ اور ہمارے لئے کافی ہے اللہ جو بہتر کام بنانے والا ہے۔ میں اسی کی جناب میں دست سوال دراز کرتا ہوں اس کے حبیب اکرم کی وجاہت کے وسیلے

سے اور اس کے منتخب بندے اپنے غوث اعظم کے وسیلہ سے (صلی اللہ تبارک تعالیٰ علیہ وآلہ وابنہ وبارک وسلم) کہ میرا خاتمہ خیر وخوبی کے ساتھ روشن سنت اور درخشاں دین پر کرے۔ ابھی مجھے اپنی جانشینی اور بزرگوں کی مسند پر اس کے لائق کسی کو بٹھانے کا کام باقی ہے۔ اور اس سے پہلے میں اپنے عزیز تر بیٹے محمد مولوی ابراہیم رضا جیلانی کو (اللہ تعالیٰ اسے طرقِ بدعیہ اور خیالات فاسدہ شیطانیہ سے محفوظ وسلامت رکھے اور سلفِ صالحین کا بہتر جانشین بنائے اور تمام عمر اسے دین متین کی حمایت نیز فسادیوں مرتدوں کو دندان شکن جواب دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ بلاشبہ مولیٰ تعالیٰ ہی اس کا مددگار اور بہتر مالک ہے اور تمام خوبیاں پروردگار عالم ہی کیلئے ہیں) اجازت وخلافت دے چکا ہوں۔ اور اب پھر میں اپنے سب سے بڑے مہربان مولیٰ کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے عزیز موصوف کو تمام طرقِ سلاسل اولیاء اللہ، علوم شریعت، اذکار واشغال۔ اوراد واعمال اور ہر اس چیز کی جس کی مجھے اپنے برگزیدہ مشائخ عظام، علماء کرام سے اجازت ملی (خاص کر میرے پیر ومرشد ملجاو ماویٰ کاملوں کے نور خلاصۃ الواصلین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہٗ اور والد مکرم سند معظم سنیوں کے امام موجودہ صدی کے مجدد مولٰینا الشاہ احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) اجازت دیتا ہوں۔ اور اس کو اپنا ولی عہد اور اپنے بعد سجادۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ نوریہ رضویہ کا وارث گردانتا ہوں نیز اپنے مشائخ کرام کی مسند پر متمکن کرتا ہوں۔ اور اپنے تمام اوقاف کا متولی بناتا ہوں اور اپنے رب سے گریۂ وزاری کے ساتھ دعا کرتا ہوں اور وہی مجھے کافی ہے بوسیلہ حبیب کریم رؤف ورحیم (علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم) اور بوسیلہ ولی مکرم سیدنا غوث الاعظم کے کہ وہی اس کی رہنمائی فرمائے اور ایسی خدمت لے جو اسے محبوب وپسندیدہ ہے۔ اور اس کے ظاہر وباطن کو سنوار دے۔ اور اس کا اہل بنائے جو اسکے سپرد کیا گیا ہے نیز اس کی آئندہ گھڑی کو گذشتہ گھڑیوں سے بہتر بنائے آمین، آمین۔ اے سائلوں کی التجا قبول فرمانے والے، ثم آمین۔ ساری خوبیاں اللہ ہی کیلئے جو رب ہے سارے جہان کا

اور درود و سلام ہو امید گہ کائنات منتخب شش جہات حبیب اعظم شفیع معظم برادران کی تمام آل اولاد، اصحاب و جماعت پر۔ والسلام

حضرت جیلانی میاں قبلہ کے خلفاء کرام کی تعداد کثیر نہیں ہے۔ کئی حضرات کو تو صرف شجرۂ مبارکہ ہی پر چند لفظوں پر مشتمل خلافت عطا فرما دیا مثلاً نام کے بعد لکھ دیا "مجاز و ماذون خلافت سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ و بیعت سلسلہ"۔ اور بعض حضرات کیلئے شجرہ کے علاوہ خلافت کی تحریر عنایت فرمائی۔ کبھی عربی میں اور کبھی اردو میں۔ عربی میں خلافت نامہ اطرح تحریر فرماتے تھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ زَیَّنَ سَمَآءَ القلوب بمصابیح العلماء العارفین۔ وبیّن لنا ببرکاتہم طرق الھدایۃ والحق المبین۔ والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّدنا وحبیبنا و مولٰینا محمّد فخر الرسل وخاتم النبیّین وعلیٰ اٰلہ المطیبیّن الطاھرین واصحابہ الفائزین المفلحین۔ والتابعین لھم باحسان الی یوم الدّین اخصًا علیٰ مرشدنا غوثنا الاعظم محی الدّین۔

امّا بعد قد سئالنی حبّی وعزیزی المولوی (عبد الواجد القادری الرضوی) سلّمہ اللّٰہ تعالیٰ وحیّاہ من لدنہ اجرًا عظیما ومقامًا رفیعا و ابقاہ لہ حسنا منیعا۔ فاجزتہ ما اجازنی مشائخی الکرام منھم سیّدی الوالد الماجد حجّۃ الاسلام امام المقلد ام مولی الشّاہ مُحمّد حامد رضا خان برکاتہ علیَ الدّوام۔ وجدّی الکریم اٰیۃ من اٰیات اللّٰہ العظیم امام العلماء الاعلام۔ الذی شھد لہ علماء البلد الحرام بانّہ مجدّد الملّۃ فی عصرنا والاوان الشیخ الامام احمد رضا خان رضی عنہ الرحمٰن ہ

ایھا العزیز اوصیکم بالدنیا وخضراتھا ولذاتھا کالسراب ومالھا

الزوال فلا تلقوا ابید کم الی التہلکۃ والنکال۔ ولا تنسانی بالدعوات الصالحۃ لحسن العمل والخاتمہ وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیٰ سیدنا وحبیبنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ وابنہ وضربہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

فقیر ابراہیم رضا غفی عنہ
۲۷/۵/۷۶ھ

اور کبھی اس سے زیادہ مختصر لکھتے مگر بدمذہبوں سے اجتناب اور سلسلہ مبارکہ کی توسیع کی تاکید فرماتے۔

صاحبزادۂ اکبر

اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ نے بحرِ علم وفضل کے دو دریاؤں کی دو نہروں کو آپس میں ملا کر سنگم بنا دیا، یقیناً وہاں سے جو بھی لؤلؤ ولالہ برآمد ہوں گے وہ آبدار وتابدار ہی ہوں گے، ماہِ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ کی اٹھارہ ویں تاریخ کس قدر مبارک تاریخ تھی کہ حضور مفسر اعظم ہند کے گھر میں پہلی ولادت باسعادت حضور حجۃ الاسلام کے پوتے اور حضور مفتی اعظم کے نواسے کی شکل میں ہوئی جس کی خوشبو سے سارا گلستان رضا مہک اٹھا۔ اپنے والد ماجد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حضور حجۃ الاسلام نے چھوہارے کی وساطت سے اپنا لعابِ دہن اپنے نبیرۂ اکبر کے تالو تک پہنچایا پھر اذان وتکبیرات کے نغمۂ لاہوتی سے کانوں کو آشنا کیا۔ سب سے پیارے نام محمد پر عقیقہ ہوا۔ پکارنے کا نام ریحان رضا تجویز ہوا۔ اور عرفی نام رحمانی میاں قرار پایا۔ گویا پورا نام محمد ریحان رضا رحمانی میاں'' ہوا۔ نام کا اثر آپ پر ایسا ہوا کہ پوری زندگی سنبل وریحاں کی طرح اپنی خوشبو بکھیرتے رہے اور آفتاب تاباں کی طرح چمکتے رہے۔ ایک موقع پر آپ نے خود فرمایا۔

یہ نام جس نے دیا اس کو خبر تھی شاید
ان کا ریحان زمانے میں چمکتا ہوگا

آپ کے جدامجد حضور حجۃ الاسلام نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے نقش قدم کی پیروی کرتے

ہوئے اپنے نبیرۂ اکبر کو صرف چار ساڑھے سال کی عمر میں داخلِ سلسلہ فرماتے ہوئے اپنی نیابت بھی عطا فرمائی۔

طفولیت کا زمانہ اس علمی گھرانے کے ماحول میں گزرا جو گھرانہ ساری دنیائے سنیت کے مسائل و معاملات اور دینی و فکری معلومات کا مرجع و مرکز اور منبع و خزینہ تھا۔ اس لئے ذہانت و فطانت کے دروازوں کو کھلنے میں دیر نہ لگی، آغوشِ مادرِ مشفقہ تربیتِ مفسرِ اعظم پھر دارالعلوم منظرِ اسلام میں آمد و رفت نے نہایت قلیل عرصہ میں علوم دینیہ کے کتبِ متوسطات تک آپ کو پہنچا دیا۔ اس کے بعد حضور والد ماجد کے حسبُ الحکم آپ حضرت محدثِ اعظم پاکستان کی خدمت میں لائل پور تشریف لے گئے۔ جامعہ رضویہ منظرِ اسلام لائل پور میں آپ نے داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا شاہ سردار احمد حامدی رضوی محدثِ اعظم پاکستان، شیخ الحدیث اور ممتاز الفقہاء کی حیثیت سے جلوہ بار تھے۔

حضور ریحانِ ملت کو پاکر بہت خوش ہوئے اور حضور مفسرِ اعظم ہند کو شکریہ کا خط تحریر فرمایا کہ حضور نے مجھے کچھ قرض ادا کرنے کا موقع دیا ہے۔ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوگا میں رحمانی میاں کی خدمت کروں گا۔ چنانچہ حضور محدث اعظم پاکستان نے تین سال کے عرصہ میں تمام احادیث و فقہ کی متداول کتابیں حضرت ریحان ملت کے حافظے میں ایسی سجادیں کہ وقفۂ کثیر کے بعد بھی بغیر مطالعوں کے وہ پڑھانے کیلئے بیٹھ جایا کرتے تھے اور طلبا ان کی تدریسی تقریر اور طریقۂ تفہیم سے زیادہ خوش ہوتے تھے۔ تین سال کے بعد لائل پور سے بریلی شریف تشریف لائے اور دارالعلوم منظرِ اسلام سے ماہ جمل ۱۳۷۵ھ مطابق مارچ ۱۹۵۵ء میں باضابطہ دستارِ فضیلت اور سندِ فراغت حاصل کیا۔ فراغت کے فوراً بعد دارالعلوم منظرِ اسلام میں فقہ و ادب کے مدرس مقرر ہوگئے۔ یہ آپکی تدریس کا دورِ اول تھا جو تقریباً بارہ سال تک چلا لیکن اسی درمیان میں دارالعلوم کو شدید مالی بحران سے بھی گزرنا پڑا۔ یوں بھی مدرسین و ملازمین کی تنخواہیں بہت قلیل تھیں اور اس پر طرفہ یہ کہ اب تنخواہیں باقی

رہنے لگیں جو مدرسین و ملازمین صاحب اولاد تھے اور امور خانہ داری کی ذمہ داریاں انہیں کے سر تھیں ان حضرات کیلئے دارالعلوم میں رہنا مشکل ہوگیا۔

حضرت ریحان ملت اگرچہ صاحب سجادہ کے ولی عہد تھے۔ دارالعلوم کے مہتمم اعلیٰ کے نائب اور تمام جائداد موقوفہ کے متولی ثانی تھے بایں ہمہ دارالعلوم سے بروقت تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ اپنے گھر کے ضروری اخراجات کے سلسلہ میں قرض دار ہوتے چلے گئے۔ کئی بار انہوں نے راقم الحروف سے بھی اس بات کی شکایت کی۔ تاکہ میں انکی شکایت کو حضور مفسر اعظم کے گوش گذار کروں چنانچہ میں نے مفسر اعظم سے عرض بھی کیا لیکن حضرت نے دارالعلوم کی قلیل آمدنی کے پیش نظر معذرت فرمائی۔ اور فرمایا اگر رحمانی میاں کو اپنا گھر چلانا مشکل ہوتا ہے تو آمدنی کا کوئی اور راستہ تلاش کرلیں۔ جب دارالعلوم کی آمدنی بڑھ جائے گی تو میں سب کی تنخواہیں بڑھا دونگا لیکن ابھی تو مجبوری ہے۔

چنانچہ انہی دنوں جبکہ راقم الحروف صرف پچاس روپئے ماہانہ مشاہرہ پر بریلی شریف میں مقیم تھا اور حضرت ریحان ملت کو پچہتر روپے ماہانہ مل رہے تھے۔ حضرت نے بادل ناخواستہ منظر اسلام کو خیرباد کہدیا۔ اور فتح گنج فیکٹری میں "سٹینوگرافر" کا عہدہ قبول کرلیا چونکہ آپ مروجہ علوم (انگلش، ہندی) کے بھی ماہر تھے اور ساتھ ہی ساتھ ٹائپنگ اور شارٹ ہینڈ میں بھی یدطولیٰ رکھتے تھے اسلئے فیکٹری کے افیسروں میں بہت جلد مقبول ہوگئے پھر علم و وجاہت کا رعب اپنی جگہ تھا۔ اس لئے ہر شخص آپ کو دل سے چاہنے لگا۔ لیکن ان کاموں کیطرف قلبی رجحان نہ ہونے کی وجہ سے بہت جلد فیکٹری سے دامن چھڑالیا۔ یا یوں کہئے کہ قدرت کو ان سے دین متین کی خدمت لینی تھی اس لئے آپ پھر دارالعلوم کے ماحول میں آگئے۔

والد ماجد کے وصال کے بعد نہ صرف سجادہ عالیہ قادریہ رضویہ کی زینت اور جائداد موقوفہ کے متولی بنے بلکہ یادگار اعلیحضرت جامعہ رضویہ منظر اسلام کے شیخ الحدیث اور مہتمم ہوکر لوگوں کو خوشگوار تعجب میں ڈال دیا کہ اسکو عروج وارتقاء کی قابل رشک منزلوں سے

ہمکنار کرتے ہوئے اس کے ہر شعبہ میں حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مطابق مفید و موثر نظم و ضبط پیدا کیا، اس کے مالی بحران کو ختم کرنے کے بعد پورے جامعہ کی عمارت کو از سر نو تعمیر کیا۔ افریقی ہوسٹل کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور خانقاہ عالیہ رضویہ کو اہل تصوف اور ارباب طریقت کا مرجع و مرکز بنا دیا۔

آپ کی عظیم و مقتدر شخصیت میں یوں تو بہت سی علمی روحانی اخلاقی اور تنظیمی خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں لیکن جو وصف خاص آپ کو معاصرین میں ممتاز و منفرد بناتا ہے وہ تھا اپنے مذہب و مسلک کے وقار و آبرو کا عظیم ترین احساس اور جذبۂ تحفظ۔ کہ سیاسی طور پر ایم، ایل، سی ہوتے ہوئے مذہب و مسلک کے مقابلہ میں آپ نے کسی گورنر یا وزیر مملکت یا کسی لیڈر کی کبھی کوئی پرواہ نہیں کی۔ اور نہ کسی وزارتی کرسی کی لالچ میں اپنی فکر و نظر کا سودا کیا۔ کئی بار میں (راقم الحروف) ان کے ہمراہ اسمبلی سیزن کے موقع پر ایم، ایل، سی فلیٹ لکھنؤ میں بھی ٹھہرا ہوں اور ان کی خودداری و وقار کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا ہے۔ جبکہ ان سے ملنے اور مشورے لینے کیلئے بڑے بڑے لیڈران قوم اور وزراء آتے رہے لیکن میں نے انہیں ہر حال میں خوددار و مستغنی دیکھا۔ گویا اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ کے اس شعر کی وہ چلتی پھرتی تصویر یا منہ بولتی تفسیر تھے۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

ریحان ملت اپنے جد کریم اعلیٰحضرت علیہ الرحمتہ کے نقوش قدم کو اپنے لئے مشعل راہ بنا چکے تھے اور اسی کی روشنی میں عالمانہ جاہ جلال مجاہدانہ شان و کمال کے ساتھ زندگی کا سفر طے کرتے ہوئے اپنی منزل مقصود کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ قدرت نے ان کی، نیک نیتی اور مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمایا اور مختصر سی زندگی میں انہیں وہ سب کچھ عطا فرما دیا جو وہ چاہتے تھے۔ آج بھی ملک بیرون ملک میں انکی تقریری و تنظیمی صلاحیتوں کا شہرہ

اور اخلاص وعمل کا چرچا ہے۔ انہوں نے اپنے ایسے لعل وجواہر کو چھوڑا ہے جنکی تقریروں تنظیموں اور حسنِ ادب میں حضرت ریحانِ ملت علیہ الرحمۃ کو واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اَدَامَ اللہُ تَعَالیٰ ظِلَالَھُمْ وَاَلْطَافَھُمْ۔ ان کے صاحبزادگان باوقار وذیشان میں سب مختلف خوبیوں سے مرصع ہیں۔ خاص کر خلف اکبر حضرت علامہ الحاج شاہ سبحان رضا خانصاحب زید مجدہٗ (سبحانی میاں) جو موجودہ زیب سجادہ اور دار العلوم رضویہ کے مہتمم اعلیٰ ہیں، گوناگوں خوبیوں کے مالک ہیں۔ جامعہ رضویہ منظر اسلام، خانقاہِ رضویہ، مسجد رضا باب مفتی اعظم اور روضۂ اعلیحضرت کے بلند دروازہ کی تعمیر وتزئین اور توسیع وترقی کیلئے عزم جواں کی رہبری میں پورے تن من، دھن اور اخلاص کیساتھ مصروفِ عمل ہیں اور اپنے آباؤ اجداد کے حسین خوابوں کو منصۂ شہود پر ہر ممکنہ وسائل وذرائع کے ساتھ لانے کی سعی فرمارہے ہیں۔ تَقَبَّلَ اللہُ تَبَارَكَ وَتَعَالیٰ وَجَعَلَ سَعْیَہٗ سَعْیًا مَشْكُوْرًا

حضرت ریحانِ ملت کی اجمالی زندگی کی جھلک دیکھنی ہو تو ایک نظر میں یوں دیکھ سکتے ہیں۔

مقام ولادت۔	(بریلی غالباً محلہ خواجہ قطب)
سنہ ولادت۔	۱۸ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء)
بسم اللہ خوانی۔	۱۳۵۶ھ (۱۹۳۸ء)
بیعت وخلافت۔	۱۳۵۶ھ (۱۹۳۸ء)
جدا مجد کا وصال۔	۱۳۶۲ھ (۱۹۴۳ء)
دار العلوم منظر اسلام میں داخلہ۔	۱۳۶۴ھ (۱۹۴۵ء)
علوم دینیہ کیلئے لائل پور کا سفر۔	۱۳۷۲ھ (۱۹۵۲ء)
جامعہ رضویہ لائلپور میں دستار فضیلت۔	شعبان ۱۳۷۴ھ (اگست ۱۹۵۴ء)
وطن واپسی اور جامعہ رضویہ منظر اسلام سے دستار فضیلت۔	جمل ۱۳۷۵ھ (مارچ ۱۹۵۵ء)
جامعہ منظر اسلام بریلی میں بحیثیت مدرس۔	۱۳۷۵ھ (۱۹۵۵ء)

حضور مفتی اعظم ہند سے بیعت تبرک اور خلافت۔ ۱۳۷۶ھ (۱۹۵۶ء)

فتح گنج ربڑ فیکٹری میں ملازمت۔ ۱۳۷۹ھ (۱۹۶۰ء)

دوبارہ منظر اسلام میں مدرس۔ ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء)

استاد محترم محدّث اعظم پاکستان کا انتقال۔ ۱۳۸۲ھ (۱۹۶۲ء)

مفسّر اعظم ہند نے اپنی نیابت وخلافت اور تولیّت تفویض کیا ۱۳۸۴ھ (۱۹۶۴ء)

والد ماجد کا وصال پر ملال۔ صفر ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء)

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے مدیر اعلیٰ ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء)

آستانۂ عالیہ رضویہ کے سجّادہ نشین، جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مہتمم اعلیٰ۔ ۱۳۸۵ھ (۱۹۶۵ء)

پاکستان کا پہلا تبلیغی دورہ ۱۳۸۷ھ (۱۹۶۷ء)

مذکورہ مصروفیتوں کے علاوہ ڈو ٹرم میں باضابطہ ایم، ایل، سی اتر پردیش ہے۔

مغربی اور افریقی ممالک کا پہلا دورہ۔ ۱۳۹۳ھ (۱۹۷۳ء)

نانا جان حضور مفتی اعظم ہند کا وصال پر ملال ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۱ء)

حضور قطب مدینہ مولانا شاہ ضیاء الدین رضوی سے اجازت وخلافت ۱۴۰۱ھ (۱۹۸۱ء)

پاکستان کا دوسرا تبلیغی دورہ۔ ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۲ء)

امریکہ اور یورپین ممالک کا دوسرا تبلیغی دورہ۔ ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۲ء)

وصیّت نامہ۔ ۱۴۰۳ھ (۱۹۸۳ء)

وفات حسرت آیات۔ ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء)

خلف اکبر کی جانشینی بحکم مارہرہ شریف۔ ۱۴۰۵ھ (۱۹۸۵ء)

حضرت ریحانِ ملّت کے سانحۂ ارتحال پر ہند و بیرونِ ہند کے اکابر علماء اور سجّادگانِ خانقاہ نے تعزیتی خطوط اور تواریخ وصال لکھے جو آپ کے خدمات دینیہ ملّیہ کے آئینہ دار ہیں۔ محبِّ گرامی حضرتِ علّامہ حافظ محمد ابراہیم خوشتر بانی سنّی رضوی انٹرنیشنل سوسائٹی

مارشیش افریقہ نے درجنوں تاریخی اشعار و جمل ارسال فرمایا اور سبھی برجستہ اور مبنی برحقائق ہیں۔ مثلاً۔ کوکبِ اسلام حضرت مولانا ریحان (١٩٨٥ء)۔ حضرت ریحان درجنان (١٩٨٥ء)، ریحانِ امام احمد رضا (١٤٠٥ھ) نے اتفاقاً وصال پر ملال فرمایا (١٤٠٥ھ)، وغیرہم

سیاسی صورتِ حال

موجودہ دور میں ہندوستان کے اندر سیاست کا نام سنتے ہی ایک بدنما صورت گھنونا کردار، چال باز و عیار، فریب و مکار، ضمیر فروش و مصلحت کوش، اور قومی و ملکی غدار کا مجسمہ ابھر کر سامنے آتا ہے۔ اسی لئے موجودہ دور میں سیاست شجرِ ممنوع سے تعبیر ہے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اقتدار و سیاست کی گرم بازاری میں جہاں ہوشمند رہبرانِ قوم و ملت اپنا ذہن و ضمیر پھوٹی کوڑی کے داموں یا چند روزہ کرسی کے عوض بیچ ڈالتے ہیں وہیں کوئی نہ کوئی قوم و ملت کے معاملات و مسائل کا دردِ بیکراں اپنے سینے میں دبائے ریحان ملت کے عزم و حوصلے اور جرأت قلندرانہ کو مشعلِ راہ بنائے ناقابلِ تسخیر فولادی چٹان بنکر ان ہی سیاسی بازی گروں کے درمیان آوازِ حق بلند کر رہا ہے۔ اس لئے اگر نیت صاف ہو تو قوم و ملت اور ملک کی خدمت کا صحیح جذبہ ہو تو سیاسی جہت سے بھی اپنے حقوق کی حصولیابی اور ملک و ملت کی فلاح و کامیابی، وجہِ ذلت و توہین نہیں بلکہ مستحسن و لائق آفرین ہے۔

١٩٤٧ء سے پہلے اور بعد میں پندرہ بیس سالوں تک ہندوستان کی جو سیاسی صورت حال تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ انگریزوں نے ہندوستان کی حکومت طاقت و سیاست کے زور پر بالجبر مسلمانوں سے حاصل کی تھی اور اسے ہندوستان میں اپنی حکومت کیلئے سب سے زیادہ خطرہ مسلمانوں اور مسلم دینی رہنماؤں سے تھا۔ جب بیسویں صدی عیسوی کے اوائل میں ہندوستان چھوڑو کی تحریک شروع ہوئی تو سب سے پہلے مسلم دینی رہنماؤں کو دار و رسن اور کالے پانی کی مسموم فضاؤں سے دوچار ہونا پڑا۔ جس میں اکابر

علماء حقانی جاں بحق ہو گئے۔ ہر چند کہ ان حقائق کو ہندوستانی متعصب مؤرخین نے مسخ کرنے کی سعیٔ ناکام کی ہے لیکن حقیقت پھر حقیقت ہے جو خود کو کسی نہ کسی طرح منوا ہی لیتی ہے چنانچہ ۱۹۱۱ء سے ۱۹۵۶ء تک جو غیر جانبدار سیاحین ہندوستان آئے یا غیر متعصب ذہن رکھنے والے اعلیٰ آفیسران برطانیہ سے ہندوستان آتے جاتے رہے ان کی شبانہ یوم ڈائری اور یادداشتوں (جو برٹش لائبریری میں موجود ہے) کے مطالعہ بعد بڑی آسانی کیساتھ حقائق سے پردہ ہٹایا جا سکتا ہے۔

انگریزوں نے اپنی نوّے سالہ پرانی تاریخ کو پھر دہرایا، ۱۸۵۷ء کی طرح حریت پسندوں کو پھر سے جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیلنا شروع کیا۔ شہر شہر نگر نگر ملک ڈگر ڈگر پہ خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ مسلمانوں کے جذبۂ جہاد کو فرو کرنے کیلئے روباہ صفت انگریزوں نے ہندوستان میں قدم جمانے کے بعد ہی سے اپنی چالیں شروع کر دی تھیں۔ اور اس کی اجتماعی قوت کو منتشر کرنے کیلئے بڑی بڑی تنخواہیں دیدے کر مولویوں کو خریدنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ وہ پہلی جنگ میں اپنے خلاف مولانا فضلِ حق خیر آبادی کے فتویٔ جہاد کو دیکھ چکے تھے، اس وقت عامۃ المسلمین پر علماء دین کے جو اثر تھے انگریز اس سے بے خبر نہیں تھے۔ لہٰذا اس نے مولویوں ہی کے ذریعہ مسلمانوں میں افتراق و انتشار پھیلانا شروع کر دیا۔

سر سید احمد کی زبان و قلم سے حشر و نشر اور فرشتوں کے نوری وجود کا انکار کرایا۔ دنیوی آرام و تکلیف کو ہی جنت و دوزخ بتایا۔ احادیث کریمہ کے ذخائر کو اسرائیلیات کا پلندہ قرار دیا۔ نام نہاد سید احمد بریلوی تکیوی کو امیر المؤمنین بنا کر مولوی اسماعیل دہلوی کی سپہ سالاری میں سرحد کے جیالے مسلمان، پٹھانوں کو سر کرنے کیلئے بھیجا جسکا نام جہاد رکھا پھر اسی اسمٰعیل دہلوی کی زبان و قلم سے علام الغیوب و الشہادہ کے علم کو ایک پیڑ کے پتوں کو گن کر بتانے پر محدود کیا۔ حضور پُر نور سید المرسلین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ تعالیٰ

چوہڑا چمار اور گاؤں کا چودھری بنا دیا۔ انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو ذرۂ ناچیز سے کمتر لکھوا دیا۔ حضرات اولیاء کاملین، اور بزرگان دین کو بھوت پریت کی صفوں میں لاکر کھڑا کر دیا۔ پھر اسی اسمٰعیل کے اذناب و متبعین مولویوں میں سے مولوی قاسم ناظم اول مدرسہ دیوبند نے حضور اکرم سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا عامیانہ اور جاہلانہ عقیدہ قرار دیا۔ اس کے ساتھیوں نے عالم ماکان و مایکون معلّم القرآن حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے مقابلہ میں بڑا عالم شیطان لعین کو مانا۔ اور ان تینوں بڑے میاں کے شاگرد رشید چھوٹے میاں (اشرفعلی) نے حضور اکرم سیّد ولدِ آدم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف کے ایسا علم پاگلوں، دیوانوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کیلئے بھی تسلیم کیا۔

یہ سب وہ عقائد بدعیّہ اور نظریاتِ فاسدہ کاسدہ تھے جنکے سبب مسلمانوں میں اختلاف و انتشار، ناچاقی و خلفشار، بلکہ میدانِ کارزار کا برپا ہونا لازمی ولابدی تھا۔ اور ان تمام طوفان بدتمیزیوں سے بڑھ چڑھ کر انگریز گرگوں کا وہ کارنامہ تھا کہ جس پودے کو نصف صدی تک وہ سینچتے رہے اب وہ ایسا تناور درخت بن چکا تھا کہ اس کی ٹہنیوں کے سائے قادیان (پنجاب) سے نکل کر متحدہ ہندوستان کے مختلف علاقوں میں پڑنے لگے تھے اور اس ناپاک سائے میں مسلمانوں کے ایمان و عقیدے جھلسنے لگے تھے مسلمانوں کے درمیان انگریز نواز و تنخواہ دار مولویوں کی طرف سے ایمان و عقیدے اور نظریات کے یہ وہ زہریلے جراثیمی پودے لگا دیئے گئے جس کے نتیجہ میں تفسیق و تکفیر، مناظرے مباحثے، جدال و قتال اور دشنام طرازیوں کے بازار گرم ہو گئے۔

متحدہ ہندوستان بیشمار مدارس و خانقاہ اور اسلام کے مخلص خادموں نے ان تمام عقائد بدعیّہ اور نظریات مُحْدَثہ کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کیا۔ لیکن انگریزوں کو بہر حال اس کا فائدہ پہنچا کہ ان کا مدمقابل آج تک لڑتے جھگڑتے اور کٹتے مرتے ہیں۔

انیسویں صدی کا ربع آخر اور بیسویں صدی عیسوی کا نصفِ اول ہندوستان

ہیں مسلمانوں کیلئے بایں معنیٰ ابتلاء و آزمائش کا زمانہ گزرا ہے کہ انھیں بیرونی واندرونی دونوں سازشوں کا شکار ہونا پڑا، ایک طرف انگریزوں کی جبریہ حکومت، مسلمانوں کا تجارتوں اور ملازمتوں سے انخلاء، انکے ساتھ اہلِ حکومت واقتدار کا انکے ساتھ سوتیلاپن کا سلوک اور دوسری طرف نام نہاد ملّاؤں کی طرف سے باضابطہ سکیم کے مطابق مسلمانوں کے ایمان وعقیدے پر مسلسل شبخوں۔

جن مردانِ حق آگاہ، اور مدارس وخانقاہ نے انگریزی ملّاؤں کی شاطرانہ چالوں کا پردہ فاش کیا ان میں نمایا نام "خاندانِ سعیدی" (سعیداللہ خان) کا ہے یا ان سے تعلق رکھنے والی شخصیات و مدارس خانقاہ کا ہے۔ مولٰینا علی رضاخاں نے انگریزوں سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جہاد کرکے یہ بتایا کہ انگریز مسلمانوں کی جان و مال اور اسکی عزت وآبرو کا کھلا ہوا دشمن ہے۔ پھر ان کے نامور بیٹوں پوتوں نے، الکوبۃ الشہابیہ، المسیح الکذاب، حسام الحرمین، الصارم الربّانی وغیرہا کتب لکھ کر مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ یہ انگریزوں کے تنخواہ دار ملّا ایمان وعقیدے کے باب میں کیا کیا نئے گل کھلا رہے ہیں اور اب انکی شرعی حیثیت کیا ہے۔ ایسے ماحول وتناظر میں خاندانِ سعیدی کے چشم وچراغ اور باغ رضا کے گلِ شاداب کی کیا کیفیت رہی ہوگی۔ کہنے کی بات نہیں بلکہ چشمِ تصور سے دیکھا جاسکتا ہے کہ ایک طرف ہندوستان سے انگریزوں کے چل چلاؤ کا وقت ہے اسکا چراغ سحری ٹمٹماتے ہوئے بھی بھڑک بھڑک جاتا ہے اور اپنے خیال میں تمام خس وخاشاک کو خاکستر کر ڈالنا چاہتا ہے۔ دوسری طرف ملک وملت کے غدّار انگریزوں کے تنخواہ دار ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے ہیں کہ ان کے آقاؤں کے قدم اکھڑنے نہ پائیں۔ اور اس کیلئے شدّت کے ساتھ وہ بدعقیدگی وبدمذہبیت کا پرچار کرکے مسلمانوں کے جوشِ ایمانی اور قوتِ عمل کو مضمحل کر رہے ہیں۔ تیسری طرف تقسیم ہند اور مہاجرت کا مسئلہ بھی سر اٹھا رہا ہے۔ چوتھی طرف رحیم وشفیق والد ماجد کا سایۂ عاطفت سر سے جدا ہوتا نظر آرہا ہے اور اس غمگساری کے ماحول میں کوئی

زخموں پر مرہم رکھنے والا بھی نہیں ہے۔

سجّادگی

حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کا وصالِ پُر ملال، ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ مطابق ۲۳ مئی ۱۹۴۳ء کو ہوا۔ اور آپ نے وصال سے قبل باضابطہ تحریری طور پر حضرت جیلانی میاں قبلہ کو سجّادگی، نیابت، اہتمام دار العلوم اور تولیت وغیرہا سونپ دی تھی۔ جس کی تائید و توثیق علمار کرام نے فرمائی تھی۔ حضور حجۃ الاسلام کے عرس چہلم کے موقع پر جب علمار ربانیین کا جم غفیر موجود تھا۔ مارہرہ مقدسہ کی تائید سے آپ کو عملاً دار العلوم منظر اسلام کا مہتمم اعلیٰ، خانقاہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ کا زیب سجّادہ اور جائداد موقوفہ متعلق بجامعہ و خانقاہ کا متولی بنایا گیا۔ لیکن عرس شریف کے پروگرام کے بعد جامعہ کے اندرونی حالات اور بعض احباب کی روش کو دیکھتے ہوئے اہتمام و سجادگی سے لپٹ کر بیٹھ جانا آپ نے مناسب نہیں جانا بلکہ گاؤں کی آمد و رفت اور وہاں کی زراعت کی دیکھ بھال آپ نے جاری رکھی۔

سیاست کو صحیح رخ دیا

حضرت جیلانی میاں قبلہ نہ تو کوئی سیاسی لیڈر تھے نہ ہی سیاست سے دلچسپی تھی اور نہ ہی کسی سیاسی جماعت کے رکن تھے۔ لیکن احوالِ زمانہ سے باخبر رہنے اور اخبارات کے پڑھنے بلکہ اخبارات کے سننے کا بیحد شوق تھا اسلئے اردو، ہندی اور انگلش اخبارات سفر و حضر میں صبح صبح آپ کے پیش نظر ہوتے۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ انگریز اپنے خلاف شخصیات کو بیدھڑک جیلوں میں ڈال رہے تھے یا کالا پانی جیسے دور دراز علاقوں کی گمنامیوں میں بھیج رہے تھے۔ چونکہ حضرت جیلانی میاں، اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جس نے انگریزوں کی مخالفت اس کے تسلّط کے دور ہی سے شروع کی تھی اس لئے انگریزوں نے حضرت جیلانی میاں اور اس خاندان کے دیگر اہم افراد کے خلاف جاسوسی کا جال بچھا رکھا تھا۔ لیکن تائید خداوندی خاندانِ رضا کے ساتھ تھی آپ

کے بہت سے ساتھی سلاخوں کے پیچھے ڈال دیئے گئے ان پر لکھنؤ اور بریلی کے کورٹوں میں مقدمات چلائے گئے۔ مگر حضرت جیلانی میاں انگریزی کتوں کی دسترس سے محفوظ رہے۔ بالآخر موجودہ صورت حال اور انگریزوں کے رویہ کو دیکھتے ہوئے قوم وملت کو ذلت سے نکالنے اور فلاح وبہبودی کی راہ پر لانے کیلئے آپنے سیاسی میدان میں بھی قدم ڈالا۔ اور اپنی مختلف النوع حکمت عملی کے ذریعہ سیاسی دشمنوں سے بھی اپنی سیاسی بصیرت کا لوہا منوا لیا۔ آپکے وہ رؤسا اور امیرزادے ساتھی جو صرف سیر وشکار کے ساتھی تھے۔ ایک بار پھر آپکے گرد جمع ہو گئے۔ اس طرح آپنے پوری جمعیت اور طاقت کیساتھ انگریزی لیڈروں اور ان کی فوجی گیدڑوں کی شدت سے مخالفت شروع کی۔ آپکی دھواں دھار تقریروں نے عوام کے دلوں میں انگریزوں کے خلاف شدید نفرت وحقارت بھر دی۔ جس کے نتیجہ میں انگریزوں کے آیئن وقوانین اور اس کی کچہریوں کے ظلم وستم کے خلاف عوامی احتجاج کا سلسلہ شروع ہوا۔ شہری انتظامیہ کے خلاف عامۃ الناس نافرمانی پر اتر آئے اور سول نافرمانی کا یہ سلسلہ صرف شہر بریلی تک محدود نہیں رہا بلکہ دیہاتوں میں پھیلتا ہوا پیلی بھیت رام پور، بدایوں جیسے قریبی شہروں میں بھی پہنچ گیا۔ جس سے انگریز بہت سراسیمہ ہوئے اور ۱۹۴۵ء سے ۱۹۴۷ء کے وسط تک آپ کو گرفتار کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوسکی اور آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرنگی گرفت سے محفوظ رہے۔

اس طرح آپنے سیاست میں ضرور حصہ لیا۔ لیکن حکومت وقت کی موافقت اور حصول زر کیلئے نہیں بلکہ قوم ملت کی خدمت، دشمنان اسلام کی مخالفت اور انگریزوں کے انخلاء کیلئے۔ میدان سیاست کے آپ شہسوار نہیں تھے مگر تدبیر وبصیرت سے آپ نے سیاسی ساتھیوں کی ایسی رہنمائی فرمائی کہ فتح وکامیابی اور سرخروئی نے قدم چومے۔ اور کامیابی کے بعد بھی آپ کسی سیاسی تنظیم سے منسلک نہیں رہے اور نہ ہی کسی سیاسی جماعت کی بنیاد ڈالی بلکہ اخلاص کے ساتھ آپ نے تمام سیاسی تنظیموں سے منہ موڑ لیا۔ اس

درمیان بھی آپ فرماتے رہے کہ میری کاوشیں کسی کرسی کیلئے نہیں ہیں کیونکہ میرے لیے تو آیۃ الکرسی کافی ہے۔

تقسیمِ ہند

۱۹۴۷ء میں متحدہ ہندوستان انگریزوں کے پنجہ استبداد سے آزاد ہوا لیکن ساتھ ہی ساتھ تقسیم ہند کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا۔ پورا ملک افراتفری کا شکار ہو گیا۔ کہیں اکھنڈ بھارت کے شور شرابے تھے تو کہیں ”لیکے رہیں گے پاکستان“ کا نعرہ تھا۔ ان نعروں نے پورے ہندوستان کی فضا کو مکدر کر دیا۔ بالآخر تقسیم کی بات چیت میدان سے سمٹ کر گول میز پر آگئی اور اس وقت کی دو بڑی سیاسی تنظیموں (کانگریس اور مسلم لیگ) نے اپنے اپنے حصوں کو وسعت دینے کیلئے سیاسی جوڑ توڑ شروع کیا۔ ہندستان کا کوئی صوبہ ایسا نہیں تھا جہاں صرف ہندو یا صرف مسلمان رہتے ہوں یا صرف سکھوں کی آبادی ہو۔ ہاں غالب اکثریت کے علاقے ضرور تھے۔ اور جہاں غالب اکثریت تینوں قوموں میں سے کسی کی نہیں تھی وہاں کے قومی لیڈروں کو ان دونوں تنظیموں نے اپنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ بمبئی کی ایک بلڈنگ کے روم سے چند گھنٹوں ہی کے اندر کانگریسی لیڈروں کے اشارہ پر ”جمیعۃ العلماء“ کی ایک نئی تنظیم برآمد ہوئی۔ جس نے جمیعۃ العلماء ہند اور جمیعۃ علماء اسلام پاکستان کا روپ دھار لیا۔ اور ان دونوں جمیعتوں کے سربراہ و عہدیداران وہی انگریزوں کے زر خرید مولوی لوگ ہو گئے جنہوں نے انگریزی دورِ حکومت میں مسلمانوں کے ایمان و عقیدے پر ڈاکے ڈالے اور مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا کیا۔ اب ان تنظیموں کے ذریعہ انہوں نے پھر مسلمانوں کو دو حصوں میں بانٹنا چاہا۔ نتیجہ کے طور پر مسلمانان ہند پھر دو نظریوں کے شکار ہو گئے۔ کچھ مسلمانوں نے کانگریس کی حمایت کی اور کچھ نے مسلم لیگ کی۔ اس کھینچا تانی نے ہندو مسلم سکھ عیسائی کے درمیان پیڑ دل جھڑکنے کا کام کیا اور ہندوستانی باشندوں کے درمیان شدید نفرت و حقارت کی آگ بھڑک اٹھی

اسی درمیان مسلم اکثریت والے علاقے مشرقی و مغربی پاکستان کے نام پران لیڈروں کے حوالہ کر دیا گیا جو بزعم خود مملکتِ خداداد جمہوریۂ اسلامی کی داغ بیل رکھنا چاہتے تھے مگر آج نصف صدی گزر جانے کے بعد بھی انکا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکا ہے۔ اور ہندوستان کا درمیانی بڑا حصہ ان لیڈروں کے زیرِ انتظام دیدیا گیا جو کسی خاص مذہب کے عمل دخل کے بغیر لامذہبی جمہوری بنیادوں پر ملک چلانے کے داعی تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایسا دعویٰ تھا جس کے حامی و مددگار نسبتًا بہت زیادہ تھے۔ لہٰذا زیادہ بڑا حصہ ان کے ہاتھوں میں آیا۔

تقسیمِ ملک کے بعد مہاجرت و تشنارتھی کا قیامت خیز ہنگامہ برپا ہوا۔ یعنی جو لوگ جمہوریۂ اسلامی کا خواب دیکھ رہے تھے انہوں نے مسلم اکثریتی علاقوں کی طرف رختِ سفر باندھا۔ اور جو لوگ اکھنڈ بھارت کا سپنا دیکھ رہے تھے وہ ہندو اکثریتی علاقوں کی طرف چل دیئے۔ لیکن یہ چل چلاؤ اتنا مہنگا پڑا کہ ہزاروں مساجد و معابد۔ منادر و گرودوارے نذرِ آتش ہو گئے لاکھوں عورتیں بیوہ اور کروڑوں بچے یتیم و بے سہارا ہو گئے لاشوں سے بھری ہوئی ٹرینوں کی درآمد و برآمد ہونے لگیں، سیکڑوں لاپتہ ہو گئے۔ پورا برصغیر زلزلۂ عظیم کی آغوش میں آگیا۔ آگ کے شعلوں نے قیامت برپا کردی۔ جگہ جگہ خون کی ایسی ہولی کھیلی گئی جس سے گلی کوچے ہی نہیں نانے پرنالے بھی رنگین ہو گئے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد آپس میں وَیَسْفِكُ الدِّمَاءَ کا کھلے عام مظاہرہ کرتی رہی اور ابلیس ٹھٹھے مار مار کر ہنستا رہا۔

لیکن اس ہماہمی اور دہکتے ہوئے شعلوں کے درمیان بھی ملک کے بیشتر حصوں میں ایسے امن پسند اور شانتی جو یاں حضرات یا چھوٹی چھوٹی تنظیمیں موجود تھیں جو اس قیامت خیز ہنگامہ کو فرو کرنے میں لگی ہوئی تھیں۔ وہ حضرات چاہتے تھے کہ اس نام نہاد ہجرت کا سلسلہ بند ہو۔ لوگ اپنے اپنے آبائی وطن میں رہ کر اطمینان و وقار کے ساتھ زندگی بسر کریں اور دستور دآئین کے مطابق اپنے واجبی حقوق کو حاصل کریں تاکہ مٹھی بھر غنڈوں

اور انسانی جانوروں کے سوداگروں کو کھیل کھیلنے کا موقع نہ ملے۔

انہی حضرات میں حضرت جیلانی میاں قبلہ کی ذاتِ گرامی بھی تھی جو اس خاک و خون کے ماحول میں دور و دراز علاقوں کا سفر فرماتے اور مسلمانوں کو ترک وطن سے روکتے پنجاب کے پٹودی علاقے مارواڑ، اور راجستھان کے سرحدی علاقے اور اتر پردیس کے مختلف علاقوں میں تن تنہا تشریف لے گئے جہاں اجتماعی حیثیت سے آپ نے تقریریں کیں امن داماں کی ترغیب دی ترک وطن کے مضرات کو سمجھایا اور وطن میں رہ کر اپنے حقوق حاصل کرنے کا حوصلہ دیا۔

پھر بریلی سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہجرت مخالف تحریک کا باضابطہ آغاز فرمایا۔ شہروں اور دیہاتوں میں دھواں دھار تقریریں کیں پمفلیٹس چھپوا چھپوا کر تقسیم کروایا جس کے نتیجہ میں بریلی، بدایوں اور رامپور وغیرہ شہروں اور اسکے قصبات کے بہت سے مسلم گھرانے ترک وطن سے باز آئے۔ آپ کے ان کارناموں کو دیکھ کر بھارت کی نئی حکومت کے حکمرانوں اور سیاسی لیڈروں نے آپ کو ملکی سیاست میں اتارنا چاہا اور بعض عہدوں کی پیشکش بھی کی لیکن آپ نے عملی طور پر سیاست میں حصہ لینے اور عہدہ کے قبول کرنے سے صاف صاف انکار کر دیا۔ اور فرمایا میں نے جو کچھ کیا وہ کسی سیاسی مفاد کا حصہ نہیں ہے بلکہ اپنے ضمیر کی آواز پر کیا ہے اور قوم و ملت کی بہتری سمجھ کر کیا ہے۔

ان کا جو فرض ہے ارباب سیاست جانیں
اپنا پیغام محبت ہے سبھوں تک پہنچے!

سیاست میں لانے کی آخری کوشش

حضرت جیلانی میاں قبلہ حسب سابق اپنی روش پر قائم رہے اور کسی سیاسی لیڈر کی کوشش کامیاب نہیں ہوئی۔ تو اس وقت کے مشہور سیاست داں اور قومی لیڈر "گوبند بلبھ پنت،، نے حضرت والا سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ وہ چاہتا

تھا کہ کسی طرح حضرت جیلانی میاں کو اپنی حمایت میں لیلے۔ تاکہ مسلمانوں کا ووٹ بغیر کسی کدو کاوش کے اسے ملتارہے لیکن حضرت نے ملاقات کی اجازت نہیں دی۔ بالآخر وہ مجبور ہو کر بغیر دعوت کے بریلی پہنچا اور حضرت کے آستانہ پر حاضر ہونا چاہا۔ بغیر اطلاع کے حضرت کی قیام گاہ محلہ خواجہ قطب پہنچ گیا۔ لیکن حضرت اس کے پہنچنے سے پہلے ہی پرانے شہر جا چکے تھے۔ گو بند بلبھ پنت نے کچھ دیر انتظار کیا اور خواجہ نیاز بریلوی کے حلقۂ مزار میں ٹھہرا رہا۔ لیکن حضرت واپس تشریف نہیں لائے۔ مجبور و مایوس ہو کر وہ لوٹ گیا تو حضرت اپنے دولت کدہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ جن شرطوں پر میں اس سے ملاقات کر سکتا تھا وہ ان شرطوں کے پوری کرنے کی نہ اہلیت رکھتا ہے اور نہ اس کے پاس ایسی طاقت ہے کہ طاقت کے بل بوتے پر ان شرطوں کو پوری کر سکے تو ایسی صورت حال میں اس سے ملاقات عبث تھی اس لئے میں پرانے شہر چلا گیا۔

دارالعلوم منظر اسلام کا اہتمام

جامعہ رضویہ منظر اسلام کا قیام اعلیحضرت عظیم البرکتہ علیہ الرحمہ کے حکم سے عمل میں آیا تھا لیکن اسکے بانی مبانی حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کی ذات گرامی تھی اور اس جامعہ کا تاریخی نام ,,منظرِ اسلام ۱۳۲۲ھ،، حضرت استاذ زمن علامہ حسن بریلوی (برادر اعلیحضرت) نے تجویز فرمایا تھا۔ اس جامعہ کے بانی دسربراہِ اعلیٰ حجۃ الاسلام تھے اور اعلیحضرت کے ایماں پر اسکے مہتمم اول حضرت استاذ زمن علامہ حسن تھے۔ اور اسکی نیابت حجۃ الاسلام کے خادم خاص حضرت فدا یار خان کو حاصل تھی، پھر تین سال کے بعد جب اہتمام کی ذمہ داری بھی حضور حجۃ الاسلام پر آگئی تو اس وقت بھی فدا یار خان صاحب نائب مہتمم تھے۔ پھر وصال سے پہلے حضور حجۃ الاسلام نے جامعہ منظر اسلام کا اہتمام حضرت علامہ مفتی تقدس علی خاں صاحب (پسر نسبتی) کے حوالہ کر دیا، جسکو ترک وطن سے پہلے پہلے آپ باحسن وجود نبھاتے رہے۔ اسی دومیان میں حضور حجۃ الاسلام

علیہ الرحمۃ السلام کا وصال پر ملال بھی ہو گیا۔ اور وصال سے پہلے تقریری و تحریری طور پر حجۃ الاسلام نے اپنے بڑے صاحب زادے حضرت جیلانی میاں قبلہ کو خانقاہ کی سجادگی جامعہ کا اہتمام اور جائداد موقوفہ کا متوّلی نامزد فرما دیا تھا۔ مگر ملک بھر میں سیاسی اتھل پتھل، انگریزی حکومت کا خاتمہ، انگریزوں کا ہندوستان سے انخلاء، تقسیم ملک، اور ترک وطن کا جنون یہ سب ایسے مسائل تھے جس سے بالکلیۃً چشم پوشی کر لینا ممکن نہیں تھا، لہٰذا حالات کے تقاضے کے مطابق قوم و ملت کی فلاح و بہبودی کیلئے حضرت جیلانی میاں قبلہ کو حالات حاضرہ کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اِدھر حضرت مفتی تقدس علی خاں صاحب نے بھی جامعہ کو خیرباد کہدیا۔ اور اسکا انچارج فیاض نامی ایک شخص کو بنا گئے، فیاض نے حضرت جیلانی میاں قبلہ کی عدم توجہی کو دیکھتے ہوئے جامعہ و خانقاہ میں خوب فیاضانہ لوٹ مار مچائی، سارے حساب و کتاب کو خرد برد کر دیا۔ طلباء کے وظائف اور مدرسین و ملازمین کے مشاہروں کو روک کر اپنے اہل و عیال اور یار دوست میں اپنی نام نہاد فیاضی کا مظاہرہ کرتا رہا۔

اعلیحضرت کا لگایا ہوا چمن، استاذ زمن حضرت حسن اور مرشد نا حضور حجۃ الاسلام کا سینچا ہوا گلشن جس نے قلیل عرصہ میں ایمان و یقین اور اعمال صالحہ کی سدابہار خوشبو سے ہند و بیرون ہند کو معطر کر دیا تھا جس میں حضور سیدنا مفتی اعظم ہند، حضور ملک العلماء حضور برہان الملۃ، حضور شیر بیشۂ اہلسنّت، حضور محدّث بہاری، اور حضور مفسر اعظم رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے درجنوں شگفتہ پھول کھل چکے تھے۔ جنکی برکات و اثرات انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہیں گے۔ مگر فیاض جیسے نااہل کے ہاتھوں چمن رضوی، گلشن حامد اور صحن حسن کا پتہ پتہ کمھلا رہا تھا، جسکو دیکھتے دیکھتے رضوی عقیدت مندوں، حامدی ارادت مندوں اور مفسر اعظم کے نیاز مندوں کا پیمانۂ صبر لبریز ہو چکا۔ انہوں نے سوچا کہ اس سے پہلے کہ فیاض کے ساتھ کوئی خون خرابہ کا معاملہ پیش آئے حضرت جیلانی میاں قبلہ سے مشورہ نے لینا چاہیئے

چنانچہ مخلص ارادتمندوں کی جمیعت نے خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال سے حضرت جیلانی میاں قبلہ کو آگاہ کیا۔ حضرت نے فرمایا میں دیکھتا بھی ہوں اور سمجھتا بھی ہوں مگر جب تک خود ہمارے لوگوں کا ہاتھ اسکی پشت پر ہے اسکے خلاف کچھ کرنا بے فائدہ ہوگا۔ حضرت کے اس جواب سے ان حضرات کے فولادی عزم میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ جوش وجذبہ میں آکر عرض کیا۔ حضور! اس گلشن علم وادب کی آبیاری میں ہمارے بزرگوں خاص کر اعلیحضرت کا خون جگر شامل ہے ہم لوگ اسے اپنی نگاہوں کے سامنے تخت وتاراج ہوتے نہیں دیکھ سکتے یا تو حضور حجۃ الاسلام کے حسب وصیت آپ اس کی ذمہ داری قبول فرمائیں یا ہم لوگوں کو اجازت دیں کہ فیاض سے نپٹ لیں۔ آپ نے فرمایا اگر آپ سبھی لوگ میرے ساتھ ہیں تو آپ کی دونوں باتیں پوری ہوئیں۔ یعنی اب میں ابا حضور کی وصیت وچاہت کے مطابق جامعہ کے اہتمام کی ذمہ داری لیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اپنے آخری وقت تک ہر ممکن اور جائز وسائل سے اسکی خدمت کرتا رہوں گا۔ اور آپ لوگوں کو اجازت دیتا ہوں کہ بات چیت کے ذریعہ ہو یا پنچایت کے ذریعہ ہو یا مقدمات وفوجداری کے ذریعہ ہو یا جس طرح بن پڑے جامعہ منظر اسلام کو غاصبانہ قبضے سے آزادی دلوایئے۔

فیاض میاں بات چیت سے نہ ماننے تو مجبور ہو کر رضوی حامیوں اور حامدی عقیدت مندوں نے مقدمہ دائر کر دیا جسکے نتیجہ میں ایک ہی تاریخ کے بعد حکم امتناعی نافذ ہو گیا اور فیاض کو جامعہ سے روپوش ہونا پڑا۔ پھر چند نام نہاد تاریخوں کے بعد حضرت جیلانی میاں قبلہ کے حق میں مقدموں کا فیصلہ ہو گیا۔ اور اس طرح جامعہ سے فیاض کا دخل قبضہ ختم ہوا۔

حضرت جیلانی میاں بحیثیت مہتمم

متحدہ ہندوستان کے تینوں حصوں میں مستحکم حکومتیں قائم ہو چکی تھیں

ترکِ وطن کا سلسلہ بھی بند ہو چکا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے اثرات بھی کم ہوئے تھے۔ اور جامعہ منظر اسلام سے فیاض میاں کا بسترہ بھی گول ہو چکا تھا۔ اب حضرت جیلانی میاں قبلہ نے گاؤں کی آمد و رفت چھوڑ کر تمام پرانے دوستوں سے منہ موڑ کر شکار و سیاست کے رشتہ توڑ کر اپنی تمام تر توجہات جامعہ رضویہ منظر اسلام اور خانقاہ عالیہ قادریہ رضویہ کی طرف مرکوز کر دیا۔ لیکن ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۸ء کے درمیان بہت کچھ لٹ چکا تھا۔ دارالعلوم کی حالت خزاں رسیدہ چمن کی مانند ہو چکی تھی، خانقاہ شریف کی دیکھ بھال اور اس کی کنجی جناب حاجی کفایت اللہ صاحب مرحوم کے ہاتھوں میں تھی وہ جب چاہتے زائرین کیلئے مزارِ اعلیٰ حضرت کا دروازہ کھولتے اور جب چاہتے دروازہ بند کر کے اندر آرام کرتے۔

حضرت جیلانی میاں قبلہ نے مستقل طور پر بریلی شریف میں طرحِ سکونت ڈالی آپ کے شب و روز، صبح و شام بلکہ ایک ایک پل مدرسہ و خانقاہ، مسجد رضا اور خواجہ قطب کے جائے پناہ میں بسر ہونے لگے۔ آپ نے یادگارِ رضا "منظر اسلام" کو حیات تازہ دینے اور اس کی رگوں میں خون پہنچانے کیلئے بڑی جدوجہد اور مثالی قربانیاں پیش فرمائیں۔ مشاہیر علماء اور کہنہ مشق اساتذۂ کرام سے دارالعلوم خالی ہو چکا تھا۔ ہونہار طباع و ذہین طلباء بھی دوسرے مدارس کا رخ کر چکے تھے۔

آپ نے دارالعلوم کی معمولی مرمت کے بعد سب سے پہلے قابل و محنتی اساتذۂ کرام کو دارالعلوم میں یکے بعد دیگرے لانا شروع کیا کیونکہ آپ اس گر کو اچھی طرح جانتے تھے کہ جہاں چشمہ صافی ہوتا ہے۔ پیاسے وہاں ٹوٹ ٹوٹ کر پہنچتے ہیں۔ چنانچہ حضرت علامہ محمد احسان علی صاحب محدث بہاری جو اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ کے دور گرامی سے بریلی شریف میں تھے اور حجۃ الاسلام کے دورِ اہتمام سے دارالعلوم منظر اسلام کے سینیر مدرس عربی تھے ان کو دوبارہ دارالعلوم میں آنے پر راضی کر لیا اپنے دور

کے محقق اور نامور مفتی حضرت بحرالعلوم مولینا سید افضل حسین صاحب بہاری کو صدر المدرسین کا منصب عطا فرما کر دارالعلوم میں لے آئے اسی طرح حضرت مولینا مفتی حافظ محمد احمد جہانگیر صاحب وغیرہ کا تقرر فرمایا اور خود بھی کتب متوسطات سے مطولات تک کا درس دینے لگے۔ جسکا مفید نتیجہ یہ سامنے آیا کہ چند ہی دنوں میں ذہین و محنتی طلباء سے دارالعلوم بھر گیا۔ ماضی کی یاد تازہ ہو گئی۔ دارالعلوم یا خانقاہ کے بالائی حصے میں گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے ایک ایک مسجد میں دو دو تین تین طلباء نے اپنے رہنے سہنے کی گنجائش نکالیں دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں طلباء اپنی علمی تشنگی کو بجھانے کیلئے دارالعلوم میں آ گئے۔

حضرت جیلانی میاں قبلہ کی دلی خواہش تھی کہ جامعہ پھر سے اپنی روایات سابقہ کے ساتھ زندہ و پائندہ ہو جائے اور اسکی بنیادیں اس قدر مضبوط و مستحکم ہو جائیں کہ پھر کسی نااہل ناظم و مہتمم کی نااہلیت کا شکار نہ ہونے پائے۔ کیونکہ آپ اچھی طرح جانتے تھے کہ جامعہ رضویہ منظر اسلام اگرچہ اپنے حدود اربعہ اور تعمیرات کے اعتبار سے بہت مختصر ہے لیکن نتائج و اجر کے اعتبار سے عظیم تر ہے کیونکہ یہی وہ دینی ادارہ ہے جو اعلیحضرت عظیم البرکتہ علیہ الرحمۃ کو حضور رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حضور قیامت کے دن ایک سید زادہ کی نالش سے بچانے والا اور انعام بیکراں دلانے والا ہے۔ چنانچہ حضرت جیلانی میاں قبلہ نے مدرسین و طلباء کی اصلاحات کے ساتھ دفتری نظام کی طرف بھی توجہ دی حافظ انعام اللہ صاحب، منشی طفیل صاحب کو باضابطہ مشاہرہ پر بحال کیا اور دیگر کئی حضرات کو رضاکارانہ طور پر ان کا معاون و مددگار بنایا۔ اس طرح دارالعلوم کا اپنا مستقل دفتر ہو گیا جہاں جامعہ کے تمام ضروری کام شب و روز انجام پانے لگے۔ کون مدرسین و طلباء درس کی کس ساعت میں مدرسہ کے اندر حاضر نہیں تھا دفتر سے چند منٹوں میں معلوم ہو جاتا۔ اسی طرح یہ بھی معلوم کرنا دشوار نہیں تھا کہ کس طالب علم نے کس کتاب کو ایک ماہ میں کہاں سے کہاں تک پڑھا۔ اسی طرح ہفتہ روزہ

ماہانہ، سالانہ کہاں کہاں سے کس مد میں کتنی رقم آئی اور کن کن مدات میں خرچ ہوئی ابھی بچت کتنی ہے کا معلوم کرلینا نہایت آسان تھا۔ کیونکہ حضرت والا روزانہ اپنی درسگاہ میں داخل ہونے سے پہلے دفتر میں قدم رنجہ فرماتے یومیہ حساب و کتاب کو دیکھتے اور منشیوں، کلرکوں کو ضروری ہدایات سے نوازتے۔

دار العلوم کے ذرائع آمدنی

حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے آخری دور ہی سے دار العلوم کی آمدنی کم ہوگئی تھی کیونکہ اسکی کوئی مستقل آمدنی کا ذریعہ تھا ہی نہیں۔ سنی مسلمانوں کے مخلصانہ ہنگامی تعاون سے اسکا سارا کاروبار چل رہا تھا۔ حضور حجۃ الاسلام کی تمام تر ذاتی آمدنی بھی دار العلوم ہی میں خرچ ہو رہی تھی۔ حضرت مفتی تقدس علی خاں صاحب کے دور نظامت میں بیرونی آمدنی تقریباً ختم ہوگئی، صرف متوسلین حضرات کے تعاون اور شہری آمدنی سے جامعہ چل رہا تھا۔ اور جب فیاض میاں کا دور حکومت آیا تو رہی سہی آمدنی بھی محدود سے محدود تر ہوگئی۔ حضرت جیلانی میاں قبلہ کے ہاتھوں میں دار العلوم کا ڈھانچہ آیا جس میں نہ مدرسین تھے نہ طلباء، نہ اسکا کوئی دفتر تھا نہ درسگاہ۔ اور نہ ہی کوئی آمدنی کا ذریعہ۔ اسلئے تعلیمی و تدریسی نظام کو سدھارنے کے بعد شعبۂ مالیات کی طرف متوجہ ہوئے۔ جامعہ کے شعبۂ مالیات کو مضبوط بنانے کیلئے آپنے کئی جتن کئے۔ مثلاً۔

(۱) ملک گیر تبلیغی و اصلاحی دورہ جس میں آپنے دار العلوم کے مقاصد قیام اور اسکی نشأۃ ثانیہ کو عامۃ المسلمین کے سامنے رکھا۔ اور انکے خوابیدہ ضمیروں کو جھنجھوڑتے ہوئے انہیں دار العلوم کے تعاون کیلئے آمادہ کیا۔

(۲) عقائد و اعمال صالحہ پر مشتمل رسالوں اور کتابچوں کی شکل میں مضامین کی اشاعت۔ تاکہ اس کے ذریعہ جو منافع ہو وہ کلیۃً دار العلوم کے شعبۂ مالیات میں جائے۔

اس کا طریق کار یہ تھا کہ ہزاروں کی تعداد میں کتابچوں کی اشاعت ہوتی جسے آپ اپنے مخیر مریدوں اور متدین متوسلین و معتقدین رضویہ کو سو دو سو کی تعداد میں قیمتاً دے دیتے اور وہ حضرات اسے بیچ کر یا مفت تقسیم فرما کر اس کی کل قیمت دارالعلوم کی تحویل میں جمع کر دیتے۔

(۳) ذاتی مصارف سے دینی جلسوں کا اہتمام۔ مسلمانوں کا وہ نادار و پسماندہ طبقہ جو اپنی غربت کی وجہ سے اپنے علاقوں میں جلسہ و جلوس کا اہتمام نہیں کر پاتے تھے۔ آپ انہیں حوصلہ دیتے مالی مدد فرماتے، فرش و فروش اور لاؤڈ سپیکر وغیرہ کا خود انتظام کرتے پھر اپنے بعض شاگردوں کے ساتھ ان جلسوں میں تقریریں کرتے اور ایسے مقررین کو بلانے کی مخالفت فرماتے جو نذرانے طے کر کے آتے تھے۔ ان جلسوں میں غربا اور نادار حضرات اپنی خوشی سے جو چندہ وصول کرتے اس میں سے جلسہ کے اخراجات وضع کرنیکے بعد جو بھی رقم بچتی وہ دارالعلوم کو دیدیتے۔

(۴) چونکہ حضرت جیلانی میاں قبلہ نے لاؤڈ سپیکر، دری، جازم، شامیانہ اور ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کا خود انتظام کر رکھا تھا۔ تاکہ جن بستیوں اور آبادیوں میں مسلمان کم اور نادار ہیں وہاں محافل میلاد شریف۔ محافل درود خوانی، محافل ذکر اور چھوٹے موٹے جلسوں کا اہتمام کیا جا سکے اور ان محافل کے ذریعہ وہاں کے باشندوں کو دین حق اور مذہب اہلسنّت و جماعت سے قریب کر کے ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی جا سکے۔ یہ پروگرام اپنے نتائج کے اعتبار سے نہایت کامیاب اور دارالعلوم کیلئے مفید ثابت ہوا۔ کیونکہ لوگوں کو دینی و شرعی معلومات بھی فراہم ہوئی پھر وہ دارالعلوم و خانقاہ سے قریب بھی ہوئے اور دارالعلوم کیلئے ماہانہ و سالانہ ممبری قبول کرنے کیلئے از خود پیش قدمی بھی کی۔

(۵) ماہنامہ "اعلیٰ حضرت،، کا اجراء، اس ماہنامہ رسالہ کا اجراء بھی دارالعلوم کے مفاد میں ہوا تاکہ اس کے ذریعہ عام معاونین جامعہ اور متوسلین رضویہ کو دارالعلوم کے

احوال وکیفیات کی خبریں ملتی رہیں اور دارالعلوم کی آمد وخرچ فلاح وترقی اور کارکردگی سے عام مسلمان آگاہ ہوتے رہیں۔ چنانچہ ماہنامہ اعلیحضرت کے کئی صفحات صرف آمد وخرچ کیلئے وقف تھے اور کئی صفحات مبلّغین ومحصلین کے کارہائے نمایاں کے لئے مختص تھے۔

یوں تو بریلی شریف سے کئی دینی ماہنامے جاری ہوئے لیکن وہ گردشِ حالات کے شکار ہوگئے۔ یا دقفہ وقفہ سے نکلتے اور بند ہوتے رہے۔ مثلاً یادگار رضا، الحامد، نوری کرن، وغیرہ آستانۂ اعلیحضرت سے پہلے پہل ماہنامہ یادگار رضا جاری ہوا جس کے مدیر اعلیٰ حضرت مولانا مفتی ابرار حسن تلہری اور نائب مدیر مولٰینا ابوالفرح محمد علی حامدی تھے۔ اس رسالہ کا اہتمام بھی حضرت جیلانی میاں قبلہ کے ہاتھوں میں تھا۔ وہ ایک دینی، اخلاقی، تمدنی، تاریخی اور علمی مجلہ تھا جس نے اپنے دور کے ہر چیلنج کا دندان شکن مقابلہ کیا اور ہر فتنۂ تازہ کا دفاع کیا مگر حضور حجۃ الاسلام کے پردہ فرماتے ہی وہ بھی یادگار ماضی بن کر رہ گیا۔ نوری کرن کا اجرا ہوا اچھے مضمون نگار حضرات کے نگارشات سے مزین ہو کر سالہا سال سنی افکار واذہان رکھنے والے حضرات کی نگاہوں کی زینت بنتا رہا۔ لیکن وہ بھی پردۂ گمنامی میں روپوش ہوگیا۔ ایک ماہنامہ "اعلیٰ حضرت" ہی ایسا ماہنامہ ہے جس کو جاری ہوئے چالیس سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا مگر بحمدہ تعالےٰ اب تک کامیابی کے ساتھ منزلِ ترقی کی جانب گامزن ہے۔ آج کل اسکی ادارت سجادہ نشین اعلیٰ حضرت، نبیرۂ مفسر اعظم، خلف اکبر ریحان ملت حضرت مخدومی الحاج الشاہ سبحان رضا خان عرف سبحانی میاں قبلہ فرما رہے ہیں، اللہ جل شانہٗ اس مبارک ماہنامہ کو نظر بد سے بچائے اور ملت کیلئے دینی معلومات کا ذخیرہ بنائے۔ آمین۔

ماہنامۂ اعلیحضرت کا پہلا شمارہ

ماہ جماد الاخری ۱۳۸۰ھ دسمبر ۱۹۶۰ء میں ماہنامہ "اعلیحضرت" کا پہلا شمارہ آستانہ

اعلیٰ حضرت مرکز اہلسنت سے جاری ہوا۔ جاری کرنیوالی وہ ذات گرامی تھی جن کو حجۃ الاسلام کے زیر سایہ مطبع اہلسنت بریلی اور ماہنامہ یادگار رضا بریلی کے اہتمام و انتظام کا پورا پورا تجربہ تھا، پریس اور پریس لائن کی پوری مہارت تھی۔ تقریر و تحریر کا ملکہ تھا۔ پھر بھی کسی میگزین کو نکالنے کیلئے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے سرمایہ ہو یا سرمایہ داروں کا بھرپور تعاون ہو مطالعہ کنندگان میں ذوق و شوق ہو۔ خاص دینی رسالہ جس میں شرعی اشتہارات تقریبًا ناپید ہوتے ہیں اور غیر شرعی اشتہارات کی اشاعت پر پابندی ہوتی ہے جس کے سرمایہ داروں پر دینی مفاد کیلئے اپنی آمدنی کا دو ڈھائی فیصد نکالنا بھی دشوار ہو۔ درمیانی آمدنی والوں میں رسائل و اخبارات کے مفت مطالعہ کا رجحان ہو اور پڑھے لکھے لوگوں میں رسائل و اخبارات کے مفت حاصل ہوتے رہنے کی عادت ہو۔ ایسی صورت میں کسی دینی ماہنامہ رسالہ کا اجراء جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ لیکن حضرت جیلانی میاں قبلہ نے بے سرو سامانی کے باوجود خدائے حیّ لایموت کی ذات پر بھروسہ نبیٔ رؤف و رحیم کے تعاون پر یقین اور غوث الاعظم کی بارگاہ میں استغاثہ کی درخواست پیش کرتے ہوئے آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ بریلی سے ماہنامہ دینی رسالہ کا اجراء فرما دیا۔ جس کا پہلا عرض حال یہ تھا۔

> عرصے سے ایک ماہنامہ رسالہ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ اہلسنت کے پاس نہ رسائل ہیں نہ اخبارات، خصوصًا ہندوستان۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ ہر طرف باطل کی سیاہ کالی گھٹائیں چھاتی چلی جا رہی ہیں اور اس کا کوئی مداوا نہیں ہو رہا۔ اس سلسلہ میں کرنے کی ضروری چیز "روزنامہ اخبار" "ماہنامہ رسائل" اور مدارس اہلسنت کی بڑے پیمانہ پر امداد ہے۔ اس سے بھی زیادہ باہمی تعاون۔ اعتماد۔ اور کام کرنیوالوں کی حوصلہ افزائی ہے۔ مگر جو ہو رہا ہے اور انداز یہ ہے کہ جو ہوتا ہے گا وہ ہے جمود و تعطل

بے حسی۔ افراتفری، مخلصوں محنت کشوں اور کارکنوں کو تنگ کرنا، ان پر بے جا نکتہ چینیاں، گروپ بندیاں، اور اسی ٹائپ کی دیگر بہت کچھ ۔۔۔۔۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ضرورت داعیہ کے پیش نظر یہ رسالہ شائع ہو رہا ہے۔ خدا کرے اس کی اشاعت میں کوئی رکاوٹ نہ پڑے اسی عزم پر شائع کیا جا رہا ہے۔ بہر حال ضرور شائع ہونا ہے۔ خدا نے چاہا مستقل شائع ہوگا۔۔ یہ رسالہ ایسا ہی چلے گا جیسا دار العلوم (رضویہ منظر اسلام)۔ ماہنامہ اعلیحضرت انشاء اللہ تعالیٰ قمر نامہ ہی ہوگا۔ ابھی تو ہلال ہے ایک دن آئیگا جب یہ بدرِ کامل ہو جائے گا۔ اور یہ ہو کر رہے گا۔ (ماہنامہ اعلیحضرت جمع ۱۳۸۰ھ ص۲)

یہ ہے فراستِ مومن کا اعلان و اظہار کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور جو بولتا ہے تو نطقِ حقیقت کے ساتھ بولتا ہے۔

ع۔ گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

آج سے بیالیس سال پہلے بے سروسانی کے عالم میں جو کچھ لکھا گیا اسکا حرف بحرف لباسِ حقیقت کے ساتھ سب کے سامنے جلوہ گر ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ یہ اس کی زبان و قلم کی تاثیر ہے۔ جسکو اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ نے انکے چہار سالہ ننھی سی عمر میں اپنی زبان فرمایا تھا۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت کی اشاعت پر اہل زبان و ادب اور سنّی شاعروں نے منثور و منظوم تہنیّت نامے ارسال کیے جو وقفہ وقفہ سے اشاعت پذیر ہوتے رہے۔ خود ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے منیجر اور دار العلوم منظر اسلام کے کلرک اوّل جناب حافظ انعام اللہ صاحب تسنیم بریلوی نے ماہنامہ اعلیٰ حضرت سے متعلق فارسی زبان میں ایک مرصّع نظم ترتیب دیا جس کے بعض اشعار کو بطور یادگار یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

چراغ "اعلیٰ حضرت" جلوہ گر شد | چوں مہر و ماہ بر چرخِ صحافت
تعالیٰ اللہ از تابانیٔ او | بود روشن دلِ ہر اہلسنّت
بہ کشتِ نجدیّت چوں برقِ خاطف | چو بارانِ کرم بر اہلسنّت
بہ مدحِ مصطفیٰ رطب اللّسان ست | چہ شیریں ست کلام اعلیٰحضرت
بہ زیر سر پرستیٔ براہیم | رُخ تاباں نمودست "اعلیٰحضرت"
براہیم آں مفسّر آں محدّث | کہ چو او نیست کس در اہلسنّت
خرد افزا ہمہ اقوال او بپند | سبق بُردہ زیوناں او بہ حکمت
عرب ہم پیشوائے خویش خوانند | زہے ایں عزّ و شانِ اعلیٰحضرت

طفیلِ ساقیٔ تسنیم و کوثر
منم تسنیم مستِ اعلیٰ حضرت

(٦) دارالعلوم کے ذرائع آمدنی میں تعویذات نویسی، نقشہ جات حفاظت دوکان و مکانات، اور طغرے جات کو بھی دخل تھا لیکن عوامی مطالبات و رجحانات کے پیش نظر اس کام کیلئے آپ کسی خادم یا شاگرد کو ساتھ رکھتے اور انہیں تاکید ہوتی کہ کسی حاجتمند سے روپیہ پیسہ کا مطالبہ ہرگز نہیں کیا جائے۔ ہاں اگر وہ خوش ہوکر بطور خود کچھ دیدے تو دارالعلوم کیلئے قبول کر لیا جائے۔ لہٰذا دعا، تعویذ اور طغریٰ جات وغیرہ کے ذریعہ جو فتوحات ہوتیں وہ سب دارالعلوم کے شعبۂ مالیات میں جمع کر دی جاتیں۔

(۷) سفراء و محصّلین اور مبلّغین کی تقرّری۔ اس جماعت میں زیادہ تر نئے فارغین علمائے کرام ہوتے یا وہ حامدی حضرات ہوتے جنہیں خانوادۂ اعلیٰ حضرت اور دارالعلوم سے والہانہ عشق ہوتا۔ ان میں اکثر وہ ہوتے جو صرف سفر خرچ کی بنیاد پر مخلصانہ طور پر اشاعت دین اور چندہ کی فراہمی میں شب و روز دور و دراز علاقوں میں لگے رہتے۔ اور کچھ ایسے حضرات بھی تھے جن کے لئے ماہانہ مشاہرے مقرر تھے۔ ابتداءً کچھ لوگوں نے کمیشن پر

کام کرنے کی بات کی لیکن حضرت جیلانی میاں کی حکمت علمی، شفقت و ترحم اور شرعی نقائص کے اظہار و وضاحت کے بعد وہ لوگ بھی ماہانہ مشاہرہ پر کام کرنے کیلئے راضی ہوگئے۔ اس طرح سفراء و محصّلین کے ذریعہ دارالعلوم کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوگیا۔ ان سفراء و محصّلین کے ذریعہ جو بھی آمد و خرچ ہوتے اس کی تفصیلی رپورٹ ماہنامہ اعلیٰ حضرت میں شائع ہوتی اور ماہنامہ کو اکثر چندہ دہندگان کے پاس بھیج دیا جاتا جس کے نتیجہ میں چندہ دہندگان کا اعتماد سفراء دارالعلوم کے حق میں زیادہ بحال ہوتا اور چندہ کی رقم المضاعف ہوجاتی۔

(۸) موسم زکوٰۃ و صدقات کے علاوہ عام دنوں میں بھی ملک کے مختلف صوبجات اور علاقوں سے بذریعہ منی آرڈر امدادی ورکنی رقوم دارالعلوم کے دفتر میں آتی رہتی تھیں جنکی باضابطہ رسیدیں اور شکریہ کا خط حضرت کے دستخط کے ساتھ معاونین کو بھیجدی جاتیں۔ اس طرح بھی معاونین کو یقین ہوجاتا کہ انکی رقمیں صحیح جگہ اور صحیح مصرف میں پہنچ چکی ہیں۔

ان تمام ذرائع آمدنی کے علاوہ حسب ضرورت آپکا ملک گیر تبلیغی دورہ نہایت کامیاب رہتا۔ مدرسین و ملازمین کی تنخواہوں کی ادائیگی عموماً آپکے سفر کی واپسی پر ہوتی کیونکہ سفر میں مریدوں مخلصوں کی جانب سے جو نذرانے خدمت میں پیش ہوتے یا منتظمین جلسہ و جلوس کی طرف سے جو سفر خرچ لفافے ملتے وہ سب کے سب دارالعلوم کی تحویل میں جمع کردیئے جاتے۔ جہاں سے مشاہرے اور وظائف کی تقسیم عمل میں آتی تھی۔

حضرت جیلانی میاں کا طریقۂ اہتمام

جب دارالعلوم منظر اسلام کی تعلیمی و تدریسی حالات اطمینان بخش ہونے لگی اور مالی بحران کا زمانہ تقریباً ختم ہوگیا تو حضرت جیلانی میاں قبلہ نے دارالعلوم کے استحکام کیلئے اسکے اہتمام کی طرف خاصی توجہ دی۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جب

دارالعلوم منظر اسلام کی عمارت بغیر کسی منزل کے تھی۔ دارالعلوم کے صدر دروازہ کی پیشانی پر "یادگار اعلیٰ حضرت جامعہ رضویہ، دارالعلوم منظر اسلام" کا قدآدم بورڈ آویزاں تھا جو بھی راہ گیر سڑک سے گزرتا بورڈ پر اسکی نگاہ ضرور پڑتی۔ سڑک کی سطح سے تین چار زینوں کی بلندی پر دارالعلوم کی عمارت شروع ہوتی تھی۔ عمارت کے جنوب و مشرق میں تنگ سڑکیں اور مغرب میں گلی تھی، شمال کی جانب "مسجد بِشنا" کی وسیع و مستحکم فصیل اور اس سے متصلاً ایک گلی کے فاصلہ پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کے مزار پُرانوار کی عمارت تھی۔ گویا

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہے
کہ در وے بود قیل وقال محمد

کا منہ بولتا نقشہ اس مقدس سرزمین پر اتر آیا تھا۔ دارالعلوم کی عمارت میں صدر دروازہ کے بعد سب سے پہلا کمرہ کئی دفتروں کا مجموعہ تھا یعنی دفترِ دارالعلوم، دفتر آستانۂ عالیہ رضویہ، دفتر ماہنامہ اعلیٰ حضرت اور دفترِ مہمانانِ خصوصی وغیرہ۔ اس دفتر کے اندر منشی طفیل، عبدالمجید رضوی اور حافظ انعام اللہ تسنیم بریلوی وغیرہم بیٹھا کرتے تھے۔ دفتر کے بعد بھی دارالعلوم کا ایک بڑا سا چوبی دروازہ تھا جس کو مذکورہ حضرات ہی کھولتے اور تمام کمروں کی نشست گاہوں کو درست کرتے تھے۔ چوبی دروازہ کے بعد ایک وسیع و عریض آنگن تھا جس کے چاروں طرف کمرے اور ہال بنے ہوئے تھے۔ آنگن کے شمال میں شرقاً غرباً ایک دالان تھا جسکے ایک طرف دارالعلوم کی تجوری رہتی اس سے متصلاً حضرت ریحان ملّت علامہ الحاج شاہ ریحان رضا خاں صاحب عرف رحمانی میاں (خلفِ اکبر حضور مفسرِ اعظم) کی درس گاہ تھی، دالان کی دوسری جانب مولانا بشیر الدین احمد وغیرہ درس دیا کرتے اور درمیان میں فاضل معقولات و منقولات علامہ مفتی محمد احمد المدعو جہانگیر صاحب کی درسگاہ تھی۔۔۔۔ آنگن کے مغرب جانب برآمدہ کیساتھ ایک وسیع ہال تھا جو شمالاً و جنوباً پھیلا ہوا تھا اس میں بحر العلوم محقق دوراں حضرت علامہ مفتی سیّد افضل حسین صاحب مونگیری اپنے

علم وحکمت سے تشنگانِ علوم وفنون کو سیراب کرتے تھے۔ اور بحر العلوم درسگاہ سے متصل جانب جنوب دارالعلوم کے شیخ الحدیث دارالاصلاح والتبلیغ کے مفسرِ اعظم دارالارشاد کے مرشد کامل اور جامعہ رضویہ منظر اسلام کے مہتمم ذیشان کی درسگاہ تھی اور اس درسگاہ سے ایک اندرونی گلی کے فاصلہ پر استاذ العلماء محدّثِ جلیل حضرت مولانا شاہ احسان علی صاحب حامدی فیض پوری اپنی تدریسی وتعلیمی تجربات کے موتی بکھیرتے تھے۔ بس یہی نقشہ تھا اس دارالعلوم کی عمارت کا جسکے فارغین ومتعلمین نے دنیائے سنّیت کو علم وحکمت، عمل ومعرفت اور شاہراہ ہدایت سے ہمکنار کیا۔ محبّت الٰہی، عشقِ رسول اور عقیدتِ اولیاء اللہ کا وہ جام پلایا جسکے نشہ کو بدعقیدگی کی ترشی اتار نہیں سکتی۔

دارالعلوم کی مذکورہ عمارت کے علاوہ دارالعلوم کے دیگر تعلیمی شعبے مثلاً حفظ وقرأت صرف ونحو، منطق وفلسفہ، ریاضی واقلیدس اور پرائمری درجات، آستانۂ اعلیٰ حضرت کے بالائی حصے اور کتب خانہ حامدی میں تھے۔ جہاں فقیر راقم الحروف کا مستقل قیام تھا ان دنوں حضرت جیلانی میاں قبلہ کا مستقل قیام خواجہ قطب میں تھا جو دارالعلوم سے تقریباً ایک فرلانگ کی دوری پر واقع ہے۔ حضرت موصوف کا معمول یہ تھا کہ روزانہ نمازِ صبح کے بعد کبھی مصلیٰ پر کبھی چہل قدمی کرتے ہوئے ½ گھنٹہ اوراد وظائف میں مصروف رہتے پھر اشراق کی نماز پڑھ کر اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے اور چند منٹوں میں واپس آکر دالانِ عام میں رونق افروز ہوتے جہاں پر شہر کے خصوصی حضرات یا باہر سے آئے ہوئے مہمان آپ سے ملاقات کرتے اور اپنا اپنا مدعا پیش فرماتے۔ حضرت ان سے محوِ گفتگو رہتے کہ اسی اثناء میں حویلی سے چائے ناشتہ آجاتا۔ چائے نوشی کے بعد عمامہ وعبا زیب تن فرماتے۔ بائیں ہاتھ میں عصاء اور دائیں ہاتھ میں بڑے دانوں کی تسبیح کے ساتھ پا پیادہ مکان سے دارالعلوم کیلئے روانہ ہوجاتے پانچ سات منٹ کا راستہ آدھے گھنٹے سے زیادہ میں طے ہوتا۔ راستہ بھر جو بھی اپنے پرائے مسلم وغیر مسلم سامنے آجاتے وہ سب جھک کر

سلام کرتے مسلمان ہاتھوں کو چومتے دعائیں لیتے اور غیر مسلم پاؤں کو بوسے دیتے اور دعا کی درخواست کرتے۔ اس طرح آپ ملتے ملاتے رضا نگر میں داخل ہوتے سب سے پہلے آستانۂ اعلیٰ حضرت پر حاضر ہوتے۔ اور جہاں آجکل آپ کا مزار اقدس ہے اسکے قریب بیٹھ جاتے فاتحہ پڑھتے اور خضوع وخشوع کیساتھ دعائیں مانگتے۔ پھر حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمۃ السلام کے پائیں شریف میں آکر کھڑے ہو جاتے۔ پھر وہاں سے آستانۂ عالیہ کے دروازہ پر آکر کھڑے ہوتے اور حاجی کفایت اللہ صاحب خادم اعلیٰ حضرت سے ان کی خیریت دریافت کرکے صفائی ستھرائی کی تاکید فرماکر دار العلوم میں آتے جہاں طلباء اور مدرسین حضرات آپکی دست بوسی فرماتے۔ سب سے پہلے تھوڑی دیر کیلئے دفتر میں تشریف رکھتے۔ آئے ہوئے خطوط کو ایک نظر دیکھتے، پھر آمد و خرچ کا رجسٹر طلب فرماکر اسے بالا ستیعاب دیکھتے اور یومیہ حساب کے اخیر میں دستخط فرماتے۔ پھر کلرک حضرات کو ضروری ہدایت دینے کے بعد حضرت بحر العلوم کی درسگاہ میں تشریف لاتے جہاں پہلے سے اساتذہ اور سینیر طلباء موجود ہوتے۔ آپکے آتے ہی تمام حاضرین اٹھ کھڑے ہوتے اور ترانۂ صبح گاہی "مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام" میں مصروف ہو جاتے۔ بڑے ہی والہانہ انداز اور پیاری آواز میں سلام پڑھا جاتا۔ اختتام پر حضرت جیلانی میاں نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دیر تک دعا مانگتے۔ کبھی بحر العلوم کے دامن کو مقام کران کی سیادت کا وسیلہ دیتے، کبھی سلسلۂ غوثیہ برکاتیہ کے نفوس قدسیہ کا صدقہ مانگتے۔ یعنی عجیب وارفتگی کا عالم ہوتا تھا۔ کبھی دعاء کے بعد چند منٹوں کے لئے درسگاہِ بحر العلوم میں بیٹھ جاتے اور کبھی فوراً اپنی درسگاہ میں جلوہ بار ہو جاتے۔

سلام صبح گاہی کے بعد ہر مدرس اپنی اپنی درسگاہ میں پہنچ کر درس شروع کر دیتا آپ عموماً مسلم شریف، ترمذی شریف اور شفا شریف پڑھاتے۔ دورۂ حدیث کے علاوہ دوسرے درجات کے طلباء بھی خالی گھنٹیوں میں آپکے پاس آجاتے جو تفسیر جلالین

مشکوٰۃ المصابیح اور مناظرۂ رشیدیہ وغیرہا کتب پڑھاکرتے تھے۔کبھی کبھی جب آپ خوش رہتے تو عام سینیر طلبار کو اپنی درسگاہ میں بلالیتے اور کتاب التوحید مناظرانہ انداز میں پڑھاتے طلبار سے انکی تقریریں سنتے اور انداز خطاب دیکھتے پھر اسکی اصلاح فرماتے۔ ہر مدرس اپنے اپنے نظام الاسباق کا پابند ہوتا۔ اور مہینہ میں ایکبار اپنی تدریسی رپورٹ حضرت جیلانی میاں قبلہ کی خدمت میں پیش کرنی ضروری ہوتی جس سے معلوم ہوتا کہ کس طلبہ نے کس کتاب میں کتنی ترقی کی ہے اور کون طالب علم غیر حاضر رہا ہے۔پھر آپ اسی رپورٹ کے مطابق مدرسین یا طلبار کو کبھی تحریری کبھی تقریری ہدایات دیاکرتے۔کبھی درس کے اوقات میں دارالعلوم کی عمارت کے علاوہ آستانۂ عالیہ کے بالائی حصّہ اور کتب خانہ حامدی میں بھی تشریف لیجاتے جہاں مدرسین و طلبار کی تدریس و تعلیم کو ملاحظہ فرماتے اور ہدایات دیتے۔

آپ خود بھی نظام الاسباق کا سختی سے پابند تھے اگر دو چار دنوں کیلئے کہیں تقریری و تبلیغی پروگرام میں جانا ضروری ہوتا تو آپ دو ایک طالب علم کیساتھ تشریف لیجاتے مگر واپس آنے کے بعد وقت کی پرواہ کئے بغیر اپنے ناغہ شدہ اسباق کو پڑھانا ضروری اور اپنی ذمہ داری خیال فرماتے۔تاکہ سال کے اختتام پر کسی جماعت کی کوئی کتاب باقی نہ رہنے پائے۔

دارالعلوم کے تمام درجات کا سالانہ امتحان ماہ شعبان کے پہلے دوسرے ہفتہ میں ہوتا، صرف دورۂ حدیث والے طلبار کا تحریری و تقریری امتحان ماہ جمادی الاولیٰ کے دوسرے ہفتہ میں ہوا کرتا تھا۔ دورۂ حدیث کا امتحان لینے کیلئے ملک کے منتخب اور مشہور علمار کرام تشریف لاتے۔مثلاً کبھی حضور محدّثِ اعظم ہند کبھی امام النحو علاّمہ غلام جیلانی میرٹھی کبھی اجمل العلمار حضرت مولانا شاہ محمد اجمل صاحب سنبھلی کبھی شیر بیشۂ اہلسنّت مولانا حشمت علی خاں صاحب کبھی فاضل جلیل حضرت مولانا سلیمان بھاگلپوری کبھی مولینا

قاری مصلح الدین صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین اور کبھی دیگر علماء کرام۔ یہ تمام حضرات امتحانات کے بعد دستارِ فضیلت کے جلسہ میں اپنے اپنے تاثرات کا اظہار فرماتے جبکہ بعض حضرات تحریری طور پر اپنے تاثرات قلمبند فرماتے۔ ہر ماہ قمری کے اختتام پر مدرسین وملازمین کو دارالعلوم کے دفتر میں یا اپنی درسگاہ میں بلاتے اور مہینہ بھر کی کارگزاریوں کو ان کی زبانی سنتے پھر اصلاحات سے متعلق ہدایات دیتے اور اپنے ہاتھوں سے ماہانہ مشاہرہ تقسیم فرماتے۔ اس زمانہ میں تین سو ساڑھے تین سو ایسے سینیر طلباء تھے جو نئے پرانے شہر کی مسجدوں میں امامت وخطابت کے مناصب پر فائز المرام تھے جہاں سے ان کے طعام وقیام اور بالائی اخراجات کا انتظام ہوتا تھا۔ جن طلباء کرام کی مہمانی کا کہیں کوئی انتظام نہیں ہو پاتا ان کیلئے پچاس پچاس روپیہ ماہانہ بطور وظیفہ مقرر تھا اور یہ وظیفہ عموماً دورۂ حدیث کے طلباء کو ملا کرتا جو اُس دور میں مہینہ بھر کے اخراجات کو کافی ہوتا۔ بلکہ بعض مدرسین ومعاونینِ مدرس کا مشاہرہ بھی پچاس ہی روپیہ ہوا کرتا تھا۔

حضرت والا کے دور اہتمام میں کبھی کبھی ایسا وقت بھی آتا کہ مہینہ ختم ہو گیا اور دارالعلوم کی تجوری بالکل خالی رہی۔ دریں اثناء اُن مدرسین سے تو معذرت طلب کر لی جاتی جنہیں مساجد کے ذریعہ کچھ یافت ہو جاتی تھی لیکن دیگر مدرسین وملازمین اور طلباء کیلئے آپ بہت زیادہ پریشان اور فکرمند ہو جایا کرتے۔ ایک دو بار یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ مشاہروں اور وظائفِ طلباء کیلئے اہلِ خانہ کے زیورات اور گھر کے قیمتی اثاثے کو فروخت کرنا پڑا لیکن اہل خانہ کی پیشانیوں پر بل تک نہیں آتا۔ بلکہ ایک عظیم کارِ خیر سمجھ کر اپنے زیورات اور اثاثۂ خانہ حضور مفسر اعظم کے حوالہ کر دیا کرتی تھیں "فجزاھن اللہ تعالیٰ خیر الجزاء" ایسی صورت حال میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک درود اسم اعظم کا سایہ مجھ پر ہے مدرسہ کے اخراجات کیلئے بظاہر نفسیاتی طور پر میں متفکر وبےچین تو ہو سکتا ہوں مگر بعونہ تعالیٰ وبکرم حبیبہ الاعلیٰ کسی کے آگے قرض کیلئے دستِ سوال

پھیلانے کی نوبت نہیں آسکتی۔

اگر کسی دن علالت کی وجہ سے یا کسی خاص ضرورت کی وجہ سے آپ دارالعلوم نہیں پہنچ پاتے تو دارالعلوم کی وہ تمام تر ذمہ داریاں جو آپ سے متعلق تھیں حضرت بحرالعلوم انجام دیتے اور مولانا مفتی جہانگیر صاحب انکا تعاون فرماتے پھر اوقاتِ دارالعلوم کے بعد یہ دونوں حضرات حضرت والا کی خدمت میں خواجہ قطب حاضر ہوتے۔ آپ سے ہدایات حاصل کرتے جس پر خود بھی عمل کرتے اور دوسرے مدرسین و ملازمین سے بھی عمل کرواتے تھے۔

حج وزیارت

گھر کے دینی ماحول نے حج وزیارت کی کسک بچپن ہی سے دل میں پیدا کر دیا تھا مگر یہ شوقِ زیارت والد ماجد حضور حجۃ الاسلام کے وصال کے بعد زیادہ سے زیادہ ہو گیا آپ نے ہر چند کوشش کی کہ حج وزیارت کی سعادت سے مشرف ہو جاؤں مگر ملکی حالات اور عدم چین وسکون نے اس کا موقع نہیں دیا۔ ۱۹۴۸ء کے بعد جب شر وفساد اور خوں ریزی کا ہنگامہ کچھ کم ہوا تو دارالعلوم اور خانقاہ کے معاملات نے الجھا دیا لیکن موسم حج میں ہر سال ارادہ فرماتے اور مایوس ہو جاتے بالآخر ۱۳۷۱ھ کے رمضان المبارک میں آپ نے حج وزیارت کا عزم صمیم کر لیا۔ دارالعلوم کے کھل جانے کے بعد اسکا تمام حساب و کتاب اور ذمہ داری مدرس اوّل کے سپرد فرمایا اور خود نصف شوال کی تاریخوں میں سفر غیرت حضر پر روانہ ہو گئے۔ بمبئی میں چند روزہ قیام کے بعد بذریعہ بحری جہاز جدہ پہنچے۔ پھر مکہ مکرمہ حاضر ہو کر عمرہ کے ارکان سے فارغ ہوئے اور ایام حج تک مکہ معظمہ ہی میں قیام پذیر ہو گئے۔ مکہ شریف کے دورانِ قیام وہاں کے صالح العقیدہ علماء کرام کے ساتھ مصاحبت رہی خصوصاً حضرت علامہ مولانا علوی مالکی اور شیخ جمال اللیل سے روزانہ ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ان دونوں حضرات کے توسط سے دیگر صحیح العقیدہ علماء سے

بھی ملتے رہے اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کی خدماتِ دینیہ کا چرچا ہوتا رہا۔ جن بزرگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ اعلیٰ حضرت کے بلافصل بڑے پوتا ہیں وہ آپ کی بہت تعظیم وعزت فرماتے اور مجلس میں آپ کو شایانِ شان جگہ پر بٹھاتے۔ آپ عربی ادب پر کامل عبور رکھتے تھے اور جب اہل عرب علماء سے گفتگو فرماتے تو وہ آپکے منہ کو دیکھتے رہتے کہ ہندی ہو کر اس قدر فصیح عربی کیونکر بول رہے ہیں پھر جب انہیں معلوم ہوتا کہ یہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے پوتا اور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کے بڑے بیٹا ہیں تو وہ علماءُ آپکی پیشانی اور ہاتھوں کو چومتے اور آپ سے سلاسلِ طریقت کی اجازت کے جویاں ہوتے۔ چنانچہ آپس میں رواۃِ احادیث دفقہ اور مشہور اوراد وادعیہ کی اجازتوں کا تبادلہ ہوتا (جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔)

اس طرح حضرت والا کے شب و روز مکۃ معظمہ میں نہایت فرحت و شادمانی کے ساتھ گزرنے لگے۔ ہندوستان کی جتنی کلفتیں الجھنیں اور پریشانیاں تھیں وہ صرف چھ ہفتوں کے قیامِ مکہ نے ختم کر دیا۔ اب آپ ایک نئی زندگی کی شروعات محسوس فرما رہے تھے۔ جس میں نورانیت، روحانیت اور سلوک کے جلوؤں کی ایسی ہماہمی تھی جو آنکھوں کو خیرہ کر دے۔ ایامِ حج کے آتے آتے آپ بالکل ہی تازہ دم ہو چکے تھے۔ الشیخ جمال اللیل کے صاحبزادے، احمد جمال اللیل جو آج کل حجاج آسیا (ساؤتھ) کے ڈائرکٹر ہیں ان کا بیان ہے کہ شیخ الارشاد جیلانی میاں رحمۃ اللہ علیہ ہمارے والد ماجد شیخ جمال اللیل کے مرشد و شیخ تھے جنہوں نے میرے والد رحمۃ اللہ کے ساتھ ارکانِ حج ادا فرمایا۔ بہر حال ساتویں ذی الحجہ کو بڑی ہی خوشی و انبساط کی حالت میں آپ پاپیادہ منیٰ شریف پہنچے۔ معلم جمال اللیل کے خیمہ میں قیام رہا۔ نویں ذی الحجہ کو معلم کے علاوہ دیگر علماء و مشائخ کے ساتھ عرفات شریف پہنچے۔ اور غروب آفتاب کے بعد عرفات سے مزدلفہ مقدسہ کیلئے روانہ ہوئے، عشاء کے وقت مسجد مشعر الحرام میں پہنچے

جہاں مغرب وعشاء کی نمازیں ادا فرمائیں۔ پھر انہیں حضرات کیساتھ دسویں ذی الحجہ کی صبح میں منیٰ شریف واپس تشریف لائے۔ رمی جمرہ، قربانی اور حلق کے بعد اسی دن آپنے طواف زیارت بھی فرمایا۔ گیارہ بارہ ذی الحجہ کو آپکا قیام منیٰ شریف ہی میں رہا۔ تیرہ کو آپ مکہ تشریف لائے اور بے چینی کیساتھ مدینہ منورہ کی حاضری کا انتظار فرمانے لگے۔ ارکان حج کی ادائیگی کے بعد بھی مختلف ملکوں سے آئے ہوئے مشائخ کرام اور مکی علماء اعلام کے ساتھ مصاحبت گرم رہی۔ مسائل دینیہ اور جزئیات حنفیہ پر گھنٹوں گھنٹوں عربی زبان میں بحث ومباحثہ کا سلسلہ جاری رہتا فتاویٰ رضویہ کی اکثر عبارتیں اور دلائل قاہرہ آپکی زبان زد تھیں۔ جن کو آپ دوران گفتگو برجستہ سناتے اور حاضرین مرحبا، حیاک اللہ کے نعرے بلند کرتے۔۔۔ پھر آپکے لئے تیز رو اونٹ اور ایک بدوی خادم کا انتظام ہوا جس دن مکہ مکرمہ سے آپ کی روانگی تھی علماء ومشائخ نے آپ کو وداع کیا۔ اور آپ والہانہ دبے تابانہ انداز میں دیار حبیب کی جانب چل پڑے۔ شوق زیارت نے درمیانی زیارت گاہوں پر ٹھہرنے کی مہلت نہیں دی۔ تیسرے دن علی الصباح شہر محبوب دیدۂ مشتاق کو دعوت نظارہ دے رہا تھا۔

ادب واحترام کے سانچے میں ڈھل کر آپ سواری سے نیچے آئے زمیں بوس ہوئے، سر جھکائے، آنسو بہاتے گنبد خضرا کا جمال آنکھوں میں بسائے پاپیادہ مرکز انوار کی جانب چلنے لگے۔ یہاں تک کہ باب مجیدی کے بالکل قریب پہنچ گئے۔ جہاں سید کائنات علیہ التحیۃ والتسلیمات کے طفیل اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی ضیا پہلے ہی سے جلوہ بار تھی۔ جیسے ہی ضیاء ملت حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی نے آپکو دیکھا بڑھکر استقبال کیا، اپنی نشستگاہ پر لاکر بٹھایا اور قہوہ پیش کیا، ضروریات سے فارغ ہو کر حاضری دربار کا لباس زیب تن کیا معمول سے زیادہ خوشبو استعمال کیا اور بارگاہ گرامی میں حاضری کیلئے روانہ ہوگئے چند ہی منٹوں کے بعد باب السلام پر کھڑے ہیں آنکھوں سے ساون بھادوں جاری ہے۔

لبوں پر دعائیہ کلمات ہیں اور فواد و ضمیر سے اجازتِ حضوری کے طالب ہیں۔ بالآخر نگاہِ کرم متوجہ ہوئی اور آپ ہوے ہولے قدموں کیساتھ نفس گُم کردہ انداز میں سُنہری جالیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ مواجہ شریف میں پہنچ کر یارائے ضبط باقی نہ رہا ہلکی سی چینخ نکلی مگر ''ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر'' نے سہارا دیا، اور آپ معًا سنبھل گئے پھر اطمینان و سکون کے ساتھ درود و صلوٰۃ و سلام کے نذرانے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ دیر تک نظرِ کرم اور شفاعت کبریٰ کے طالب رہے۔ پھر دو تین قدم داہنی جانب ہٹ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مواجہ شریف میں کھڑے کھڑے سلام و رحمت کا نذرانہ پیش کیا۔ دو قدم اور دائیں طرف ہٹکر سیدنا فاروقِ اعظم کی بارگاہ میں سلامِ عقیدت پیش کیا۔ پھر رجعت قہقری کیساتھ دونوں خلفاء راشدین کی بارگاہوں میں مشترکہ طور پر سلام و نیاز کے نذرانے گزار کر دونوں حضرات سے بارگاہِ عالی وقار سیدا برار علیہ الصلوٰۃ والسلام میں شفاعت طلب کی اور اخیر میں دوبارہ اپنے آقا و مولیٰ سید کائنات فخرِ موجودات علیہ افضل الصلوات و اکرمُ التسلیمات کے مواجہ مقدسہ میں آکر نصف گھنٹہ سے زیادہ کھڑے رہے۔ سب سے بڑے سخی کے دربار میں دامانِ طلب کشادہ تھا اور داتا کا فیضانِ کرم جھوم جھوم کر برس رہا تھا نہ معلوم عظیم حوصلے والے سائل نے سخیٔ اعظم کے بھرے خزانوں سے کیا کیا پایا اور کتنا پایا یہ تو دینے والا جانے یا پھر لینے والا۔

کیوں تاجدارو! خواب میں دیکھی کبھی یہ شئے
جو آج جھولیوں میں گدایانِ در کی ہے

جب تک آپ مدینہ منورہ میں قیام پزیر رہے صبح و شام اور بعد نماز ظہر حاضری کا ہی معمول رہا۔ کبھی کبھی مسجد قُبا، شہداء اُحد، مسجد قبلتین، مساجد سبعہ، اور شہداء بدر وغیرہ زیارت گاہوں کی بھی زیارت کرتے مگر صبح و شام بارگاہِ عرش وقار میں ضرور حاضری دیتے۔ نماز مغرب کے بعد روزانہ بے ناغہ مرجع العلماء والعرفاء ضیاءُ الملّۃ حضرت مولانا ضیاء الدین

صاحب مہاجر مدنی کے دولت کدہ (باب مجیدی) میں محفل میلاد پاک منعقد ہوتی جس میں آپ مہمانِ خصوصی کی حیثیت سے شریک رہتے، ملک شام، مغرب، الجزائر وغیرہ کے مشائخ اور مقتدر علماء کرام بھی اس محفل میں شرکت فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت ضیاء الملّۃ والدّین علیہ الرحمہ نے آپ سے تقریر ونصائح کی فرمائش کی تو آپ نے نہایت فصیح وبلیغ عربی زبان میں خطبہ دیا اور فضیلتِ درود پاک کے موضوع پر تقریر فرمائی جسے سن کر مذکورہ تینوں ملک کے علماء ومشائخ (جنکی مادری زبان عربی تھی) عش عش کرنے لگے اور تحسین وآفریں کے کلمات ادا کیے۔ اسکے بعد سے یہ معمول ہوگیا کہ روزانہ محفلِ میلاد شریف میں آپکی مختصر تقریر ہوتی اور اختتامِ محفل پر دعا بھی آپ ہی کرتے، کھانے پینے کے بعد اکثر مشائخ وعلماء کرام بیٹھ جاتے قہوہ کا دور چلتا رہتا اور مسائل دینیہ پر تبادلۂ آراء ہوتا رہتا، مدینہ منورہ میں بھی بعض علماء ومشائخ آپ سے سلاسل طریقت اور بعض اوراد کی اجازت کے طالب ہوئے۔ بعضوں کو آپنے اجازتیں دیں اور بعضوں سے اجازتیں لیں۔

قطبِ مدینہ سے ملاقات کی تمنّا

حسبِ معمول ایک دن آپ بارگاہ سرکار اعظم میں حاضر تھے آنکھیں نم، سرخم لبوں پر درود وسلام کا نغمہ دم بدم۔ اور دل میں یہ تمنائے پیہم "کہ اے کاش مدینۃ النبی صلوات اللہ وسلامہ علیٰ صاحبہا سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا تو اکتساب فیض کا موقع ملتا،، دل میں اس تمنا نے انگڑائی لی اور زبان نے اُسے لباس تکلم پہنا دیا۔ دربار کریم میں عرض کناں ہوئے۔ اے میرے آقا! میں بندۂ جیلانی آپ کی کرم نوازیوں پہ قربان آپکی سخاوتِ بیکراں کے صدقے۔ آپکے اشارۂ ابرو کے طفیل آج تک میری ہر دلی تمنا پوری ہوئی۔ آج بھی میرے دل میں ایک تمنا جاگ اٹھی ہے کاش وہ پوری ہوجاتی۔ ادھر عرض ومعروض کا سلسلہ جاری ہے نصف گھنٹہ گزر چکا ہے کہ کسی نرم ہتھیلی نے کندھوں کے درمیان تھپکی دی۔ آپنے مڑکر دیکھا۔ تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ ہی کے میزبان مجسّم لطف واحسان، اعلیحضرت عظیم البرکتہ کے

خلیفۂ اسعد، علماء مدینہ کے مرجع ہزاروں تشنگان معرفت کے مرشد و شیخ حضرت ضیاء الملّۃ والدین مولینا شاہ ضیاء الدین مہاجر مدنی کھڑے مسکرا رہے ہیں۔ آپس میں سلام و مصافحہ اور معانقہ ہوا۔ پھر دونوں نے ساتھ ساتھ آقائے نامدار مدنی تاجدار حبیب کردگار صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وصحبہ الاخیار کی بارگاہِ بیکس پناہ میں صلوٰۃ و سلام کا ہدیہ پیش کیا اور دونوں حضرات ساتھ ہی واپس قیام گاہ پر تشریف لائے۔ اثنائے راہ حضرت جیلانی میاں قبلہ نے دریافت کیا کہ "یہ وقت تو آپکے آرام کا ہے پھر خلافِ معمول یہ دس بجے دن بارگاہ اقدس کے اندر آپکی حاضری کیسے ہوئی؟ حضرت ضیاء الملّۃ نے جواب دیا بیشک یہ میرے آرام کا وقت تھا اور میں آرام کا لباس بھی پہن چکا تھا کہ یک بیک سرکار اعظم صَلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم میں حاضری کیلئے دل بیقرار ہوگیا۔ چنانچہ آرام کا ارادہ بسترہ پر چھوڑا اور میں بارگاہ گرامی میں حاضر ہوگیا جہاں پہنچ کر سب سے پہلے آپ پر نگاہ پڑی تو میں نے سونچا کہ آپ ہی کے ساتھ سلام پیش کردوں۔ حضرت جیلانی میاں قبلہ نے فرمایا "حضرت میں آپکو مبارکباد پیش کرنا ہوں کہ آپ اس وقت "قطب مدینہ" کے منصب پر فائز ہیں۔ اور قطب الارشاد ہیں لہٰذا میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ اپنے دعوات مخصوصہ میں مجھے یاد رکھیں اور میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ کے مسلک حق کی ترویج و اشاعت کر سکوں اور بدعتیوں بدمذہبوں کا قطع قمع کروں۔ . . حضرت قطبِ مدینہ ضیاء الملّۃ نے فرمایا حضور! اس فقیر کو جو کچھ ملا ہے وہ آپ ہی کے گھرانے کا عطیہ ہے۔ سرکار اعلیٰحضرت نے جو کچھ عطا فرمایا وہ سب آپ کو سونپتا ہوں اور آپ کی ذات سے امید قوی رکھتا ہوں کہ آپ اعلیٰحضرت کے مشن کو آگے بڑھانے میں ہر ممکن حکمت عملی کو بروئے کار لائینگے۔

انقلابِ عظیم

اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ علیہ الرحمہ نے مکہ مکرمہ کی فیاضیوں اور برکتوں سے نہال و مالامال ہوکر ۱۲۹۶ھ میں مدینہ منورہ حاضر ہونے سے پہلے جس حقیقت کا اظہار اشعار کی زبان میں فرمایا تھا کہ"

دھوچکا ظلمتِ دل بوسۂ سنگِ اسود!
خاک بوسئ مدینہ کا بھی رتبہ دیکھو
عرضِ حاجت میں رہا کعبہ کفیلُ الحجّاج!
آؤ اب دادرسئ شہِ طیبہ دیکھو

اس کی چلتی پھرتی تشریح و تصویر اعلیحضرت ہی کی زبان فیض ترجمان حضور جیلانی میاں قبلہ کی ذاتِ گرامی ثابت ہوئی۔ چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے کہ ۱۳۷۲ھ سے قبل میں سوچتا تھا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ نے مجھ جیسے ناکارہ کو اپنی زبان کیونکر فرمایا نہایت کم سنی کی حالت میں سلاسل طریقت کی اجازت و خلافت سے کیوں نوازا۔ میری آزاد روش کے باوجود والد ماجد حضور حجۃ الاسلام نے اپنی نیابت و خلافت کیوں دی۔ پھر حضور مفتی اعظم نے میرے تئیں اپنی خلافت کا اعلان کیوں فرمایا۔ لیکن محرم الحرام ۱۳۷۲ھ میں جب خاک بوسئ مدینہ کا شرف حاصل ہوا اور سرکار دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کی پیہم داد رسی ہونے لگی پھر قطب مدینہ اور دیگر مشائخ کرام نے سہارا دیا تو ایسا محسوس ہوا کہ میری آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹتے چلے جارہے ہیں اور میں روحانی فرحت و انبساط حاصل کر رہا ہوں۔ پہلے بھی میں فرائض وواجبات کے علاوہ اوراد و ادعیّہ میں مصروف رہتا تھا لیکن اب تو مختلف صیغوں اور مختلف انداز کے ساتھ درود وادعیّہ کے کلمات خود بخود زبان پر جاری رہتے ہیں اور زبان کے ساتھ ساتھ دل بھی ذاکر و شاغل رہتا ہے امہات الکتب کی مغلق عبارتیں جنکو سمجھنے میں پہلے دشواری ہوتی تھی اور جن کو حل کرنے کیلئے شروح و حواشی اور لغات کی مدد لینی پڑتی تھی اب وہ عبارتیں مجھے نہایت سہل و آسان معلوم ہوتی ہیں۔

ماہِ محرم الحرام ۱۳۷۲ھ کی اخیر تاریخوں میں جب آپ قاسم جنّت کنز نعمت مالکِ شفاعت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلّم کے دربار دُربار سے دامن طلب کو گوہر آبدار و تابدار

سے پھر کر براہ جدہ و بمبئی وطن مالوف بریلی شریف وارد ہوئے تو آپکی کیفیت بالکل ہی بدل چکی تھی۔ سونے پر سہاگہ کا رنگ جھلک رہا تھا۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، سوتے جاگتے درود ہی درود، رات و دن تسبیح چلا کرتی اور آپ والہانہ انداز میں درود شریف کے نذرانے بارگاہِ کریم میں بھیجتے رہتے۔

مدینہ سے دور بہت دور چلے آئے مگر مدینہ اور مدینہ والے کو دیدہ و دل میں بسالائے۔ مدینہ سے آئے مگر لوگوں کو مدینہ والے کی محبت کا سبق پڑھانے کیلئے آئے مدینہ سے آئے مگر مدینہ والے آقا کے دین کو پھیلانے کیلئے آئے انکے احکام شریعت کو سمجھانے کیلئے آئے، مسلکِ حق کی ترویج و اشاعت کیلئے آئے۔ ہاں مدینہ سے آئے مگر مدنی سُرمۂ بصیرت لیکر آئے جس سے ہزاروں لاکھوں کو نورِ بصیرت عطا فرما دیا۔

مدینہ کا کچھ کام کرنا ہے سیّد
مدینہ سے بس اسلئے جا رہا ہوں

مکہ مکرّمہ کا تحفہ

۱۳۷۵ھ مطابق نومبر ۱۹۵۶ئ میں راقم الحروف حضور جیلانی میاں قبلہ کے زیر شفقت دار العلوم منظر اسلام کے اندر دورۂ حدیث میں تھا۔ دورانِ درس میں نے عرض کر دیا۔ حضور یہ درود اسم اعظم جس کا ورد آپ ہمیشہ رکھتے ہیں اسکی ترکیب و وزن قابل اعتراض ہے بہر حال عبادُ محمدٍ کی اضافت کا شرعی جواب تو دیا جا سکتا ہے مگر صَلّٰی اور وَسَلّمًا اسی طرح رَبُّ اور عبادُ کا وزن برابر نہیں ہے۔ فقیر راقم الحروف کے سوال کو سُن کر آپ نے ترمذی شریف کو بند کر دیا۔ تھوڑی دیر سر بگریباں رہے۔ پھر فرمایا ہاں میں نے درود اسم اعظم کے پہلے حصہ کو دلائل الخیرات اور اعلیٰ حضرت کی بعض تصانیف سے اخذ کیا ہے۔ اور حج و زیارت سے قبل میں عمومًا اسی پہلے حصہ (اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا) پڑھتا رہا اور جب کبھی ترنم سے پڑھتا تو اس پر وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَبَدًا سَرْمَدًا اور کبھی دوسرے جملوں کا اضافہ کر لیتا تاکہ شوق و ذوق میں زیادتی ہو۔ پھر جب سفر حج و زیارت

کی سعادت نصیب ہوئی تو حالت طواف میں دیگر دعاؤں کے ساتھ اسکو بھی پڑھتا رہا ایک دن طواف کے بعد مقام ابراہیم پر نماز طواف ادا کرنے کے بعد بیٹھا ہوا تھا معاً خیال آیا کہ یہ تو قبولیتِ دعا کی جگہ ہے کیوں نہ لقائے خضری کی دعا کی جائے۔ چنانچہ میں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ایک سفید پوش آدمی میرے قریب سے گزرا، اور گزرتے ہوئے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور بلند آواز سے کہا۔ نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلَّی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا۔ پھر چلتا ہوا بیت اللہ شریف سے بالکل قریب ہوگیا اور مطوفین کی جماعت میں مل گیا۔ جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگیا اس کے بعد میں نے اسکے کہے ہوئے جملوں پر غور کیا تو میں نے اسے اپنے وردِ زبان درود کی طرح پایا۔ میرا دل پکار اٹھا بیشک یہی خضر ہیں (علیٰ نبینا و علیہ السلام) پھر عجلت میں میں مقام ابراہیم سے اٹھا اور مطاف میں اِدھر اُدھر دیکھنے لگا لیکن وہ کہیں نظر نہیں آیا تو مجھے اور بھی زیادہ یقین ہوگیا کہ واقعی یہ خضر تھے۔ اسی وقت سے میرا معمول ہوگیا کہ جب بھی میں اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا پڑھتا ہوں تو اسکے ساتھ نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا ملاتا ہوں۔ اس درود پاک کے بے پایاں انوار و برکات مجھ پر نازل ہوئے۔ اسی لئے میں نے اس کا نام درود اسم اعظم رکھ دیا ہے۔ اسکا اثر صرف زمینوں پر نہیں بلکہ آسمانوں پر بھی نظر آتا ہے اگر تم مشاہدہ کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔۔۔۔ پھر فرمایا مجھے اس سے غرض نہیں کہ دونوں حصّوں میں شعری وزن ہے یا نہیں ویسے میں اس کا وزن محسوس کرتا ہوں اور ایسا وزن محسوس کرتا ہوں کہ مجھے جو کچھ مل رہا ہے وہ سب اسی کے وزن کا فیضان ہے۔ و للہ الحمد و الصلوٰۃ و السلام علیٰ حبیبنا محمد و آلہ و صحبہ۔

درود اسم اعظم پر اعتراض

غالباً ۱۹۵۶ء کی بات ہے کہ قصبہ پرسونی ضلع سیتا مڑھی (سابق ضلع مظفر پور) میں ایک دینی کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ حضرت جیلانی میاں قبلہ نے وہاں کی دعوت اسلئے قبول فرمائی کہ اس علاقہ کی اکثر آبادیوں میں حضرت موصوف یا حضور حجۃ الاسلام کے مریدین موجود تھے۔

لیکن بانیانِ کانفرنس نے اپنی لاعلمی ونادانی کی وجہ سے مختلف مکاتب فکر کے علماء کو بھی مدعو کرلیا تھا۔ جب حضرت وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ لکھنؤ فرنگی محل کے مولوی ہاشم صاحب، مدھوبنی مدرسہ احمدیہ کے صدر مدرس مولوی نثار بھگوتی پوری (دیوبندی)، گوڑ تا موتی باری کے غیر مقلدین مولوی وغیرہم آئے ہوئے ہیں۔ اس صورتِ حال کو دیکھ کر حضرت موصوف نے فوراً واپس ہونے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن آپکے کچھ مریدین ومتوسلین اور بانیانِ جلسہ روکنے پر مصر ہوگئے، آپ نے یہ شرط لگائی کہ جب میں اسٹیج پر جاؤں گا تو کسی دوسرے مسلک کا کوئی مولوی وہاں نہیں ہوگا اور میں کانفرنس کے موضوعات کا پابند نہیں ہونگا عوام کے حسب حال جس موضوع پر چاہوں گا بولونگا۔ منتظمینِ کانفرنس نے آپکی شرطوں کو مانتے ہوئے آپکو روک لیا۔ کانفرنس دوروزہ پروگرام پر مشتمل تھی آپ نے پہلے دن کے پروگرام میں شرکت کرنے کو پسند فرمایا۔ باضابطہ پروگرام شروع ہونے سے قبل گوڑ تا کے غیر مقلدین مولویوں نے کچھ بکنا جھکنا شروع کیا جس کی اطلاع پاکر حضرت جیلانی میاں قبلہ برافروختہ ہوئے اور فرمایا یہ طے شدہ شرطوں کی خلاف ورزی ہو رہی ہے۔ منتظمینِ جلسہ نے پھر معافی مانگی تو حضرت نے صوفی عباس صاحب بریلوی کو حکم دیا آپ فوراً جلسہ گاہ میں چلئے اور شاہنامہ پڑھنا شروع کیجئے۔ مولانا (راقم الحروف) آدھے گھنٹے کے بعد پہنچ رہے ہیں۔ چنانچہ صوفی محمد عباس صاحب مرحوم بریلوی اسٹیج پر پہنچے اور باضابطہ تلاوتِ قرآن پاک اور حمد ونعت سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ صوفی صاحب موصوف نے شاہنامہ اسلام منظومہ حفیظ جالندھری اس طرز وادا میں پڑھنا شروع کیا۔ جیسے صوفی عزیز احمد صاحب بریلوی پڑھا کرتے تھے۔ چند منٹوں میں کچھپیوں ہزار مجمع کو کنٹرول کر لیا۔ نعرۂ تکبیر ورسالت نعرہ غوثیہ، اور نعرۂ اعلیٰ حضرت زندہ باد کے نعروں سے پورا ماحول گونج گیا۔ پھر راقم الحروف کی مختصر سی تقریر ہوئی اس کے درمیان ہی حضرت والا درجنوں خدام ومریدین کی جلو میں اسٹیج پر رونق افروز ہوگئے۔ آج کی تقریر کا انداز ہی نرالا تھا۔ کرسیٔ خطابت کے

سامنے میز پر تفاسیر واحادیث اور فقہ اسلامی کی درجنوں کتابیں سجی ہوئی تھیں خزائن العرفان تفسیر کنزالایمان اور اَشِعَّۃُ اللّمَعات آپکے سامنے کھلی ہوئی تھیں اور حسب عادت صرف قرآن واحادیث کے مضامین وعبارت پر مشتمل نہایت مدلّل ومسکت تقریر فرما رہے تھے۔ عقائد اہلسنّت کی توثیق اور عقائد وہابیہ، نجدیہ، دیوبندیہ کی تردید علم کلام کی روشنی میں اس طرح فرما رہے تھے گویا طالب علموں کو گھول گھول کر پلا رہے ہوں۔ مجمع ہے کہ ساکت وصامت ہر ہر جملہ کو غور سے سن رہا ہے ہاں وقفہ وقفہ سے نعرۂ تکبیر ورسالت اور فیضان اعلیٰ حضرت، زبانِ اعلیٰ حضرت زندہ باد کے نعرے لگ جاتے تھے۔

رات کے اخیر حصہ میں کانفرنس کے پہلے پروگرام کا اختتام صلوٰۃ وسلام اور دعا پر ہوا۔ وہابیوں دیوبندیوں کو جیسے کہ زہریلا سانپ سونگھ گیا ہو، دورانِ تقریر یا اسکے بعد بھی ان کی طرف سے کوئی شوروغل یا جلسہ کے درہم برہم کرنے کی کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔ جیساکہ ان کی عادت مستمرہ ہے۔ لیکن صبح ہوتے ہی وہابیوں کی ٹولی حرکت میں آگئی۔ پرسونی کے اردگرد دیوبندیوں کی کوئی قابل ذکر آبادی تو نہیں ہے البتہ دیہی علاقہ میں اہل ثروت غیرمقلد دہقانیوں کی آبادی ہے۔ غیرمقلد مولویوں نے دیوبندی مولویو کو اپنے فیور میں لے لیا جو اسی کانفرنس میں شرکت کیلئے دور دراز سے آئے ہوئے تھے۔ ان دونوں کو ایک ہوتے دیر نہیں لگی کہ یہ شروع ہی سے خالہ زاد اور پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ عوام اسے چور چور موسیات بھائی بھی کہتی ہے۔

وہابی، دیوبندی تمام مولویوں نے باتفاقِ رائے مولوی نثار پرنسپل احمدیہ مدھوبنی کو اپنا سرغنہ تسلیم کرلیا۔ اور یہ طے پایا کہ بریلی والے مولانا پر کچھ ایسے اہم اعتراض کیے جائیں کہ وہ ازخود دوبارہ سٹیج پر آنے کیلئے تیار نہ ہوں۔ دن بھر یہ لوگ اہم سوالات کی تلاش میں سرگرداں رہے اپنے ذہن وفکر کی دھجیاں اڑاتے رہے۔ حضرت کی تقریر میں تو کہیں سے کوئی لوچ نہیں پایا البتہ درود اسم اعظم کی بار بار کی تکرار نے ان کے

کانوں میں سیسہ پگھلا دیا تھا جس کی وجہ سے وہ بلبلا اٹھے تھے۔ چنانچہ یہ طے پایا کہ درود اسم اعظم سے متعلق اعتراضات کئے جائیں اور عوام میں اسے خوب مشتہر کیا جاتے کہ ہم مسلمان تو اللہ صاحب کے بندے ہیں لیکن بریلوی لوگ محمد صاحبؐ کے بندے ہیں۔ پھر سائل کی حیثیت سے حضرت کی خدمت میں مولوی نثار بھگوتی پوری کو بھیجنا طے پا گیا۔ اِدھر کانفرنس کے پروگراموں میں دن میں بھی دو ڈھائی گھنٹے کا ایک پروگرام تھا جس میں مولوی ہاشم فرنگی محلی کی تقریر اور صوفی عباس بریلوی کی شاہنامہ خوانی تھی لیکن یہ پروگرام اسلئے قابل ذکر نہیں ہے کہ کانفرنس میں شرکت کرنیوالی عوام وخواص کی نظریں وہابیوں، دیوبندیوں کی بدحواسی اور تگ و دو کا تعاقب کر رہی تھیں اور اس انتظار میں تھیں کہ آنے والی شب کے جلسہ کا کیا حشر ہوتا ہے۔

راجہ صاحب کے مکان کی مشرقی جانب وسیع وعریض صحن میں چند چار پائیاں اور درجنوں کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ نماز عصر کے بعد حضرت جیلانی میاں قبلہ وہیں اپنے مریدوں، شاگردوں اور باہر سے آئے ہوئے متوسلینِ رضویہ کے ساتھ جلوہ فرما تھے۔ تسبیح کے ساتھ ساتھ وعظ ونصائح کا بھی سلسلہ جاری تھا کہ اسی درمیان مولوی نثار اپنے چند حواریوں کے ساتھ وہاں برآمد ہوئے جنکے سرتاپا لباس ہی سے وہابیت و کانگریسیت آشکار تھی آتے ہی بغیر سلام وکلام کے چند کرسیوں پر براجمان ہو گئے۔ اور کہا

معترض (مولوی نثار اور اسکے یار وغمخوار) نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلَّی عَلَیْهِ وَسَلَّمَا۔ جو آپ کے درود کا ایک حصہ ہے اس کا معنیٰ کیا ہوا۔

مجیب (حضرت جیلانی میاں قبلہ) کیا آپکو صرف معنیٰ معلوم کرنا ہے یا کچھ اور؟

معترض: جی نہیں ہم لوگ صرف اسکا معنیٰ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

مجیب:۔ لیکن آپ لوگ صورت وشکل سے کچھ پڑھے لکھے لوگ لگتے ہیں تعجب ہے کہ آپ لوگوں کو اس کا معنیٰ معلوم نہیں؟ خیر اسکا معنیٰ ہے "ہم غلامانِ محمد ہیں اللہ تعالیٰ

نے ان پر درود و سلام بھیجا۔

معترض :۔ کیا لفظ عِبادُ یا عبد کی اضافت از روئے شرع غیر خدا کی طرف جائز ہے؟۔

مجیب :۔ آپ یہ بتایئے کہ آپ سائل کی حیثیت سے سوال کررہے ہیں یا مناظر کی حیثیت سے؟

معترض :۔ آپ جیسا سمجھئے

مجیب :۔ کیا آپلوگ مجھے عالم الغیب سمجھتے ہیں؟

معترض :۔ نہیں مگر ہم لوگ معنیٰ سمجھنا چاہتے ہیں۔

مجیب :۔ اگر آپ نے سائل کی حیثیت سے سوال کیا ہے تو میں اسکا جواب دے چکا ہوں، اگر عقل و ہوش میں آپ لوگ ہیں تو اس معنی کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اور اگر مناظر کی حیثیت سے آپ کا سوال ہے تو پہلے اس بات کی وضاحت کیجئے کہ خود آپکے سوال کا جواب آپکے نزدیک کیا ہے؟ کیونکہ اگر ہم دونوں ایک ہی جواب پر متفق ہیں تو تضیع اوقات کا وبال کیوں اٹھائیں؟ اور اگر جواب متفق نہیں ہے تو اپنے موقف کی وضاحت کیجئے تاکہ میں اسکے تئیں جواب حاضر کردوں۔

معترض :۔ اس سلسلہ میں ہم لوگوں کا موقف یہ کہ عَبد کی اضافت صرف اسم جلالت یا ذاتِ باری کی طرف ہوسکتی ہے غیر اللہ کی طرف حرام بلکہ موہم شرک ہے۔ مثلاً عبد اللہ عبد القدوس تو صحیح ہے مگر عبد الشمس، عبد الطاغوت، عبد الاصنام وغیرہا حرام و شرک ہے کہ ان صورتوں میں عَبد، غیر اللہ کی طرف مضاف ہے۔ اسی طرح عبد محمد یا عباد محمد بھی حرام و شرک ہے، جسکا آپ ورد کرتے اور کراتے ہیں۔

مجیب :۔ سبحان اللہ! آپنے بڑے طمطراق کیساتھ اس بات کا دعویٰ کردیا کہ عبد کی اضافت غیر اللہ کیطرف ناجائز و حرام بلکہ شرک ہے۔ تو آپ لوگ مدّعیٰ عدمِ اضافت اِلیٰ غیر اللہ ہوئے۔ لہٰذا اب لگے ہاتھوں دلائل شرعی کی روشنی میں اس اضافت کے عدم جواز کو بھی ثابت کردیجئے۔ جس سے معلوم ہوجائے کہ شرع شریف نے عَبد کو غیر خدا کی طرف

مضاف کرنے سے منع فرمایا ہے، تو میں جانوں کہ آپ لوگ بھی دل گردے والے ہیں۔

معترض:۔ یہ تو آپ کو ثابت کرنا ہے کہ عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف جائز ہے میں نے تو کہدیا کہ یہ ناجائز و حرام ہے اور اسکی مثال بھی دیدی۔

مجیب:۔ انجانے میاں! اگر آپ نے مناظرۂ رشیدیہ نہیں پڑھا تو کیا اصول فقہ کی بھی کوئی کتاب نہیں پڑھی ہے جس سے آپ کو یہ معلوم ہو جاتا کہ دلائل کا پیش کرنا مدعی پر ہے مدعا علیہ پر نہیں؟ جب آپ اپنی وضاحت کی روشنی میں منکرِ اضافت ہو چکے تو اس سے متعلق دلیل پیش کرنے کا ذمہ آپ پر ہے۔ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں اور یہی اسلامی فقہ کا متفقہ اصول بھی ہے۔ اَلبَیِّنَۃُ عَلَی المُدَّعِیْ وَالیَمِیْنُ عَلَی المُدَّعٰی عَلَیْہِ (ترمذی) اور اثرِ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بھی اسکی وضاحت موجود ہے۔" اَلبَیِّنَۃُ عَلَی المُدَّعِیْ وَالیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ (فقہ عمر) یعنی مدعی پر بینہ (دلائل) کا پیش کرنا ہے جبکہ مدعی علیہ پر صرف حلف ہے"۔ (حضرت کی اس گرفت کے بعد مولوی نثار اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ پیچ و تاب کھانے لگا۔ کوئی مغالطہ دینا چاہتا تھا لیکن ہکلا کر رہ گیا۔ پھر لجاجت کیساتھ کہنے لگا۔)

معترض:۔ حضرت میں مناظرہ کرنے کیلئے نہیں آیا بلکہ یہ سمجھنے کیلئے آیا ہوں کہ نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ میں عِبَادُ مُحَمَّدٍ کی اضافت ازروئے شرع درست ہے یا نہیں؟

مجیب:۔ اگر آپ لوگ صرف سمجھنے کے ارادہ سے آئے ہوتے تو اس کے عدم جواز بلکہ شرک کا دعویٰ ہی نہیں کرتے۔ بہر حال گوش ہوش کے ساتھ سنئے اور ہو سکے تو اپنی اصلاح کیجئے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

یَا عِبَادِیْ کہہ کے ہم کو شاہ نے ؛ اپنا بندہ کر لیا پھر تجھ کو کیا

اس شعر میں امام اہلسنت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قرآن مجید کی سورۃ الزمر کی آیت ۵۳ کی جانب اشارہ فرمایا ہے جس میں رب کائنات جل جلالہٗ کا ارشاد گرامی ہے۔ قُلْ

یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۰ اس آیۂ کریمہ میں منادیٰ متعلق فعل بہ فاعل ہے یعنی عِبَادِیْ میں عِبَاد مضاف اور یٔ مضاف الیہ ہے جو راجع ہے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف، یا اس طرح سمجھئے کہ یٰعِبَادِیَ مقولۂ قُل ہے لہٰذا عباد کی اضافت واضح طور پر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف قرآن پاک سے ثابت ہوئی۔ مجھے امید ہے کہ آپ نے اس اجمال کو تفصیل کے ساتھ سمجھ لیا ہوگا۔

معترض:۔ جس آیۂ کریمہ کو آپنے پیش کیا اس میں یٰعِبَادِیَ مقولۂ رب ہے، لہٰذا عباد کی اضافت رب کی طرف ہوئی نہ کہ حضرت محمد کی طرف جیسا کہ آپ کا یا آپ کے اعلیٰحضرت کا گمان ہے۔ پھر آپکے اعلیٰ حضرت نے تو صاف طور پر اپنے آپکو بندۂ شاہ کہا اور بندۂ خدا ہونے کا انکار کیا۔ اسی لئے تو ہم لوگ کہتے ہیں کہ آپ لوگ حضرت محمد کو خدا مانتے ہیں۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

آیۂ مذکورہ کا مفہوم یہ ہے کہ "اے محمد تم میرے گنہ گار بندوں میں اعلان کر دو کہ وہ اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہوں"۔ اور اگر وہ مفہوم و مطلب ہے جو آپنے بیان کیا تو اسلام کی بنائی ہوئی الوہیت و بندگی کا سارا ڈھانچہ ہی تیتر بتر ہو کر رہ جائیگا، لہٰذا میں آپلوگوں کو اصلاح کی دعوت دیتا ہوں ہماری اصلاح تو ہو چکی ہے۔ (مولوی نثار چبا چبا کر بول رہا تھا اور جب تک بول رہا تھا اس کے حواری اسے شاباشی دے رہے تھے)

مجیب:۔ یہ سارا فساد آپ کی اس ناسمجھی کا نتیجہ ہے کہ آپ نے لفظ عباد کو الوہیت کے بالمقابل محدود کر رکھا ہے۔ اور اگر بفرض محال آپ کا یہی مفروضہ صحیح ہو قرآن و سنت اور کتب فقہ اسلامی میں جہاں جہاں لفظ عباد کی اضافت غیر اللہ کیطرف ہے وہاں وہاں آپکے مفروضہ کے مطابق ایک ایک الٰہ موجود ہوگا (العیاذ باللہ رب العلمین) اگر یہ آپ کو تسلیم ہے تو بولئے کہ آپکے ایک نہیں ہزاروں معبود ہیں۔ لیکن

مجھے امید ہے کہ آپ کی غیرتِ توحید خواہ توہین ہی کی شکل میں کیوں نہ ہو، اسے تسلیم کرنے کی اجازت نہیں دیگی۔

اے کاش کہ اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ کی ترجمانی قرآن پر زبان درازی سے پہلے آپنے مولوی اشرفعلی کا ترجمۂ قرآن دیکھ لیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ کی تیز طرّار نوکِ زبان نے اعلیٰ حضرت ہی کو نشانہ نہیں بنایا بلکہ اشرفعلی کے موضح البیان کی بھی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ کیونکہ اشرفعلی نے عِبَادِیْ کے ترجمہ میں اعلیٰ حضرت کے ترجمہ کی پیروی کی ہے اور اسی تفسیر کو راجح بتایا ہے۔ آپکا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت نے اپنے آپ کو بندۂ شاہ کہا تو یہ بندۂ خدا ہونے کا انکار ہوا۔ گویا آپ اس بات کے قائل ہیں کہ اگر ماموربشیئین میں سے ایک فوت ہو جائے تو دوسرا خود بخود کالعدم ہو جاتا ہے یا ماموربشیئین میں سے ایک کا وجود پایا جائے تو دوسرا از خود موجود ہو جاتا ہے۔ حالانکہ یہاں فوت ہونے کا بھی سوال نہیں بلکہ ایک شئے کی وضاحت ہے دوسرے کا کوئی ذکر نہیں۔ پھر آپنے یہ کیونکر الزام واتہام جڑ دیا کہ اعلیٰحضرت نے بندۂ خدا ہونے کا انکار کیا ہے۔ آپنے آیۂ مقدسہ کا جو مفہوم بیان کیا اگرچہ وہ بھی صحیح ہے کہ بعض مفسرین کرام اسی طرف گئے ہیں۔ لیکن وہ مفہوم و مطلب زیادہ واضح اور علمی نکات سے قریب تر ہے جو میرے اعلیٰحضرت نے بیان فرمایا۔

اگر آپ چند لمحوں کیلئے اس بات کو تسلیم کرلیں کہ عبد کی اضافت اگر ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف ہو تو اسکا وہی معنیٰ متعین ہوگا جو الٰہ کے مقابلہ میں ہے اور اگر غیر اللہ کی طرف مضاف ہو تو اس کا معنیٰ حسبِ حال و تقاضا ہوگا۔ چنانچہ عربی زبان وادب اور لغات قدیمہ و جدیدہ اس پر شاہد عدل ہیں۔ کسی کے منہ لگنے سے پہلے عربی لغات میں سے کوئی بھی لغت آپنے دیکھ لیا ہوتا تو یہ ہیجانی و خلجانی کیفیت نہیں ہوتی۔ صرف المنجدؔ المنار اور صراح میں عبد کے بیس پچیس معنی ہیں مثلاً ایک جاننا، عبادت کرنا، خدمت کرنا، ذلیل ہونا

خشوع وخضوع کرنا، روکنا، خاندان در خاندان غلامی کرتے آنا، غضب ناک ہونا، منہ ناک چڑھانا، پشیمان ہونا، جدا نہ کرنا وغیرہ۔ پھر احادیث کتب صحاح میں بار بار عَبْدًا مَمْلُوکًا اور عَبْدِ آبق کا ذکر آیا۔ کیا ہر جگہ عبد اللہ کے مقابلہ میں ہی ہے اور ہر جگہ عبادت کرنے ہی کے معنیٰ میں مستعمل ہے؟ قرآنِ عظیم میں کہیں اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ کے مقابل اَلْعَبْدُ بِالْعَبْدِ آیا۔ کہیں اِمَائِکُمْ کے مقابل عِبَادِکُمْ آیا۔ کیا ان مقامات میں عبادت کرنے ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے؟ اب اگر آپ کے موقف کے مطابق عبد کی اضافت ونسبت صرف اسم جلالت یا ذات باری تعالیٰ کے ساتھ ہو سکتی ہے غیر اللہ کی طرف اس کی اضافت ونسبت حرام وناجائز بلکہ موہم شرک ہے تو اعلان کر دیجئے کہ قرآن پاک اسلامی توحید سے ہٹا کر شرک کی تعلیم دے رہا ہے۔ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالیٰ)

(حضرت والا کی اس مختصر مگر جامع تقریر سے مولوی نثار اور ان کے بہادر معاونین پر سراسیمگی کی کیفیت پیدا ہو چکی تھی وہ فراری راہیں ڈھونڈھنے لگے تھے) لیکن اپنی خفت مٹانے کیلئے ان میں کے ایک غیر مقلد ملاّ نے منہ کھولا اور کہا، حضرت! کیا حدیثوں میں بھی عبد کی اضافت ونسبت غیر اللہ کی طرف ہے؟ اگر آپ حدیث سے ثابت کر دیجئے تو ہم لوگ مان جائیں گے۔

مجیب:۔ معاذ اللہ، الامانُ والحفیظ۔ میں آپ لوگوں کے سامنے قرآنی آیاتِ محکمہ کے ذریعہ یہ ثابت کر رہا ہوں کہ اضافت ونسبتِ عبد، غیر اللہ کی طرف بھی جائز ودرست ہے، لیکن وہاں عبد کا معنیٰ عبادت کرنا نہیں بلکہ خدمت وغلامی کرنا فرماں برداری وتابعداری کیلئے آمادہ رہنا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنے شعر میں عبادی اور اپنا بندہ انہی معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔ پھر شعر میں آپ کی یہ جدت وانفرادیت نہیں بلکہ امام السالکین مولانا روم علیہ الرحمہ کی خالص محمود پیروی ہے۔ مولینا روم نے فرمایا۔

بندۂ خود خواند احمد در رشاد ؛ جملہ عالم را بخواں قُلْ یٰعِبَاد

اگر آپ نے اعلیٰ حضرت کو نشانہ بنایا تھا تو وہ نشانہ عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی صاحبِ مثنوی کے آستانۂ عالیہ تک پہنچ گیا اور آپکے علامتی تیر سے نہ صرف علامہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کا دامن عزّت و وقار مجروح ہوا بلکہ وہی تیر بارگاہ فاروقی تک جا پہنچا اور ان کی ایمانی جذبات و عقیدت کو لہولہان کر دیا۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے امام اعظم کے حوالہ سے نقل فرمایا کہ سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اعلانیہ فرماتے تھے "کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَکُنْتُ عَبْدُہٗ وَخَادِمُہٗ۔ کہ بحیثیت عبد و خادم کے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر رہتا تھا اپنے اس اعلانیہ میں حضرت سیّدنا فاروق اعظم نے لفظِ عبد کو اس ضمیر واحد غائب کی طرف مضاف و منسوب کیا جو رسول اکرم سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوتا ہے پھر اس سے آگے بڑھ جایئے حضور سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا مشہور واقعہ سامنے آئے گا کہ انہوں نے اسلامی ہلال سیّدنا بلال کو امیّہ ابن خلف کی ظالمانہ ملکیت سے چھٹکارا دلا کر، انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر سرکار اعظم میں حاضر ہوئے اور بقول علامہ روم علیہ الرحمہ یوں عرض کناں ہوئے۔

گفت ما دو بندگانِ کوئے تو
کردمش آزاد ہم بر روئے تو

معترض:۔ نے جھنجھلا کر کہا میرے ایک محترم ساتھی نے آپ سے ایک مختصر سوال کیا اور آپ بجائے جواب دینے کے اپنی تقریر سنانے لگے۔ اگر آپ حدیث کی روشنی میں جواب دینا چاہتے ہیں تو جواب دیجئے ورنہ ہم لوگوں کو اجازت دیجئے۔

مجیب:۔ اجی۔ اجازت کیلئے پہلے کچھ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے جب آپ ان مراحل سے گزر جائیں تب اجازت ملے گی جس میں پہلا مرحلہ یہ ہے کہ آپکے محترم ساتھی نے کہا کہ اگر عبد کی اضافت و نسبت غیر اللہ کی طرف حدیث سے ثابت ہو جائے تو مان لیں گے

اور اس کا یہ مطالبہ خود اسکے اسماعیلی مذہب کے خلاف ہے کیونکہ اسکا ایک اصول یہ بھی ہے کہ ،، صرف خدا کو مان خدا کے سوا کسی اور کو ماننا محض خبط اور شرک کی بات ہے،،
اب آپ کے محترم ساتھی یا تو خبط الحواس ہو چکے ہیں یا شرک کے دلدل میں جا پھنسے ہیں جب تک وہ ان بلاؤں سے نجات نہیں پائیں گے ثبوتِ حدیث ان کیلئے عبث ہے۔

معترض :۔ آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔ جب احادیث پاک سے آپکے پاس کوئی ثبوتی حدیث نہیں ہے تو صاف صاف کہدیجئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ آپ صرف دور از کار تاویلوں کو پیش کر سکتے ہیں۔ اضافتِ عبد الیٰ غیر اللہ کے جواز و ثبوت میں آپکے پاس کوئی حدیث نہیں ہے۔

مجیب :۔ بحمدہٖ تعالےٰ اس کے ثبوت میں دلائل شرعی میں سے ہر دلیل میرے پاس موجود ہے لیکن پہلے اپنے محترم ساتھی سے توبہ طلب کیجئے کہ انہوں نے قرآنی دلائل کو پس پشت ڈال کر حدیث پاک کا مطالبہ کیا ہے اور اس طرح قرآن عظیم کی توہین کی، حدیث شریف کے مطالبہ کا اور بھی طریقہ تھا لیکن انہوں نے ماننے کا دار و مدار قرآن پاک کے مقابلہ میں حدیث کو قرار دیا، لہٰذا پہلے وہ توبہ کریں اور کلمۂ اسلام پڑھیں پھر مجھ سے حدیثیں سنیں۔

معترض :۔ (اپنے ساتھی سے) کیا ہو گا بھائی کلمہ پڑھ دو بات ختم کرو۔ اس پر مولوی نثار کے ساتھی نے کہا میں کلمہ کیوں پڑھوں مجھے کلمہ وُلمہ نہیں آتا ہے۔ اگر انکو حدیث یاد ہے تو سنائیں ورنہ اپنی عاجزی و لاچاری کا اقرار کریں۔

مجیب :۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ لیجئے یہ ایسے معترضین لوگ آئے ہیں جنہیں کلمہ شریف بھی پڑھنا نہیں آتا اور کلمۂ طیبہ کو کلمہ وُلمہ کہتے ہیں۔ یعنی اب قرآن عظیم کے ساتھ کلمۂ اسلام کی بھی توہین کرنے لگے، بھائی! یہ لوگ اپنی فطرت ثانیہ سے مجبور ہیں کہ توہین الوہیت و رسالت، کتاب و سنت اور توہین اولیاء ان کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اب جو کچھ ان

کے دلوں میں ہے زبان تو اسی کی ترجمانی کریگی نا؟ (حضرت کی گفتگو کا سلسلہ جاری تھا کہ مولوی نثار کے ساتھی نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے زور دیکر کہا لو میں پڑھتا ہوں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اب تو حدیث سنائیے۔)

مجیب:۔ ابھی بھی مجھے حدیث پاک سنانے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ میں آپ لوگوں کی عادت مستمرہ سے بخوبی آگاہ ہوں اور یہ جانتا ہوں کہ دلائل سن لینے کے بعد بھی آپ لوگ ماننے والے نہیں۔ کیونکہ میں نے قُلْ یٰعِبَادِیَ والی آیت کریمہ سنائی جس میں عباد جمع مکسر منصرف کو یٰ ضمیر واحد متکلم کی طرف مضاف ومنسوب فرمایا گیا ہے جو ضمیر محبوب خدا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے لیکن آپ نے ماننے سے انکار کیا۔ سورہ نور شریف میں حکم خداوندی ہے۔ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ۔ (بیشک بے شوہر عورتوں کو بیاہ دو اور تمہارے غلاموں (عباد) اور باندیوں میں جو لائق ہوں ان کا بھی نکاح کر دو) یہاں عباد کو ضمیر جمع مخاطب کی طرف مضاف فرمایا گیا جو ضمیر مسلمانوں کیطرف راجع ہے۔ لیکن آپکا ضمیر اس کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ قرآن عظیم میں عَبَدَ الطَّاغُوْتِ فرما کر عَبد کو شیاطین اور کفر کے سرداروں کی طرف مضاف فرمایا۔ ممکن ہے ہم جنسیت کی وجہ سے آپ لوگ اسے ماننے کیلئے تیار ہو جائیں لیکن آپ کا تمرّد شاید اِسے بھی قبول کرنے کیلئے آمادہ نہ ہو۔

اب سنئے وہ حدیث پاک جس کا مطالبہ آپ لوگوں کو بے چین کئے ہوا ہے۔ اور جس حدیث پاک سے یہ روزِ روشن کی طرح ثابت ہے کہ عبد کی اضافت غیر اللہ کیطرف نہ صرف جائز و درست بلکہ اسکے جواز و درستگی پر زبان رسالت کی مہر لگی ہوئی ہے اس حدیث شریف کو امام بخاری وامام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے اپنی صحیحین میں روایت کیا اور انکے علاوہ دیگر ائمہ حدیث نے اپنے جوامع وسنن اور مصنفات میں مختلف راویوں کی روایت سے نقل فرمایا ہے متن حدیث یہ ہے۔ لَیْسَ عَلٰی

الْمُسْلِمِ صَدَقَةٌ فِی عَبْدِہٖ وَلَا فِی فَرَسِہٖ۔ وَفِی رِوَایَۃٍ قَالَ لَیْسَ فِی عَبْدِہٖ صَدَقَةٌ اِلَّا صَدَقَۃُ الْفِطْرِ (متفق علیہ)۔ میں یہاں اس مسئلہ کی بحث میں نہیں پڑوں گا کہ تجارتی گھوڑوں اور غلاموں میں تمام اماموں کے نزدیک زکوٰۃ ہے اور سواری کے گھوڑے یا خدمت کے غلام میں کسی امام کے نزدیک زکوٰۃ نہیں۔ البتہ غلام کا صدقۂ فطر اس کے صاحب نصاب آقا پر ہے۔ یہ ایک متفقہ مسئلہ ہے جسکی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے

ہاں مذکورہ دونوں روایاتِ حدیث کی وساطت سے میں یہ دعویٰ ضرور کرونگا کہ عبد کی اضافت بندۂ مسلم کی طرف زبانِ رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے ثابت ہوئی اور یہ چونکہ قرآنِ عظیم کی مختلف آیات وجمل کی تفسیر وتوضیح اور تطبیق وتائید ہے اس لئے شریعت مطہرہ کے دلائل اربعہ میں سے ایک محکم دلیل ہے۔ اگر آپ لوگوں کو کتب فقہیہ سے ذرا بھی مس ہے تو عبد مشترک، عبد مملوک، عبد مکاتب، عبد آبق وغیرہا کی تفصیلات سے ضرور واقفیت ہوگی اگر نہیں تو میں گوش گذار کئے دیتا ہوں

ابھی حضرت والا کتاب وسنت اور فقہ اسلام کی روشنی میں نہایت انشراح صدر کے ساتھ اپنے موقف کی وضاحت کر ہی رہے تھے اور سامعین محویت کے عالم میں گوش بر آواز وانداز تھے کہ اسی درمیان معترضین میں سرگوشیاں شروع ہوئیں ایک نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا یہ ہمارے سوالوں کا جواب نہیں دے سکتے۔ بیکار وقت کو ضائع کرنا ہے۔ پھر دوسرا تیسرا بھی کرسیوں سے اٹھ کر چلنے لگا۔ حضرت والا نے فرمایا یہ ناسمجھ میری باتوں کو سمجھنے سے قاصر ہیں اب ان سے خدا ہی سمجھے۔ اس وقت حضرت کا تیور بدل چکا تھا اور جلال کے آثار نمایاں ہونے لگے تھے۔ میں (راقم الحروف) نے بڑھکر ان کھادی بھنڈار کے کھدر پوش چہرا جیبوں میں سے ایک کے دامن کو پکڑ کر جھٹکا دیا اور کہا بیٹھو میں تمہیں سمجھاتا ہوں پھر وہ سب کے سب بیٹھ گئے اور کہنے لگے سمجھایئے کیا سمجھانا ہے

راقم الحروف :۔ کیا تم لوگوں نے سلیمان ندوی کی چند ورقی کتاب "دروس الادب" پڑھا ہے ؟

معترض :۔ ہاں کیوں نہیں ہزاروں بار پڑھا یا ہے لیکن وہ کسی مسئلہ کی کتاب نہیں ابتدائی عربی ادب کی کتاب ہے۔

راقم الحروف :۔ جی ہاں اسی ادب کی کتاب میں بے ادبیوں کی تعلیم بھی ہے۔ اگر آپ لوگوں نے ہزاروں بار پڑھایا ہے تو عَبْدُ اَبِیْکُمْ فِی الدَّارِ کا ترجمہ اور ترکیب کر کے بتایئے کہ یہ جملہ آپ لوگوں کی شرع کے مطابق صحیح ہے یا غلط ؟

معترض :۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ "تمہارے باپ کا غلام گھر میں ہے"، اس کہنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

راقم الحروف :۔ جی اس کہنے میں تو شرعًا کوئی قباحت نہیں لیکن اس دورِ آزادی میں تمہارے باپ کا غلام آیا کہاں سے ؟ پھر میں نے ترکیب کرنے کو کہا تھا جس سے آپ نے عمدًا اعراض کیا۔ آخر کیوں ؟

معترض :۔ میں نے اعراض نہیں کیا بلکہ آپ نے بات کاٹ دی۔ اس جملہ میں عبد مضاف ابی مضاف الیہ مضاف کُمْ ضمیر جمع مخاطب مضاف الیہ

راقم الحروف :۔ بس بس میں آپ کا امتحان نہیں لے رہا ہوں کہ آپ سراسیمہ ہوئے جا رہے ہیں میں تو صرف آپ کی زبان سے سننا چاہتا تھا کہ عبد، ابی کی طرف مضاف ہے اور ابی، اللہ نہیں غیر اللہ ہے تو عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف تمہارے ادب میں داخل ہوئی اور وہ ادب داخلِ نصاب ہے۔ تو کیا اس جملۂ سلیمانیہ سے بھی آپ لوگ یہ نہیں سمجھ سکتے ہیں کہ عبد، غیر اللہ کی طرف بھی مضاف و منسوب ہو سکتا ہے۔

معترض :۔ یہ کوئی قرآن و حدیث یا اصول سے متعلق کتاب نہیں جسکا ماننا ضروری ہو۔

راقم الحروف :- یہی تو میں کہتا ہوں۔ لیکن آپ حضرات کے موقف کے مطابق چونکہ عبد کی اضافت ونسبت غیر اللہ کی طرف ناجائز وحرام بلکہ موہم شرک ہے اور ایسی اضافتیں اس کتاب میں موجود ہیں تو گویا یہ کتاب ناجائز وحرام بلکہ شرک کی تعلیمات سے طلبائے مدارس کو آراستہ کررہی ہے۔ اور آپ حضرات اس کتاب کے کہنہ مشق معلم ہیں لہٰذا آپ حضرات بھی اس کی گرفت سے نہیں بچ سکتے۔ یا تو آپ حضرات اس بات کا اعلان کریں کہ اس سلسلہ میں علماء دیوبندیہ ووہابیہ کا موقف غلط اور شرع اسلامی کے خلاف ہے اور جملۂ سلیمانیہ صحیح ہے۔ یا جملۂ سلیمانیہ کو غلط قرار دیتے ہوئے اس بات کا تحریری اقرار کریں کہ ہملوگوں کا موقف صحیح ہے۔ سلیمان ندوی حرام وشرک کا پرچارک اور اس کی کتاب حرام وشرک کا پلندہ ہے۔

حضرت جیلانی میاں قبلہ ہملوگوں کی باتوں کو بہت غور وفکر سے سماعت فرمارہے تھے لیکن جب وہ لوگ مغرب کی نماز کا بہانہ کرکے مجلس سے بھاگنے لگے۔ تو حضرت والا کا جلال پھر عود کر آیا۔ فرمایا یہ سب مہر شدہ ہیں ہدایت کی راہیں ان کیلئے مسدود ہوچکی ہیں۔ لیکن یہ ساری زیادتیاں منتظمینِ کانفرنس کی ہیں جن کو اپنے اور بیگانے کی پہچان نہیں ہے پھر اسی حال میں مغرب کی نماز جماعت کیساتھ دروازہ کے سامنے ہی ادا کی گئی جہاں آج کل مسجد ہے۔ نماز کے بعد حسب عادت ہاتھوں میں تسبیح لیکر چہل قدمی کرتے ہوئے اوراد ووظائف میں مشغول رہے۔ اسی درمیان کرخت آواز میں آپنے ایک مخصوص خادم (محترم جناب مولوی عبدالوحید خاں صاحب گنگوہی) کو آواز دی جو صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند اور اوراد ووظائف کے شائق اور اپنے پیر حضور حجۃ الاسلام کے مرید فائق تھے۔ وہ آپ کی آواز سنتے ہی حاضر خدمت ہوئے اور حکم کے منتظر رہے۔ آپ نے فرمایا میرے میزبانوں کو بلاؤ، چند منٹوں کے بعد ہی عالی جناب راجہ نصیر الدین حیدر خان اپنے بھائی راجہ انیس الدین حیدر خاں کیساتھ خدمتِ عالیہ میں حاضر تھے۔ یہ دونوں صاحبان اپنے دور اقتدار

میں اپنے علاقہ کے بے تاج بادشاہ اور نہایت بارعب و دبدبہ شخصیت تھے جنکی ہیبت سے رعایا لرزتی تھی۔ لیکن حضرت کے سامنے دونوں حضرات ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور حضرت کے چہرۂ پُر جلال کو گوشۂ چشم سے دیکھ رہے تھے۔

حضرت:۔ آپ لوگوں نے مجھے جلسہ کے نام پر مدعو کیا، میں تین آدمیوں کے ساتھ بغیر کسی خرچ کے مطالبہ کے بریلی سے مظفر پور تک آگیا مظفر پور میں آپکا کوئی آدمی موجود نہیں تھا، میں نے آپ سے کوئی شکایت نہیں کی۔ میں اپنے مخلص جانثاروں کے ساتھ آپکے دولتکدہ تک پہنچا۔ مگر آپ دوسرے مہمانوں کی خاطر تواضع میں لگے رہے میں نے کچھ نہیں کہا۔ مولوی ہاشم لکھنوی کی قیام گاہ میں میرے قیام کا انتظام کر دیا گیا میں نے کچھ نہیں کہا۔ آپ حضرات کی اہلیہ نے پس پردہ فاتحہ، نیاز، درود سلام وغیرہ پر اعتراضات کئے میں نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی پھر بھی آپ سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن آج عصر کے بعد جو کچھ ہوا، کیا آپ لوگ اس سے بھی واقف نہیں؟ کیا آپلوگ سمجھتے ہیں کہ میں دینی حمیت و غیرت نہیں رکھتا؟ آپکو اپنی ریاست و امارت پر ناز ہے تو کیا میں رئیس و امیر نہیں؟ اگر آپ راجہ کہلاتے ہیں تو میں جاگیر دار اور جاگیر داروں کا وارث نہیں اگر آپ پٹھان ہیں تو کیا میں پٹھان نہیں؟ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ تعالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم کے صدقہ میں وہ سب کچھ مجھے دیا ہے جسکی گرد کو آپ نہیں پہنچ سکتے۔ پھر کس بل بوتے پر آپ نے مجھے بلایا اور میرے ساتھ یہ سلوک کیا؟

(حضرت عالم جلال میں بولتے جارہے تھے اور سارے لوگ دم بخود سر جھکائے سن رہے تھے۔ راجہ صاحب نے اپنے قریب کھڑے ایک متشرع صالح جوان (حاجی سراج الہدیٰ خاں براہیمی)، کی طرف دیکھا تو وہ حضرت کے سامنے حاضر آئے اور ہاتھوں کو جوڑ کر عرض کیا حضور ہم لوگوں سے بھاری غلطیاں ہوئی ہیں جس کی معافی کے خواستگار ہیں آپ کریم ابن کریم ہیں معاف فرما دیجئے۔ اگر یہاں حضور کو تکلیف ہو رہی ہے تو میں آپ ہی کا غلام

ہوں میرے غریب خانہ پر تشریف لے چلیں۔

حضرت نے فرمایا میں نے راجہ صاحب کو جواب دینے کیلئے بلایا ہے لیکن وہ خاموش ہیں تو میں نے یہ طے کرلیا ہے کہ اب پرسونی میں نہیں رہوں گا۔ میں آج اور ابھی ڈمرا (سیتامڑھی) چلا جاتا ہوں۔ میں ایسے مشترک جلسوں میں شرکت نہیں کرتا۔ مجھے اصلاح کی امید تھی اسلئے بادل ناخواستہ گذشتہ رات کے جلسہ میں شرکت کرلی تھی۔ پھر جناب مولوی عبدالوحید خانصاحب مرحوم کو آپ نے آواز دی اور سواری کے انتظام کا حکم دیا۔

راجہ صاحب :۔ حضور! واقعی ہم لوگوں سے غلطی ہوئی جس کی ہم معافی چاہتے ہیں اور یہ گذارش کرتے ہیں کہ اپنا ارادہ ملتوی فرمادیں اور آج کے جلسہ میں اپنی تقریر سے ہم لوگوں کو نوازدیں۔

حضرت :۔ اب میں صرف اسی شرط پر رہ سکتا ہوں کہ اسٹیج پر کوئی وہابی دیوبندی مولوی نہیں ہوگا۔ سٹیج کا اہتمام و پروگرام مولوی عبدالواجد کے ہاتھوں میں ہوگا۔

راجہ صاحب :۔ حضور! میں کسی ایسے ویسے مولوی کو نہ تو سٹیج پر رہنے دوں گا اور نہ ہی جلسہ گاہ میں۔ اب میں آپ کے سامنے ہی تمام وہابی مولویوں کو ڈیسپیچ کرتا ہوں صرف آپ رہ جائیں تو میرا جلسہ کامیاب ہے۔

حضرت :۔ جایئے انتظام کیجئے میں مذہب اہلسنّت کی اشاعت کیلئے اپنے ہر جذبہ کی قربانی دینے کو تیار ہوں۔ راجہ صاحب نے اسی وقت کئی جیپ کا انتظام کیا۔ مولوی نثار اور اسکے تمام معاونین وانصار کو بھرپور نذرانوں کیساتھ حضرت کے سامنے ہی جیپوں پر سوار کردیا۔ کسی کو مظفرپور کسی کو سیتامڑھی اور کسی کو شیوہر موتیہاری کی طرف روانہ کردیا۔ اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے جلسہ گاہ تمام آلائشوں سے پاک ہوگیا۔

ع بڑے بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

کانفرنس کا آخری جلسہ نہایت خیروخوبی اور کامیابی کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پر اختتام

پذیرہوا۔ جلسہ کے بعد کئی اہم حضرات داخلِ سلسلہ ہوئے اسکے بعد چند بار حضرت کا پرسونی آنا جانا ہوا۔ آج بھی وہ آبادی اور اس کا ماحول سنّیوں سے آباد ہے، سنّی علماء کی آمدورفت ہوتی رہتی ہے۔ حضرت کے صاحب زادگان کی پذیرائی ہوتی ہے، جو اپنی کرم نوازیوں سے باشندگانِ پرسونی کو نوازتے رہتے ہیں۔

کسرِ نفسی

پرسونی کے جلسہ کا پروگرام بحمدہٖ تعالیٰ سنّیت کی بالادستی اور اس کے ماحول میں اختتام کو پہنچا۔ حضرت والا اپنے متوسلین ومعتقدین کیساتھ پرسونی سے ڈمرا (سیتامڈھی) کیلئے روانہ ہوئے۔ راستہ بھر توبہ واستغفار اور لاحول شریف کی کثرت فرماتے رہے۔ سیتامڈھی سے متصل آبادی راجوپٹی میں تھوڑی دیر کے لئے قیام فرمایا۔ اپنے تمام مریدین ومتوسلین کو جو اُس وقت سَاتھ تھے جمع کرنے کے بعد ارشاد فرمایا نفس کو قابو میں رکھنا بہت ہی اہم ترین ریاضت ہے جو اس میں کامیاب ہوگیا وہ منزل سلوک پر پہنچ گیا۔ اور اس کو قابو میں رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ اپنے کو سب سے کمتر اور حقیر سمجھا جائے۔ میں نے جلال کی حالت میں راجہ پرسونی بھائی نصیرالدین حیدر خاں کو جو کچھ کہدیا وہ میرے نفس کی آواز تھی جس کا مجھے سخت افسوس ہے اس لئے میں راستہ بھر توبہ واستغفار کے کلمات پڑھتا رہا۔ غیرتِ دینی پر جلال کا آنا یقیناً محمود ہے لیکن اس میں اپنی نفسانیت شامل نہیں ہونی چاہئے۔ کہ اس سے ثواب کا ذخیرہ سوخت ہوجاتا ہے، یہ جو میں نے اس سے کہدیا، "کہ کیا آپ پٹھان ہیں تو میں پٹھان نہیں" یہ میرے نفس کی آواز تھی جس سے میں اپنے ربّ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور یقین کرتا ہوں کہ جلسہ کی کامیابی کے طفیل میری توبہ قبول فرمالی جائے گی۔ اب میں اپنے نام کے سَاتھ یا دستخط میں "ابراہیم رضاخاں" نہیں بلکہ "فقیر ابراہیم رضا عفی عنہ" لکھا کروں گا، اگر لوگ مجھے میرے سَامنے جُلہا کہیں، دُھنیا کہیں کباڑی کہیں تو میں ذرا بھی ملول خاطر نہیں ہوگا کیونکہ یہی میرے نفس شریر کی سزا ہے۔ پھر فرمایا نسب کو بدلنا ہماری شریعت میں جائز نہیں بلکہ لعنت

کا سبب ہے اس لئے جس کا جو نسب ہے اس کے اظہار میں تامل نہ کرے ہاں اگر تعلّی وکبر یا اپنی بڑائی کا بھوت سوار ہونے لگے تو کسرِ نفسی کیلئے اخفا میں حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔ پھر دیر تک آپ کی آنکھوں سے پشیمانی کے آنسو بہتے رہے اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا فرماتے رہے۔

حضرت جیلانی میاں مسند ارشاد پر

حضرت جیلانی میاں قبلہ اپنی پیدائش کے بعد ہی سے پورے خانوادۂ رضویہ کے پیارے، اعلیٰ حضرت سے استفادہ کرنیوالے حضرات علمائے کرام کی آنکھوں کے تارے اور سلسلۂ عالیہ قادریہ، برکاتیہ، رضویہ سے منسلک ہونے والے طالبوں کے سہارے تھے۔ مشائخِ کرام اور علمائِ اعلام آپ کے بچپنے کی اٹھان کو دیکھ کر ہی یہ سمجھ رہے تھے کہ ایک نہ ایک دن یہ قطب الارشاد کی مسند پر ضرور متمکن ہوگا۔ غالباً اسی لئے صرف چار سال چند مہینے کی عمر میں اعلیحضرت عظیم المرتبت علیہ الرحمۃ والرضوان نے ان تمام سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرمادیا جو ان کے مشائخ کرام سے انہیں ملے تھے۔ پھر اپنی زبان فرماکر حضرت جیلانی میاں قبلہ کی حقانیت وکامیابی پر مہر لگادی۔ انیس (۱۹) سال کی عمر میں حضور حجۃ الاسلام مرشد الانام علیہ رحمۃ السلام نے الاجازۃ المتینہ کے مطابق سلاسل طریقت کی اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

۳۷ سال کی جوانی میں آپ کو حضور سیدنا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے اپنی خلافتِ نوریہ برکاتیہ اور ان سلاسل کی اجازت وخلافت تفویض کی جو حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کو انکے پیر ومرشد خاتم المشائخ سیّدنا ومولینا سید ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ اور اپنے والد ماجد سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ سے ملی تھیں۔ چھتیس (۳۶) سال کی عمر شریف میں آپ کے والد ماجد حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ نے تحریری طور پر آپکو اپنی نیابت و خلافت وسجادگی اور تولیت بخشی۔

۴۵، ۴۶ سال کی عمر میں قطبِ مدینہ، خلیفۂ اعلیٰ حضرت، ضیاءُ الرّضا، شیخ العلماء حضرت مولانا شاہ ضیاء الدین مہاجر مدنی اور دیگر مشائخ مکہ و مدینہ، شام والجزائر رحمہم اللہ تعالےٰ نے مختلف طُرُقِ معرفت و روحانیت سے شاد کام و فائز المرام کیا۔

اس طرح آپ تمام سلاسل تقویٰ و طہارت، طریقت و معرفت سے آراستہ ہو کر اور شرعی علوم و فنون سے پیراستہ ہو کر اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کے اس مسند ارشاد و ہدایت پر جلوہ بار ہوئے جس کی زیب و زینت مسلسل بائیس سال تک حضور حجۃ الاسلام مرشد الانام بنے ہوئے تھے اور وہ سجّادۂ عظمت ان دونوں بزرگوں کی فیوضات روحانیہ کا مرکز و منبع بن چکا تھا۔ اس وقت حضور قطبُ الارشاد، شہزادۂ اعلیٰحضرت، سیّدنا و مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خانصاحبُ قبلہ مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بقید حیات تھے لیکن خاندانی اصول کے مطابق بڑے صاحبزادے کی سجّادگی بشرط علم وعمل پر نہ صرف راضی تھے بلکہ معاندین کو خاموش کرنے کیلئے اپنی حمایت و اعانت کا سایہ اپنے پسرِ نسبتی کے سر پر دراز فرما دیا تھا۔ اور جب کوئی حضرت جیلانی میاں قبلہ پر زبانِ اعتراض دراز کرتا تو آپ یہ فرما کر اسے خاموش کر دیتے، "کہ جیلانی میاں کو میں نے خلافت دی ہے اور اس منصب پر میں نے بٹھایا ہے۔

مسند سجّادگی پر فائز ہونے کے بعد آپ نے دار العلوم منظر اسلام کے اہتمام کے علاوہ سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کی اشاعت کا کام بھی زور و شور سے شروع کیا اس کیلئے آپ نے ملک بھر کا دورہ کیا، مسلکِ اعلیٰ حضرت کی تشہیر و اشاعت کیلئے ماہنامہ اعلیٰحضرت میں مضامین لکھنا شروع کیا، کتابچے اور رسائلِ مطبوعہ کو جلسہ و جلوس میں مفت تقسیم کیا مبلّغین کو دور و دراز علاقوں میں بھیجا۔

ہندوستان گیر سیاحت

جب خانقاہِ عالیہ قادریہ رضویہ کی مسند سجادگی اور دار العلوم رضویہ منظر اسلام کے اہتمام کا مرحلہ

سر ہو گیا اور منظر اسلام کی تعلیمی و تنظیمی حالت بہت کچھ سدھر گئی اور حضرات اساتذۂ کرام تعلیمی نظام الاوقات سے زیادہ اپنے وقتوں کی قربانیاں دینے لگے تو حضرت جیلانی میاں قبلہ کو اطمینان قلبی حاصل ہوا۔ اور عوامی مطالبات کے مطابق آپ کثرت سے جلسہ و جلوس اور دینی کانفرنسوں میں شرکت فرمانے لگے۔ بلکہ جلسہ و جلوس کا پورا انتظام اپنے ساتھ رکھنے لگے کہ جس علاقہ کے نادار مسلمان جلسہ کرانے کی مالی سکت نہیں رکھتے اور جذبۂ دینی انہیں مجبور کرتا تو آپ ان لوگوں کی مالی مدد فرماتے اور ان کیلئے دری، شامیانہ، لاؤڈ سپیکر کا مفت انتظام کرتے۔

اس طریقۂ کار کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ تر جلسہ و جلوس اور محافل میلاد سجانے والے حضرات آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے اور جہاں کہیں جلسہ و محافل میں آپ خود نہیں پہنچ پاتے وہاں اپنے خاص شاگردوں یا مدرس کو بھیج دیا کرتے۔ کثرتِ جلسہ و جلوس اور محافل کو دیکھتے ہوئے آپ نے آج سے پچاس سال قبل ایک بڑا سا ٹیپ ریکارڈر بھی خریدا تھا۔ جس میں دو دو تین تین گھنٹوں کی آپکی اصلاحی تقریریں ضبط ہوتیں۔ جن جلسوں میں آپ نہیں پہنچ پاتے وہاں ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ لاؤڈ سپیکر پر آپ کی تقریریں ہوتیں۔ چونکہ اس زمانہ میں یہ آلاتِ جدیدہ میں سے ایک نادر و کمیاب آلہ تھا اسلئے اس کو دیکھنے اور اس سے نکلی ہوئی آواز کو سننے کیلئے کثیر تعداد میں لوگ جمع ہوتے اور خوش آئند اثر لیکر جاتے۔ گویا انہوں نے حضرت جیلانی میاں قبلہ کی تقریر سُن لی۔

اکثر دینی کانفرنسوں اور جلسہائے عید میلاد النبی (صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی عَلَیہِ وَسَلَّم) میں آپ صدارت و قیادت کیلئے بلائے جاتے، راجستھان کے مغربی کنارے سے لیکر آسام کی وادیوں تک بمبئی کی لہروں سے لیکر نیپال کی سنگلاخ سرزمین تک آپ کا تبلیغی و تقریری دورہ ہوتا۔ آپ کی تقریریں وعظ و نصائح اور مسلکِ اعلیٰ حضرت کی حقانیت کے عنصر زیادہ

ہوتے۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد کئی کئی آیاتِ قرآنیہ بلکہ رکوعات تلاوت فرماتے اور دو ڈھائی گھنٹے تک انہیں آیات کی تفسیر بیان فرماتے رہتے۔ آپ کی تفسیر و تشریح کا ماخذ عموماً تفسیر کنزالایمان، تفسیر روح البیان، تفسیر جلالین، شرح مسلم امام نووی، اشعۃ اللمعات، شفار قاضی عیاض، نسیم الریاض، مدارج النبوۃ، الدُّرَرُالسنیہ، وغیرہا کتبِ تفاسیر و شروحِ احادیث ہوتیں۔ دورانِ تقریر کبھی کبھی آپ پر عجیب و غریب کیفیت طاری ہو جاتی، سامعین میں عوام سے زیادہ علمار محویت کے عالم میں ہوتے۔ بعض اسرار و نکاتِ قرآنی ایسے بیان فرماتے جبکا نزول براہ راست دلوں پر ہوتا۔ اور سامعین بے خودی میں نعرہائے تکبیر و رسالت اور زبانِ اعلیٰ حضرت زندہ باد کی صدائیں بلند کرنے لگتے۔ اختتام جلسہ پر عموماً علمار کرام تہنیت پیش کرنے کیلئے قیام گاہ پر تشریف لاتے اور عرض کرتے حضور ہم لوگوں نے مختلف تفاسیر قرآن کا مطالعہ کیا ہے لیکن آج کی نکتہ آفریں، ایمان افروز و دلنشیں تفسیر قرآنِ پاک کو سن کر ایسا معلوم ہوا کہ آج زندگی میں پہلی بار اس آیۂ کریمہ کو سن رہا ہوں یا آج ہی اس کا نزول ہو رہا ہے۔ حضرت والا علمار کرام کی زبانی تقریری تأثرات کو سن کر مسرور ہوتے اور فرماتے یہ سب اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کا کرم اور آپ حضرات کی یکسوئی و غور و فکر سے سننے کا نتیجہ ہے۔ ویسے ہم لوگوں کو گفتار سے زیادہ کردار کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ جو کچھ آپ حضرات نے سنا ہے اگر وہ دوسروں تک پہنچ جائے تو یہ میری عظیم کامیابی ہوگی۔ اس وقت علم دین سے بے بہرہ لوگ منبر رسول کی زینت بنے ہوئے ہیں، امت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنار کے جذبات سے کھیل رہے ہیں مذہب و مسلک کی سبز و شاداب اور لہلہاتی کھیتی کو نام نہاد رہبرانِ قوم و ملت خاکستر کر رہے ہیں مگر اصلاح کی جانب کسی کی نظر نہیں ہے۔

اس طرح جلسہ و جلوس کے اختتام کے بعد بھی قیام گاہ پر پند و نصائح کا سلسلہ جاری رہتا، فجر کی نماز کے بعد آپ آرام فرماتے، اور ظہر کی نماز کے بعد تلاوت قرآن پاک

اور دلائل الخیرات کا ورد کرتے۔ پھر آئندہ شب کے جلسوں کا پروگرام ترتیب دیا جاتا۔ کلکتہ، دلّی، یوپی، بہار، پنجاب، گجرات، راجستھان اور ترائی نیپال جہاں جہاں آپ گئے علم وفن، اور وقارِ رضویّت کا سکہ بٹھادیا۔ آپ کی اس ہندوستان گیر سیاحت کی وجہ سے دارالعلوم منظرِ اسلام اور سلسلۂ رضویہ قادریہ کو بڑا فروغ حاصل ہوا۔ دارالعلوم کی مالی زبوں حالی تقریباً دور ہوگئی دوسو سے زائد طلبار سنیر درجات میں داخل ہو گئے۔ دورۂ حدیث کے طلبار کو ماہنامہ وظیفے دیئے جانے لگے۔ مدرسین و ملازمین کو بھی وقت کی پابندی کے ساتھ تنخواہیں ملنے لگیں۔ اور گھریلو اعتبار سے آپ بھی خود کفیل ہو گئے۔ گویا فتوحات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

مفسّرِ اعظم

جب سے آپ نے میدانِ تقریر میں قدم رکھا لفاظی گورکھ دھندوں، زبان و بیان کے چٹخاروں اور رطب و یابس واقعات کو بیان کرنے سے گریز کیا، اکثر فرماتے تھے، زبان و بیان کی فصاحت و بلاغت دل کے تقویٰ و طہارت کو مجروح کر دیا کرتی ہے اس لئے صرف واہ واہی لوٹنے کیلئے اس کی کوشش نہ کرے ہاں اگر بے عزم و ارادہ بعض قوافی زبان پر جاری ہو جائیں تو اسکے استعمال میں چنداں مضائقہ نہیں، بلکہ کبھی سحر طرازی کا کام دیتے ہیں۔ آپکی تفسیری نکات و لمعات کا شہرہ دارالعلوم منظرِ اسلام کی درس گاہ سے شروع ہوا۔ جہاں کبھی کبھی تفسیر جلالین اور مدارک شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ یہ دونوں تفسیریں آپکے نظام الاسباق میں شامل نہیں تھیں محض اپنے ذوقِ علمی کی وجہ سے آپکا یہ درس درسِ عام ہوتا تھا، جس میں سنیر طلبار مدرسین اور باہر سے آئے ہوئے مہمانانِ خصوصی بھی شریک ہوتے تھے۔

پھر پُرانے شہر بریلی میں جہاں جہاں جلسے اور محافل کا اہتمام ہوتا وہاں خاص طور پر آپ سے فرمائش ہوتی کہ آپ صرف قرآنِ پاک کی تفسیر بیان فرمائیں۔ آپکے بیان کا انداز یہ تھا کہ پہلے چند آیاتِ کریمہ کی تلاوت فرماتے۔ کنز الایمانی ترجمہ سنانے بعض دوسرے

مترجمین کے ترجموں کا موازنہ ترجمۂ اعلیٰ حضرت سے کرتے۔ پھر آیاتِ متلوّہ کی لفظی و معنوی مطابقت قرآن پاک کی جن دوسری آیتوں سے ہوتی ان آیتوں کی تلاوت و ترجمہ فرماکر اگر حضرت امام بخاری نے تلاوت کردہ آیۂ کریمہ سے متعلق کوئی باب باندھا ہے تو اس میں سے دو ایک حدیث پاک کا متن اور ترجمہ پیش کرتے۔ اس کے بعد مسلم شریف اور دیگر کتب صحاح کی ان حدیثوں کو پڑھتے جو تلاوت کردہ آیات کریمہ کے مفہوم سے متعلق ہوتیں۔ اور ان حدیثوں پر حضرت امام نووی، حضرت قاضی عیاض، علامہ علی قاری اور شیخ محقق محدث دہلوی کی تشریحات پیش فرماکر نتیجہ نکالتے اور نہایت شرح صدر کے ساتھ عوام کے سامنے بیان کرتے۔ آپکے اس طریقۂ استدلال پر حاضرین علماء و طلباء عش عش کرنے لگتے مرحبا اور نعرہائے تکبیر و رسالت سے فضا گونج اٹھتی۔

آپکے اس خصوصی انداز نے بریلی، پیلی بھیت، رامپور، بدایوں بہیڑی اور شاہ جہانپور وغیرہ سے نکال کر آپ کو ملک گیر مقرر بنادیا جس شہر و آبادی میں دو ایک روز کیلئے تشریف لیجاتے وہاں ہفتہ عشرہ آپکو رہنا پڑتا اور روزانہ دو دو تین تین محفلوں کا انتظام ہوتا۔ پھر آپکی مفسرانہ تقریر و وعظ کا اس قدر شہرہ ہوا کہ عوام و خواص مفسر قرآن کے نام و لقب سے آپکو جاننے پہچاننے لگے۔ اسی درمیان میں دس دنوں کا پروگرام کانپور کا بنا۔ حضرت والا نے ہم رکابی کا شرف فقیر راقم الحروف کو عطا فرمایا۔ کانپور پہنچکر ایک مشہور تاجر حریم کے یہاں کنگھی محال میں قیام کیا۔ اس زمانہ میں مسلمانان کان پور عالی جناب صوفی عزیز احمد صاحب نوری بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی شاہنامۂ اسلام سننے کا بڑا اچھا ذوق رکھتے تھے۔ ان کا ہر ایک مجمع کم و بیش ایک لاکھ سامعین پر مشتمل ہوتا تھا، چند دنوں تک وہ حضرت والا کے ساتھ رہے۔ ہر جلسہ کی شروعات انکے شاہ نامہ سے ہوتی، پھر راقم الحروف تمہیدی تقریر کرتا اس کے بعد حضرت والا اپنے مفسرانہ انداز میں وعظ شروع فرماتے، حضرت کے وعظ نے سامعین کے ذوقِ طلب کو اس قدر بڑھادیا کہ

ایک ہفتہ کے بعد روزانہ دو دو تین تین عظیم الشان جلسے ہونے لگے۔ بعض بعض جلسوں میں مفتی اعظم کانپور سلطان المناظرین حضرت علامہ مفتی شاہ رفاقت حسین صاحب قبلہ امین شریعت اوّل بہار۔ اور قاضی شہر حضرت مولانا عبد السمیع صاحب کانپوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہمانے بھی شرکت فرمائی اور حضرت کی تقریر و تفسیر سے اس قدر متأثر ہوئے کہ مفسر اعظم کے لقب سے یاد فرمانے لگے۔ کئی بار حضرت والا۔ حضور مفتی اعظم کانپور سے ملاقات کیلئے انکی قیام گاہ احسن المدارس نئی سڑک تشریف لیگئے اور کئی بار مفتی اعظم کانپور بھی آپ سے ملاقات کیلئے کنگھی محال تشریف لائے۔ اس زمانہ میں روز نامہ سیاست کانپور کے ایڈیٹر اسحاق علمی صاحب تھے جو فخرِ صحافت کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ حضرتِ والا کی خدمت میں کئی بار باریاب ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ اپنے اخبار میں حضرت کا پروگرام وہ شرح و بسط کیساتھ نکالتے رہے اور جلسوں میں بھی شرکت کرتے رہے۔

کانپور کا پروگرام اگرچہ ہفتہ دس دنوں کا تھا لیکن وہاں ۹ ربیع الاوّل شریف سے ۱۰ ربیع الثانی یعنی مکمل ایک ماہ قیام رہا۔ آپکے وعظ و تقریر کا شہرہ کانپور کی گلی کوچوں میں ہونے لگا۔ مقررین و مدرسین علماء آپکی مجلسی گفتگو میں ذوق و شوق سے شریک ہوتے اور دینی لطف اٹھاتے۔

مفسرِ قرآن کی زبان سے نکلا ہوا ہر ایک جملہ بلکہ ہر ہر لفظ قرآن و سنّت کا ترجمان اور علم و ادب کی آن بان ہوا کرتا تھا۔ آپکی خطابت الفاظ و جمل کی جادو گری نہ ہوکر بھی کتاب و سنّت کی سچی ترجمانی، حق و ہدایت کی روشنی اور علم و فن کا نور ہوا کرتی تھی۔ آپ کی خطابت نے دنیائے سنّیت میں ایک نئی روح پھونک دی۔ وہابیت کے دامِ فریب میں پھنسے ہوئے ہزاروں انجان مسلمانوں کو توبہ کی دولت نصیب ہوئی اور انہیں آغوشِ سنّیت میں پناہ ملی۔ راہ سے بھٹکے ہوؤں کو صراطِ مستقیم کی منزل ملی۔ مسافروں کو مشعلِ راہ ہاتھ آئی۔ ایک خوشگوار روحانی برسات ہونے لگی جس میں ایمان

وعقیدے کی تطہیر کیلئے بیشمار لوگ نہلانے لگے۔

کانپور اور کانپور کے قرب وجوار سے چھٹی ملی تو فتحپور، الہ آباد دو دو روزہ قیام کے بعد بنارس تشریف لے گئے۔ بنارس میں محلہ مدنپورہ ہٹیہ کے اندر بنارسی کپڑو نکے مشہور تاجر حاجی جلال الدین وحاجی نصیر الدین کے یہاں قیام فرمایا۔ اس وقت وہاں مدرسہ اسلامیہ (محمود المدارس) مدنپورہ کے ایک اہم جلسہ کا خوب پروپگنڈہ ہورہا تھا۔ یہ نام نہاد اسلامیہ مدرسہ، دیوبندیوں کے عقائد ونظریات کا ترجمان تھا اس وقت اس مدرسہ میں مولوی محمود الحسن کے شاگرد خاص اور مولوی حسین احمد صدر مدرس مدرسہ دیوبند کے ساتھی وہم استاذ مولوی ادریس اور مولوی رفیق سرائے میری صدر مدرس اور سنیر مدرس کی جگہ پر کام کررہے تھے۔ مدرسہ مذکورہ کی زندگی میں یہ پہلا جلسہ تھا جو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ بنگالی باغ مدنپورہ میں منایا گیا اور اس جلسہ سے خطاب کرنے کے لئے دیوبندی مذہب کے بڑے بڑے لیڈر آئے ہوئے تھے۔ مولوی حسین احمد قاری طیب، ابوالوفا شاہجہان پوری، مولوی قاسم شاہجہان پوری، مولوی نجم الدین اصلاحی مولوی ارشاد دیوبندی سبھی سب پہنچے ہوئے تھے۔ لیکن اس جلسہ کا نتیجہ بڑا ہی عجیب وغریب سامنے آیا۔ اصل میں یہ جلسہ دو ایسے فارغین کی دستار بندی کے سلسلہ میں منعقد کیا گیا تھا جو مدرسہ اسلامیہ کی تاریخ میں پہلی بار وہاں سے فارغ ہونے والے تھے۔ ایک کا نام مولوی انعام اللہ تھا جو غازیپور علاقہ کے رہنے والے تھے اور دوسرے کا نام کچھ اور تھا جو دربھنگہ علاقہ کے رہنے والے تھے۔

جلسہ مذکورہ کا پہلا پروگرام شروع ہوا۔ اسکی بدقسمتی سے پہلی تقریر کے لئے مولوی نجم الدین اصلاحی کو آواز دی گئی۔ اور اصلاحی کی غیر اصلاحی تقریر کے درمیان ہی مولوی حسین احمد صدر مدرس مدرسہ دیوبند سٹیج پر آگئے۔ مولوی ابوالوفا اور مولوی قاسم پہلے ہی سے سٹیج پر موجود تھے۔ اصلاحی نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ابھی ابھی میں آپ

حضرات کے سامنے ایک بڑے مقرر کی حیثیت سے تقریر کر رہا تھا لیکن اب آپ حضرات کے سامنے ایسی شخصیت تشریف لا چکی ہے جنکا نام نامی اسم گرامی لینا بھی سخت بے ادبی سمجھتا ہوں وہ شیخ الاسلام ہیں شیخ المسلمین ہیں نائب شیخ الہند ہیں وغیرہ وغیرہ گویا۔

خلافِ شرع کبھی شیخ تھوکتے بھی نہیں!

اندھیرے اوراجالے میں چوکتے بھی نہیں

فارغ ہونے والے دونوں طلباء بھی سٹیج ہی پر موجود تھے دونوں نے سرگوشی کی اور جلسہ گاہ سے باہر آ گئے۔ پھر اپنے کمرہ میں پہنچ کر دونوں نے تبادلۂ خیال کیا کہ یہ لوگ نہایت بدتمیز و بد دین ہیں کہ اپنے مولوی کا نام لینا بھی سخت بے ادبی سمجھتے ہیں اور رحمۃ للعالمین محبوبِ ربّ العالمین حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کا اسم ذاتی شریف بھی نہایت بے ادبی سے لکھتے چھاپتے اور لیتے ہیں۔ بے خوف وخطر ان کی تردید کرنی چاہیئے اور لوگوں کو انکی بد دینی و بدتمیزی سے آگاہ کرنا چاہیئے۔

چنانچہ اسی وقت دونوں نے مل کر ایک اشتہار کا مضمون ترتیب دیا جس کی سُرخی رکھا،، علمائے دیوبند کی نیرنگیاں،، اس اشتہار میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تقویۃ الایمان کی وہ عبارت نقل کی جس میں اس نے لکھا ہے کہ،، جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں،، اصلاحی بولی اور اسمٰعیلی عبارت کا موازنہ کرتے ہوئے ان طلباء نے اپنے اشتہار میں یہ نتیجہ نکالا کہ علماء دیوبند کے عقائد و نظریات اس حد تک گر چکے ہیں کہ وہ اپنے ادنیٰ سے ادنیٰ مولویوں کو بھی سرور کائنات علیہ اکرم الصلوٰۃ سے افضل و اعلیٰ جانتے مانتے اور علی الاعلان کہتے ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ اور یہ سب عظمت و شانِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں کھلی گستاخی ہے۔

راتوں رات اس اشتہار کو لیکر دربھنگوی طالب علم مدرسہ فاروقیہ میں حضرت مولانا عبدالرسول باقر علی خاں صاحب کے پاس پہنچا اور حالات سے آگاہ کیا مولانا نے،، انجمن

اشاعت الحق،، کے سکریٹری حاجی عبدالغفور مرحوم کو بلایا اور ساری باتوں سے مطلع کیا پھر یہ تینوں حضرات برقی پریس پہنچے راتوں رات اشتہار کی کتابت ہوئی اور صبح دس گیارہ بجے دن سے طباعت کا کام شروع ہوگیا۔ شام ہوتے ہوتے مدنپورہ اور قریبی محلّوں میں ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات چسپاں ہوگئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دوسری شب کے جلسہ میں نسبتاً آدھے لوگ پہنچے اور ان میں سے بیشتر جلسہ دیکھنے گئے تھے۔ منتظمین جلسہ کو اسکا بیحد قلق ہوا اور انھوں نے پتہ لگایا کہ آخر یہ سب کیونکر ہوا۔

دونوں طلباء کو مولوی عبدالمجید صدر مدرسہ اسلامیہ کے گھر باز پرس کیلئے بلایا گیا انہوں نے اقرار کیا کہ اگرچہ یہ اشتہار" انجمن اشاعت الحق،، کی طرف سے چھپا ہے لیکن اسکے اصل مرتب ہم ہیں۔ مولوی حسین احمد اور قاری طیب مہتمم مدرسہ دیوبند نیز مولوی ارشاد تینوں وہاں بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا آپ کو اشتہار کا مضمون لکھنے سے پہلے اس کے نتیجہ پر غور کر لینا چاہئے تھا۔

طلباء:۔ ہم نے اچھی طرح غور وفکر کے بعد ہی اشتہار کا مضمون لکھا ہے۔

مولوی حسین احمد:۔ تو کیا آپ لوگ اپنی دستار بندی نہیں چاہتے؟

یکے از طلباء:۔ جی ہاں چاہتے تو ہیں لیکن ایسے ہاتھوں سے نہیں جو عظمت رسالت کے خون سے رنگین ہو۔

مولوی عبدالمجید:۔ خاموش! تم کس کے سامنے زبان درازی کر رہے ہو معلوم نہیں

یکے از طلباء:۔ جی ہاں معلوم ہے ان لوگوں کے سامنے جو ایک طالب علم کے سوال کا گذشتہ رات کوئی جواب نہیں دے سکے۔

مولوی حسین:۔ (مولوی عبدالمجید سے مخاطب ہوکر) چھوڑیے ان لوگوں کو جانے دیجئے اور آپ لوگ فیصلہ کیجئے کہ دستار بندی ہوگی یا نہیں۔ اگر دستار بندی نہیں ہوگی تو آج کا جلسہ بے سود ہے۔

مولوی عبدالمجید :۔ اب دستار بندی تو نہیں ہوسکتی ہے خواہ جلسہ ہو یا نہ ہو۔

یکے از طلبار :۔ ہم لوگ جا رہے ہیں نہ صرف آپکے گھر سے بلکہ مدرسے سے بھی ۔ اور دستار اسی صورت میں لیں گے جبکہ ہمارے اشتہار کا کافی شافی جواب دیا جائے ۔

تیسرے دن کا جلسہ نہایت ناکام و بدانجام رہا۔ سوائے منتظمین اور بدبودار وہابیوں کے عامۃ الناس میں سے کوئی شریک نہیں ہوا ۔ اہم مولویوں میں سے کسی کی تقریر بھی نہیں ہوسکی اور جلسہ یونہی ٹائیں ٹائیں فش ہوگیا۔ حضرت مفسر قرآن جب بنارس پہنچے تو اس جلسہ کی ناکامی کا بڑا شہرہ تھا۔ حضرت اس طالب علم سے ملاقات فرمانا چاہتے تھے جس کے سر اس جلسہ کی ناکامی کا سہرا تھا۔ جب وہ طالب علم حضرت کی پابوسی کیلئے حاجی جلال الدین مرحوم کے دولت کدہ پر حاضر ہوا تو حضرت نے اپنی قیام گاہ سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا اور دیر تک معانقہ کے شرف سے نوازا ۔ پھر عزت و اکرام کے ساتھ اسے بریلی شریف آنے کی دعوت دی اور پیشگی کرایہ اسکی جیب میں ڈال دیا ۔

اس سفر میں بنارس کے اندر حضرت مفسر قرآن کی سب سے پہلی تقریر اسی بنگالی باغ کے میدان میں ہوئی جہاں دیوبندیوں کا سہ روزہ نام نہاد جلسہ ہو چکا تھا۔ حضرت کی تقریر کا زور و شور سے اعلان کیا گیا۔ بنارس میں مقیم تمام علمائے اہلسنت اور مدارس اہلسنت کے طلبار کو خصوصی دعوت دی گئی ۔ شمس العلمار حضرت مولانا شمس الدین صاحب جونپوری صاحب قانونِ شریعت ، فاضل معقولات و منقولات حضرت مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری ، پیر طریقت ، نبیرۂ قطب بنارس حضرت مولانا عبدالوحید صاحب رشیدی حضرت مولانا اخلاق حسین صاحب، حضرت مولانا عبدالرشید صاحب چھپراوی ، حضرت مولانا خادم رسول صاحب گیاوی ، حضرت مولٰنا عبدالرسول باقر علی خاں صاحب نوادوی اور حضرت مولٰنا محمد احمد صاحب مصباحی وغیرھم خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے حضرت مفسر قرآن کے جلسوں میں شرکت فرماکر اکتساب فیض کیا اور عقیدت و محبت کے ساتھ

حضرتِ والا کو مفسرِ اعظم کے لقب سے ملقب کیا اور اسی لقب کے ساتھ تمام جلسوں میں تعارف کرایا۔ جب حضور مفسرِ اعظم اپنے خاص انداز میں تفسیر قرآن پاک بیان فرماتے تو حضرت شمس العلماء کی کیفیت دیکھنے کے لائق ہوتی پورا رومال آنسوؤں سے تر بتر ہو جاتا کبھی کبھی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ مرحبا، سبحان اللہ، کرامتِ اعلیٰ حضرت، زبانِ اعلیحضرت اور دیگر تحسینی کلمات پوری تقریر میں شمس العلماء کی زبان سے ادا ہوتے رہتے۔ حضرت علامہ سلیمان صاحب بھاگلپوری جب جلسۂ عام میں آپ کا تعارف کراتے تو اکثر فرماتے اے لوگو! اگر اعلیحضرت مجدد دین ملت کی چلتی پھرتی کرامت کو آج دیکھنا چاہتے ہو تو حضور مفسر اعظم کی ذاتِ گرامی کی زیارت کرلو۔ اگر اعلیحضرت کی زبانِ حق ترجمان سے کچھ سننا چاہتے ہو تو مفسر اعظم کی باتیں سنو۔ اگر قرآن فہمی کا صحیح ذوق ہے تو مفسر اعظم کے دامن میں آجاؤ۔

کئی جلسوں میں آپکا تعارف پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولٰنا عبد الوحید صاحب فریدی فاروقی بنارسی نے بایں جملہ کرایا" حضور مفسر اعظم کے محاسن اخلاق کو بیان کرنا سورج کو چراغ دکھلانے کے مترادف ہے ان کو یا انکے خاندان کو عرب و عجم کا کون ذی علم نہیں جانتا، انکے اور انکے آباؤ واجداد کے جو احسانات ہم سنّیوں پر ہیں ان سے ہماری گردنیں انکی دینی عظمتوں کے سامنے ہمیشہ خم رہیں گی۔ انکے جدّ امجد سے میرے جدّ امجد نے ایمان کی چاشنی پائی، انکے والد ماجد سے میرے والد ماجد نے ایقان کی منزل پائی۔ اور آج میں حضرت ہی کے قدموں کے طفیل جو کچھ ہوں ہوں۔

اسی طرح متعدد جلسوں میں متعدد علماء کرام آپکی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہا کرتے تھے۔ بنارس سے آپ کا سفر براہِ مظفر پور کلکتہ کی جانب ہوا مظفر پور میں آپکے دو جلسے ہوئے جس میں وہاں کے مقامی دیوبندیوں، وہابیوں نے بڑا شور و

غل مچایا جلسوں کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی اینٹ پتھر تک کی بارش کرنے سے باز نہ آئے۔ لیکن حضرت مولانا سید الزماں صاحب حمدوی عابدہ ہائی اسکول مظفر پور، چند برادرانِ تیغی مسکونہ ماری پور، دامودر پور اور سنی مزاج رکھنے والے چند شامیانہ مرچنٹوں نے حضرت کا بھرپور تعاون کیا اور وہابیوں کے سینے پر جلسوں کا اہتمام کیا، قرب وجوار کے کچھ سنی علماء بھی تشریف لے آئے۔ ان جلسوں میں حضور مفسر اعظم ہند کی بڑی معرکۃ الآراء تقریروں کا شہرہ ہوا مگر دیوبندی مولویوں کو گویا سانپ سونگھ گیا۔ عوام نے مولوی جمیل مولوی عبدالمجید اور مدرسہ جامع العلوم کے مولویوں کو ٹھوکنا شروع کیا کہ جس کو تم لوگ بدعتی وگمراہ کہا کرتے تھے آج وہ تمہارے سینوں پر دال دل رہا ہے لیکن تم لوگوں کی زبانیں گونگ ہوگئی ہیں اگر غیرت وحمیت ہے تو اسے چیلنج مناظرہ دو اور عوام کے سامنے ثابت کردو کہ تم لوگ حق پر ہو۔

مگر ہر طرف "صدائے برنخاست،، کا ماحول رہا۔ کسی کو کچھ کہنے یا تقریر کے کسی حصہ پر اعتراض کی جرأت نہ ہوئی۔ البتہ حضور مفسر اعظم اپنے دورانِ تقریر عوام سے یہ کلمہ "لا الٰہ الا اللہ علی محمد صلی اللہ،، بار بار پڑھوا رہے تھے، اسکو سن کر وہابیوں نے شور مچایا کہ یہ بدعتیوں کا نیا کلمہ ہے جو اسلامی کلمہ کے خلاف ہے۔ حضور مفسر اعظم نے دورانِ تقریر ہی فرمایا "اگر ان بدمذہبوں کو ذرا بھی غیرت ہے اور ان کے مولویوں میں نام کیلئے بھی علمی لیاقت ہے تو صرف "کلمہ،، کی تعریف کر دیں۔ اور جو کچھ میں پڑھتا یا پڑھاتا ہوں ثابت کر دیں کہ وہ کلمہ نہیں ہے۔ پھر اگر مناظرہ کا شوق ہے تو جب چاہیں جہاں چاہیں مناظرہ کیلئے آجائیں۔ میں ان کی خاطر تواضع کیلئے تیار ہوں۔ میں کتاب وسنت اور اجماع وقیاسِ مجتہدین سے ثابت کردوں گا کہ کلمہ مذکورہ کا دونوں جزء ایمانی واسلامی ہے لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ جو لوگ اسے کلمۂ بدعت قرار دے رہے ہیں یا اسلامی کلمہ کے خلاف ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں انہیں میدانِ مناظرہ میں دلائل وبراہین سے لیس

ہو کر آنا پڑے گا۔

حضرت کے اس اعلان کے بعد وہابیوں کی رہی سہی سکت بھی ختم ہوگئی۔ آج بحمدہٖ تعالیٰ اسی شہر میں اہلسنّت و جماعت کے نصف درجن مدارس و مکاتب حسن و خوبی کے ساتھ چل رہے ہیں وہاں سنیت کے فروغ میں برادرانِ تیغی کا زبردست عملی تعاون اور جذبۂ دینی شامل ہے، خدا کرے کہ یہ شاخِ تازہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے اور آنے والی نسلیں وہابیت و دیوبندیت کے بادصرصر سے محفوظ و مامون رہیں۔

مظفرپور سے روانہ ہوکر حضور مفسر اعظم کلکتہ پہنچے۔ امرتلہ لین ۱۹ میں حاجی عظیم جی صالح جی کے مہمان ہوئے۔ حاجی صاحب حضرت کے جانثار اور مخلص مریدوں میں سے تھے ان کا روحانی تعلق غوث بنگال مولینا سید شمس الدین اندرابی رانی گنج کے صاحبِ سجادہ عارفِ حق حضرت سید شاہ غلام شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تھا جہاں موسم برکات میں ہمیشہ وہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ حضرت کی تشریف آوری کی خبر آناً فاناً شہر کے مختلف حصوں میں پھیل گئی اور لوگوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھ گیا۔ راقم الحروف ان دنوں مظفرپور سے اپنے وطنِ مالوف دربھنگہ چلا گیا تھا اور بنارس کے ایک خادم (جن کا نام یاد نہیں) حضرت کے ہمسفر تھے۔ حضرت نے کلکتہ پہنچ کر فقیر راقم الحروف کے نام ٹیلیگرام روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ جلد سے جلد کلکتہ پہنچو۔ چونکہ وطن پہنچکر میں ایک زخم کا شکار ہوگیا تھا اسلئے ایک ہفتہ کے بعد میں کلکتہ پہنچ سکا۔ وہاں تقریروں کا پروگرام شروع ہوچکا تھا۔ ان دنوں کلکتہ میں حضور محدث اعظم مخدوم ملت تربیت یافتۂ اعلیحضرت علامہ الحاج سید شاہ محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی، پیر طریقت عالم اہلسنّت حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ صاحب بیت الانوار گیا اور مجاہد جلیل حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی ممبر پارلیامنٹ رحمہم اللہ مختلف جلسوں کی دعوتوں کی وجہ سے موجود تھے۔ کسی کسی جلسے میں یہ چاروں حضرات تشریف فرما ہوتے اور اکثر جلسے کیلئے دو دو ایک حضرات

کی موجودگی کافی ہوتی۔ ایک ماہ کے قریب کلکتہ میں قیام رہا لیکن شاید باید ہی کوئی شب ایسی گذرتی جس میں دو دو تین تین جلسوں میں حضور مفسر اعظم کی شرکت نہ ہوتی کلکتہ میں بھی حضرت مفسر اعظم کی تقریروں کا وہی انداز بیان اور دبدبہ دلائل و براہان رہا جو کانپور اور بنارس میں تھا۔ خاص کر جب محدث اعظم ہند جلسے میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت مفسر اعظم کی تقریر کا انداز ہی نرالا ہوتا۔ ایک ایک آیۂ قرآنیہ پر درجنوں آیات قرآنیہ کی مطابقت پیش فرماتے، کتب صحاح کی مختلف احادیث کریمہ علامہ عینی امام نووی، قاضی عیاض اور شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہم کی تشریحات و توضیحات کیساتھ پیش کرتے، پھر نتیجہ کے طور پر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی کوئی نثری عبارت یا نعتیہ اشعار میں سے کوئی شعر تحت اللفظ پڑھتے۔

یوں تو حضور محدث اعظم، حضرت کی پوری تقریر کے دوران کیف و مستی کے عالم میں جھومتے رہتے۔ لیکن جب مفسر اعظم، محدثِ اعظم کو مخاطب فرما کر اعلیحضرت کی کوئی عبارت یا شعر سناتے تو گویا بے خودی کے عالم میں حضور محدث اعظم کے لبہائے مبارک پر، کرامت اعلیٰ حضرت زندہ باد، زبانِ اعلیٰ حضرت پائندہ باد کے نعرے بلند ہونے لگے جن جلسوں میں ان دونوں بزرگوں کی شرکت ہوتی عموماً ان میں آخری تقریر محدثِ اعظم کی ہوتی۔ محدث اعظم کی تقریر کا بیشتر حصہ مفسر اعظم کی تقریر پر عالمانہ حکیمانہ تبصرہ پر مشتمل ہوتا۔ مفسر اعظم کے تفسیری نکتوں کو اتنے حسین پیرائے میں لکھنوی زبان وادب کیساتھ بیان فرماتے کہ سامعین کے دلوں میں نقش کالحجر ہو جاتے۔ پھر اپنی تقریر کے دوران حضور مفسر اعظم کو اتنی بار مفسر اعظم ہند کے لقب سے یاد فرماتے کہ گویا یہی آپکا نام ہے۔

ویسے تو جتنے علما کرام مقیمی یا غیر مقیمی کلکتہ میں موجود تھے سبھوں نے ہمیشہ آپ کو مفسر اعظم ہند کے لقب سے متعارف کرایا اور اپنی نجی مجلسی گفتگو میں بھی مفسر اعظم ہند کے لقب سے یاد کرتے رہے۔ لیکن اس لقب میں سب سے اہم کردار حضور محدثِ اعظم ہند کا رہا کہ

انھوں نے جب بھی حضرت کو یاد فرمایا تو "مفسرِ اعظم ہند" کے لقب ہی سے یاد فرمایا، اگر کوئی آپکے سامنے حضرت کو جیلانی میاں کہتا تو آپ فوراً اس کی اصلاح فرماتے کہ حضرت کو مفسرِ اعظم ہند کہا کرو۔ یہی سچ اور یہی ان کے شایانِ شان ہے۔۔۔۔ حضرت مفسرِ اعظم ہند بھی حضور محدثِ اعظم کی بڑی عزت و تکریم فرماتے۔ کبھی نام نہیں لیا نہ مولٰنا کچھوچھوی کہا۔ بلکہ ہمیشہ محدثِ اعظم ہند کے لقب سے یاد فرماتے اور جلسہ جلوس میں کبھی کبھی محدّثِ اعظم ہند کے ساتھ ساتھ سیدِ المتکلمین اور امامُ الخطباء کے القابات سے بھی یاد فرماتے۔

پیرِ طریقت حضرت مولانا شاہ سراج الہدیٰ گیاوی یا مجاہد جلیل حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی جب بھی خدمتِ عالیہ میں حاضر آتے تو نہایت ادب و احترام کے ساتھ دو زانو ہو کر بیٹھتے اور آپکے کلماتِ طیبات کو غور سے سنتے۔ کبھی کبھی کسی خاص آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرنے کی فرمائش کرتے۔ تو آپ اپنے مخصوص انداز میں تفسیر بیان فرمانے لگتے اور الفاظ و کلماتِ قرآنیہ کے اعداد ابجدی کے مطابق اس کے معنی و مطالب بیان کرتے جس سے وہ حضرات بہت محظوظ ہوتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ بعض الفاظ قرآنیہ کا عدد علم جفر کے اصول پر نکالتے اور اعداد مستخرجہ سے مستقبل کی خبریں دیتے۔ پھر فرماتے "بہر حال یہ خبر ہے"، اس کو خبر ہی کے دائرہ میں رکھنا چاہیئے۔

مجموعی اعتبار سے آپ کا یہ سفر وسیلۂ ظفر نہایت کامیاب و برکت مآب رہا دار العلوم کا حلقۂ تعاون وسیع سے وسیع تر ہو گیا، سیکڑوں گم کردہ راہوں کو نشانِ منزل ملا، سیکڑوں خوش نصیب حضرات آپکے دامن کرم سے وابستہ ہوئے۔ اور مفسرِ اعظم کا ایسا تاج زرّین آپ کے فرق اقدس کی زینت بن گیا کہ وصال فرمانے تک بلکہ اسکے بعد بھی گویا یہی آپ کا علم اور ذاتی نام ہے۔

وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ۔

مفسرِ اعظم بحیثیت شیخ الحدیث

دار العلوم منظر اسلام کا اہتمام سنبھالنے کے بعد ہی سے آپ نے جامعہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرما دیا تھا۔ بریلی شریف میں قیام کے دوران بڑی پابندی کے ساتھ آپ دار العلوم آتے دفتری نظام کی دیکھ بھال کے بعد اپنی درسگاہ میں جلوہ فرما ہو جاتے اور درس شروع کر دیتے تھے، آپ چونکہ عربی زبان و ادب میں کامل مہارت رکھتے تھے اس لئے طلباء کو تاکید فرماتے کہ وہ اوقاتِ درس میں عربی کے سوا دوسری زبان استعمال نہ کریں۔ پھر بھی اگر کوئی طالبِ علم بدرجۂ مجبوری اردو بولتا تو چھوٹے چھوٹے عربی جملوں کے ساتھ اس کی حوصلہ افزائی فرماتے تاکہ اس کی جھجھک مٹے اور وہ عربی بولنے لگے عربی ادب و اشعار سے متعلق کتابیں آپ کے نظامُ الاسباق میں نہیں تھیں لیکن زبان و ادب سے دلچسپی کے سبب "دیوانِ متنبّی"، دیوان حماسہ اور قلبوبی وغیرہ بھی پڑھایا کرتے تھے۔ لیکن یہ کتابیں اوقاتِ تدریس کے اختتام پر پڑھاتے۔ اسی طرح تفسیر جلالین، تفسیر مدارک، کتاب التوحید (للنجدی) وغیرہا بھی آپ کے نظام الاسباق میں شامل نہیں تھیں لیکن آپ اپنے علمی تشنگی کو بجھانے کیلئے ان سب کتابوں کا بھی درس دیا کرتے تھے۔ آپکے نظام الاسباق میں مسلم شریف، ترمذی شریف، ابو داؤد شریف، شفا شریف اور مشکوٰۃ شریف کتب احادیث تھیں۔

جب درس کا وقت شروع ہو جاتا اور طلبا درس میں جمع ہو جاتے تو ہر دو طلبا کے درمیان ایک ایک کتاب ہوتی۔ جو شرح اور حاشیہ سے معرّیٰ ہوتی۔ اور ایک کتاب حضرت والا کے سامنے ہوتی جو باشرح یا حاشیہ کے ساتھ ہوتی۔ پھر کوئی ایک طالب علم کتاب کی ان عبارتوں کو پڑھ جاتا جس قدر سبق لینا مقصود ہوتا تھا عبارت خوانی کے درمیان آپ کی متجسس نگاہیں طلبا کے چہروں پر ہوتیں اور آپ چہروں کے رنگت اور اتار چڑھاؤ سے ہی سمجھ جاتے کہ کون عبارت کے مفہوم و معنیٰ کو سمجھ رہا ہے اور کون نہیں سمجھ رہا ہے۔ کبھی کبھی عبارت خوانی کے درمیان سامعین عبارت سے آپ کوئی سوال کر دیتے اگر جواب صحیح ملتا تو آگے بڑھنے کا حکم دیتے ورنہ عبارتِ متعلقہ کو پہلے اچھی طرح ذہن نشیں کرا دیتے پھر بقیہ عبارت پڑھنے کی اجازت دیتے۔ اور جب عبارت خوانی ختم ہو جاتی تو اس سبق سے متعلق عربی زبان میں آپ کی تقریر شروع ہوتی۔ مثلاً اگر مسلم شریف کی عبارت پڑھی گئی ہے تو پہلے صحیح مسلم کی اسناد و روایات اور اسکے درجات پر روشنی ڈالتے امام مسلم اور دوسرے ائمۂ حدیث کے نزدیک صحیح و غیر صحیح، قابل قبول و نامقبول رواۃ کا معیار کیا ہے؟ اس کی وضاحت فرماتے ائمۂ اسماء الرجال کے نزدیک فلاں فلاں راویان حدیث معیار قبول سے گرے ہوئے ہیں بلکہ انکا شمار ضعفا میں ہے پھر بھی امام مسلم نے ان سے روایتیں کی اور اپنی صحیح میں جمع کیا، اسکے وجوہات کو بیان فرماتے امام مسلم نے اپنی الجامع المسلم میں صرف چودہ پندرہ مقامات پر سند معلق کیساتھ حدیثیں جمع کیں۔ جبکہ امام بخاری کے یہاں اس کی کثرت ہے یعنی تعلیقات کی کثرت سے امام مسلم نے گریز کیا پھر بھی بخاری شریف اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے آخر کیوں؟ امام مسلم ابن الحجاج قشیری نیشاپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے ذخیرۂ احادیث کریمہ میں سے تقریباً بارہ چودہ ہزار صحیح حدیثوں کو منتخب فرمایا پھر ان میں سے صرف چار ہزار غیر مکرر حدیثیں ہی صحیح مسلم میں کیوں ہیں؟ ان تمام معرکۃ الآرا سوالوں کا جواب دیتے ہوئے حضرت والا اپنی تقریر میں مسلم شریف

کے مستخرجات مسندات۔ مختصرات اور اسکے شروح وحواشی کو قدرے تفصیل سے بیان فرماتے۔ شروحِ مسلم میں امام نووی شافعی کی شرح "المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج" امام سیوطی کی شرح "الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج" امام قسطلانی کی شرح "منہاج الابتہاج بشرح مسلم بن الحجاج" اور علامہ علی قاری حنفی کی شرح مسلم کی خوب خوب تعریف فرماتے، اور متنِ حدیث کی تفہیم کے وقت مذکورہ اوّل وآخر شروح کی عبارتیں پیش فرماتے۔

یہی طریقہ عام کتبِ حدیث کے درس کا بھی تھا، کہ متنِ حدیث کا ترجمہ کرنے سے آپ گریز کرتے یہ کام طلباء کا تھا کہ اس کے صحیح معنیٰ ومطلب تک از خود پہنچ جائیں۔ صرف رواۃِ حدیث تخریج وطُرق اور اقسامِ حدیث وغیرہم سے متعلق درسگاہ میں آپ کی تقریریں ہوتیں، ہاں اگر کسی حدیث پاک سے کسی اختلافی مسئلہ کا صدور ہوتا تو آپ مذاہب اربعہ حقّہ کی روشنی میں ان کے دلائل پیش فرماتے اور اس نہج سے بحث کرتے کہ مذہبِ مہذب حنفی کی علویّت وبرتریّت خود بخود واضح ہوکر سامنے آجاتی۔

مثال کے طور پر حضور مفسرِ اعظم ہند کی درسگاہِ حدیث میں سے صرف دو واقعہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ جس درس میں حضور مفسرِ اعظم ہند کے صاحب زادۂ نامدار حضرت ریحانِ ملّت علّامہ الحاج شاہ ریحان رضا خان، حضور مفسرِ اعظم کے مطلوبِ نظر نہایت چہیتے شاگرد حضرت علّامہ حکیم محمد نعیم الدین صاحب گورکھپوری شیخ المعقولات، حضرت کے محبوب نظر، حضرت مولانا حسیب الرحمٰن صاحب اسلامپوری مدھوبنی، فاضل جلیل حضرت مولانا عبد الصمد صاحب مظفر پوری اور فقیر راقم الحروف کے علاوہ پٹنہ اور پورنیہ کے بعض طلباء شریک تھے۔ اس زمانہ میں حضرت ریحان ملت جامعہ منظر اسلام کے اساتذہ میں تھے لیکن کبھی کبھی حضرت والا انہیں درس میں شریک

فرمالیا کرتے تھے۔

ماہِ ذوالقعدہ ۱۳۷۵ھ کی کوئی تاریخ تھی ملک بھر میں سفرِ حج کی ہماہمی تھی کچھ بے غیرت عورتوں نے فرضی محارم کے ساتھ حج کا ویزا حاصل کرلیا تھا، اور کچھ عورتیں اُن سوداگرانِ حُجّاج کے ساتھ سفرِ حج پر جانے کا ارادہ کرچکی تھیں۔ جو بے گانے مرد وعورت کو حج وزیارت کے مقدس نام پر مقاماتِ مبارکہ کی زیارت کیلئے ہندوستان سے ہمیشہ لے جایا کرتے تھے، دارالعلوم منظر اسلام کا دارالافتاء ملک بھر میں اعتماد واحترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اس وقت حضرت بحر العلوم علّامہ مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ تدریسی خدمات کے علاوہ دارالافتاء کے منصبِ صدارت کی بھی زینت تھے، لہٰذا انکے نام، عورت سفرِ حج اور محرم سے متعلق درجنوں سوالات دارالافتاء میں آچکے تھے۔ جن سوالات کو وہ حسب موقع حضور مفسرِ اعظم کے گوش گذار فرماتے رہتے تھے۔

اتفاق سے انہی دنوں مسلم شریف کتابُ الحج کے اسباق آپکے زیر درس چل رہے تھے۔ ایک طالب علم نے "بَابُ سَفَرِ الْمَرْأَةِ مَعَ مَحْرَمٍ" کی ستّرہ حدیثیں اسناد ورواۃ کے ساتھ پڑھ دیں۔ جن حدیثوں کو سننے کے بعد حضور مفسرِ اعظم ہند نے فرمایا آج کسی اور کتاب کا سبق نہیں ہوگا لیکن تقریر وتفہیم احادیث سے پہلے فلاں فلاں مولانا (مدرسین) اور فلاں فلاں طالب علموں کو بلالو۔ چند منٹوں میں تمام مطلوبہ حضرات درس گاہ میں تشریف لے آئے۔ آپنے شستہ عربی زبان میں تقریر شروع کی، جسکا تلخیصی مفہوم ومطلب یہ ہے۔۔۔۔

حمد وصلوۃ کے بعد، اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا "جن لوگوں کو استطاعت ہے ان پر بیت اللہ کا حج کرنا رضائے الٰہی کیلئے لازم ہے"، یعنی حج فرض ہونے کیلئے استطاعت شرط ہے، صحت اور راستے کا امن وامان وغیرہما اسی استطاعت میں داخل ہے، حج کی فرضیت قطعی یقینی ہے

جس کا منکر عند الشرع کافر ہے۔ حج جسطرح مستطیع مردوں پر فرض ہے اسی طرح عورتوں پر بھی۔ لیکن عورتوں کیلئے ضروری ہے کہ بغیر شوہر یا محرم بشمول سفرِ حج کوئی سفر نہ کرے کہ یہ ناجائز وحرام ہے۔

حضرات مالکیہ کے یہاں آیۂ مذکورہ کا حکم عام ہے خواہ عورت کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو لیکن احادیث کریمہ کی روشنی میں وہ حضرات بھی معذور و غلام اور نابالغ مستطیع کو اس حکم عام و مطلق سے خاص کرتے ہیں۔ صرف عورتوں کو بے شوہر و محرم بھی سفرِ حج پر جانے کی اجازت دیتے ہیں۔ تعجب ہے کہ جب احادیث نبویہ (علیٰ صَاحِبِهَا الصَّلوٰةُ وَالسَّلَامُ) کی وجہ سے وہ عام کو خاص اور مطلق کو مقید کرتے ہیں تو جن احادیث کریمہ میں عورتوں کو بغیر شوہر و محرم کے سفر کرنے پر وعید شدید اور ممانعت ونہی وارد ہے وہ حدیثیں ان کی نگاہوں سے کیوں کر اوجھل رہیں۔ خود حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا شریف میں بے شوہر و محرم عورتوں کو عورتوں کے ساتھ سفرِ حج پر جانے کی اجازت دی۔ اس سلسلہ میں میں صرف یہ عرض کروں گا۔ کہ ایک فتنہ کے سدِ باب کیلئے حضرت شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قدر ارشادات وتنبیہات و وعیدات ہیں کہ کتبِ احادیث وفقہ میں سیکڑوں باب کا وجود ہوگیا۔ اور جہاں ایک فتنہ نہیں بلکہ فتنوں کا مجمع ہو شرع کو اس کا کیا حکم مطلوب ہوگا بیان کی ضرورت نہیں۔

حضرات شوافع کے یہاں اس مسئلہ میں اختلاف ہے بعض ائمۂ شوافع شوہر و محرم کے بغیر عورتوں کیلئے عام اسفار کو ناجائز وحرام فرماتے ہیں مگر عورتوں کے ساتھ سفرِ حج کی اجازت دیتے اور بعض شوافع حضرات سفرِ حج کو بھی عام اسفار کی طرح ناجائز وحرام بتاتے ہیں۔ لیکن حضرت سیدنا ادریس الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتاب الاُم میں ایسی عورتوں کو جو شوہر یا محرموں سے محروم ہوں انہیں عورتوں کے ساتھ حج کے سفر پر جانے کی اجازت دی اور دوسرے اسفار سے منع فرمایا۔

حضرت امام احمد بن حنبل اور دوسرے ائمۂ حنابلہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس عورت کا کوئی محرم نہیں اس پر حج ہی واجب نہیں یعنی یہ حضرات، محرم یا شوہر کے ہونے کو استطاعت میں داخل فرماتے ہیں۔ گویا جب شرط نہیں پائی گئی تو مشروط بھی نہیں پائی جائے گی۔

احناف کے نزدیک بغیر شوہر یا محرم کے عورتوں کا سفر پر جانا ناجائز و حرام نہایت بدانجام ہے خواہ وہ سفرِ حج کیلئے ہو یا غیر حج کیلئے دونوں کا حکم یکساں ہے اور اس مسئلہ میں ائمۂ احناف کا اتفاق ہے۔ پھر عورت اگر بہت بوڑھی ہو یا نہایت متقیہ پرہیزگار خدائے جبار و قہار سے ڈرنے والی ہو جب بھی وہ سفر کیلئے شوہر یا کسی معتمد غیر فاسق غیر بدمذہب محرم کا محتاج ہے اس کی ضعیفی و پرہیزگاری اسے محرم سے بے نیاز نہیں کرسکتی کیوں کہ یہ حکم شرع ہے اور حکم شرع کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ ہاں حالتِ اضطرار میں جیسے مسلمانوں کو سوّر کا گوشت کھالینے کی اجازت ہے۔ اگر اس سے جان بچ جائے اسی طرح جان بچانے کیلئے دار الحرب سے دار السلام کی جانب بغیر محرم کے سفر کر جانا یا اثنائے سفر محرم انتقال کر جائے کوئی دوسرا محرم میسر نہ ہو یا ہو مگر فاسق و بدمذہب ہو، اور اس سے نکاح کرنے کیلئے بھی کوئی تیار نہ ہو تو یہ ضرورت ہے اور عند الضرورۃ حرام قطعی بھی مباح کے خانے میں آجاتا ہے۔ لہٰذا اضطرار کو اختیار پر منطبق نہیں جاسکتا۔

بعض لوگ جو دین سے دور مذہب کی پابندیوں سے نفور اور اپنی نفسانیت میں چور ہیں کہتے ہیں کہ آخر بے محرم کے عورتوں کو مالکی مذہب میں سفر کرنا جائز ہے اور شافعی مذہب میں بھی عورتوں کو عورتوں کے ساتھ سفرِ حج پر جانا جائز ہے، اور حق یہ ہے کہ وہ دونوں مذہب بھی حق ہیں تو کیوں نہ اس مسئلہ میں ان کے مذہب پر عمل کر لیا جائے کہ بہت سارے مسائل میں احناف بھی توانکے مذہب کے مطابق عمل کرتے اور فیصلے دیتے ہیں۔۔۔ مگر مذہب غیر پر عمل کرنے کا فیصلہ کرنا عوام کالانعام کے بس کی بات نہیں۔ اس مرحلہ کو سر کرنے میں بڑے بڑے مشاق و تجربہ کار حضرات مفتیانِ کرام کی

بھی پائی رکھا جاتی ہے اور وہ فَوْقَ کُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ سے بصیرتِ فقہیہ کا فیضان طلب کرتے نظر آتے ہیں۔۔۔۔ بیشک مسئلہ اجتہادی میں اگر ضرورت وحرج شدید واقع ہونے لگے تو اربابِ افتاء اور راسخ العلم حضرات اپنے اجتماعی اصولی فیصلوں کے ذریعہ سلف صالحین میں سے کسی مقبول ومعتبر شخصیت کی رائے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور یہ عدول نہیں بلکہ اصول ہی کہلائے گا۔

لیکن زیرِ بحث مسئلہ اجتہادی نہیں بلکہ مسئلۂ منصوصہ ہے جس پر ائمۂ احناف کا اتفاق ہے۔ اور اس کے دلائل واحادیث کریمہ میں موجود ہیں جو عورتوں کے تنہا یا غیر محرم کے ساتھ سفر کرنے کی ممانعت میں وارد ہوئی ہیں دیگر کتب حدیث کا ذکر بھی اگر نہیں کیا جائے تو ہمارے مدعا کو ثابت کرنے کیلئے صرف مسلم شریف کی یہ حدیثیں ہی کافی ہیں جن کو ابھی، ابھی پڑھا گیا ان حدیثوں کو بخاری وترمذی وحاکم وبیہقی وغیرھم نے بطریق اسناد مختلفہ اپنی صحیح وجامع وسنن میں نقل فرمایا۔ مسلم شریف کے "بابُ سَفرِ المرأۃ مع مَحْرمٍ" میں کل سترہ حدیثیں ہیں جن میں سے آخری حدیث میں سفر کا ذکر نہیں ہے باقی سولہ حدیثوں میں عورتوں کے سفر کا ذکر ہے اور ہر حدیث پاک میں بغیر محرم کے عورتوں کو سفر کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ اختلاف صرف یہ ہے کہ کسی حدیث میں تین منزلوں کے سفر کی ممانعت ہے کسی میں دو منزلوں کی اور کسی میں ایک منزل کے سفر کی بھی ممانعت ہے مسلم شریف کے علاوہ دوسری کتب حدیث کے اس باب کو اگر پڑھا جائے تو ایک منزل سے بھی کم (دس بارہ میل) کی ممانعت وارد ہے۔

مذکورہ تمام حدیثوں کے راویوں کی شخصیات وکوائف پر بحث کرنے کا موقع نہیں اور نہ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ متعلقہ احادیث کریمہ کے منتہی راوی مثلاً سیدنا عبد اللہ ابن عمر، سیدنا ابو سعید خدری، سیدنا قتادہ، سیدنا ابوہریرہ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شخصیات کا ائمۂ اسماء الرجال کے یہاں کیا وزن وحیثیت ہے۔

مجموعی اعتبار سے حضرت مسلم خراسانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں مذکورہ پانچوں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس باب میں طرق مختلفہ کے ساتھ سترہ حدیثیں روایت کیں۔ حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی چھ روایت دو دن، تین دن، تین رات کے درمیان مضطرب ہیں۔ اسی طرح حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی چار روایتیں ایک دن، ایک رات، ایک دن ورات اور تین دنوں کے درمیان مضطرب ہیں۔ حضرت سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اس باب میں صرف ایک روایت ہے جو تین دن سے متعلق ہے۔ حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تین روایتیں ہیں اور ان تینوں روایتوں کے متن میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ تینوں روایتیں تین دنوں سے متعلق ہیں۔ اور حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دو روایتیں ہیں اور ان دونوں روایتوں میں عورتوں کو مطلقًا ایسے سفر کی ممانعت ہے جس میں اس کے ساتھ شوہر یا کوئی محرم نہ ہو۔ گویا حضرت ابن عباس کی روایتوں کے ساتھ ساتھ حضرت ابوسعید خدری کی دو روایتیں حضرت ابوہریرہ اور حضرت قتادہ کی ایک ایک روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایتوں کی تائید وتوثیق کرتے ہوئے مزید تقویّت پہنچائی ہیں۔ اس لئے بے خوف وخطر پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس باب میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایتیں سب سے زیادہ صحیح، مؤید اور قابل قبول وعمل ہیں اور ائمۂ احناف نے انکی روایتوں کو مصدر و ماخذ بنا کر اپنی حقانیت واولیّت کا ثبوت دیا ہے

فجزاہم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین وارزقنا اتباعہم وحبہم الی یوم الدین

اب جن عورتوں نے فرضی محارم کے ساتھ سفر حج کا ویزا حاصل کر لیا ہے انہوں نے حکومت وقت کو بھی دھوکہ دیا اور شریعتِ مطہرہ کو بھی اس طرح وہ چند در چند حرام کاریوں کا مرتکب ہوئی اور جو لوگ بے محرم کے عورتوں کو سفر حج پر لیجانے کی دلاّلی کرتے ہیں وہ ثواب نہیں وبال ونکال کو اپنے لئے جمع کر رہے ہیں اور ان عورت

ومرد کو بھی مرتکبِ آثام بنالیے ہیں ان پر واجب ہے کہ اپنی غلط روش سے باز آئیں اور توبہ استغفار کریں۔

(حضور مفسرِ اعظم ہند کی درسی تقریر کا سلسلہ جاری تھا اور مضمون تقریباً اختتام کو پہنچ رہا تھا کہ اسی درمیان آپ کا ٹیپ ریکارڈر بجلی فیل ہو جانے کی وجہ سے بند ہو گیا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں، جن لوگوں نے اپنے حافظہ میں اس تقریر کو محفوظ کر لیا ہے وہ فرصت کے اوقات میں اسے کاپیوں میں منتقل کر لیں۔ اور اگر کوئی ذہنی خلجان واشکال ہو تو آپ لوگ پیش فرما سکتے ہیں)

مفتی جہانگیر خاں صاحب قبلہ:۔ کیا صحتِ حج کیلئے محرم کا ہونا شرط ہے؟

حضور مفسرِ اعظم ہند:۔ جی محرم کا ہونا تو صحتِ حج کیلئے شرط نہیں کہ صحت حج کی شرط صرف استطاعت ہے جسکی تفسیر احادیث کریمہ میں مال وسواری اور کہیں امن وامانِ راہ سے کی گئی۔ محرم کو کہیں شرطِ صحت حج قرار نہیں دیا گیا اب اگر اسے صحتِ حج کی شرط قرار دی جائے یا اسے استطاعت کی تفسیر میں شامل کیا جائے تو یہ شریعت مطہرہ اور کتاب اللہ پر زیادتی کے مرادف ہوگی۔ البتہ بغیر محرم کے عورتوں کو حج اور غیر حج اسفار کی ممانعت صحیح بلکہ مشہور ومتواتر حدیثوں سے ثابت ہے۔ لہٰذا یہ حکم شرع ہوا اور حکم شرع کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ لَا تَبْدِیْلَ لِحُکْمِ اللّٰہِ۔

مولانا عبد الصمد صاحب:۔ حضور! اگر کوئی پچاس ساٹھ سال کی عورت اپنے کسی ایسے رشتہ دار چچا، خالو، ماموں، یا بھائی کے ساتھ سفر میں جائے جس کے سامنے وہ اپنے بچپنے ہی سے حقیقی چچا، خالو، ماموں کی طرح رہتی آئی ہے۔ خواہ اس کا سفر حج وتجارت کا ہو یا تبلیغ دین واشاعت کا یا پھر کسی رشتہ دار سے ملنے کا تو اس کا یہ سفر جائز ودرست ہوگا یا نہیں۔ اور سفر کرنے کی صورت میں ایسی عورت سے اسکے رشتہ داروں کا قطع تعلق کر لینا شرعاً روا ہوگا یا نہیں؟

حضور مفسر اعظم :۔ ایسے سوالات کیلئے دارالافتار کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ پھر سامنے حضور مفتی اعظم ہند مدظلہ تشریف فرما ہیں آپ ان سے سوال کر سکتے ہیں ۔۔۔ آپ اتنی بات ذہن نشیں رکھیں کہ محارِم سے مراد وہ لوگ ہیں جن سے شرعی طور پر کبھی بھی نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ آپنے اپنے سوال میں حقیقی وغیر حقیقی کی تقسیم کی، قرآن کریم نے جہاں حرمتِ نکاح کو بیان فرمایا ہے وہاں حقیقی چچا حقیقی ماموں حقیقی بھائی وغیرہ کا بیان ہے۔ وَبَنَاتُ الْاَخِ وَبَنَاتُ الْاُخْتِ لیکن جو حقیقی نہ ہو اگر چہ منہ بولا باپ یا منہ بولا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اس سے شرعًا نکاح حرام نہیں لہٰذا ایسے باپ بیٹوں کے ساتھ بھی سفر حرام ہے خواہ حج کا سفر ہو یا غیر حج کا۔ لَایَحِلُّ لِاِمْرَأَۃٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُسَافِرَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا وَمَعَہَا زَوْجُہَا اَوْ ذُوْ رَحِمٍ مَحْرَمٍ مِّنْہَا۔ اگر آپنے "ذو رحم محرم منہا" پر غور کیا ہوتا تو یہ سوال ہی قائم نہیں کرتے۔ باقی رہا آپ کا یہ سوال کہ وہ بچپنے ہی سے ان لوگوں کے سامنے اسی طرح بے پردہ رہتی ہے جیسے حقیقی چچا، ماموں کے سامنے۔ تو یہ اس کا دوسرا شرعی جرم ہے جس میں وہ گنہ گار مستحق سزاوارِ نار ہو رہی ہے۔ آپ کا تیسرا سوال کہ اس سے شرعی طور پر قطعِ تعلق روا ہے یا نہیں ؟ آپ جانتے ہیں کہ جو گناہوں کی راہ اپنائے اور منع کرنے پر بھی نہ مانے اس سے راہ و رسم منقطع ہی کرنا چاہیئے۔ لقولہ تبارک و تعالیٰ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ عورتوں کیلئے بغیر شوہر یا محرم کے مطلقًا سفر کرنے کی ممانعت ہے جیسا کہ "اَنْ تُسَافِرَ" سے روشن ہے۔ اس ممانعت میں سفر حج سفر زیارت، سفرِ تبلیغ واشاعت یا سفر تجارت وغیرہ کا کوئی استثنار نہیں۔

مولانا ابوالبرکات نعیم الدین :۔ حضرت! احادیث کریمہ اور عباراتِ فقہار سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ عام اسفار کیلئے عورتوں کو بے محرم کے سفر کرنا جائز و حلال نہیں لیکن حج فرض کی ادائیگی کیلئے اگر بغیر محرم کے سفر حج پر چلی جائے تو اس عورت کا فرض

ادا ہوگا یا نہیں؟ یا اسکی ادائیگی کی کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ فرض بھی ادا ہوجائے اور گناہِ کبیرہ سے بھی بچ جائے؟۔

حضور مفسرِ اعظم ہند:۔ جی ہاں حج کی فرضیت تو سر سے اتر جائے گی لیکن بغیر محرم کے سفر کرنے کی وجہ سے سفر کے دوران آنے جانے میں وہ ہر ہر قدم پر گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتی رہی اور اس طرح اس نے گناہوں کی ایسی بھاری گٹھری اپنے سر لاد لی جو اسے جہنم کا مستحق بنادیگی۔

ایسی عورتوں کیلئے فقہاء کرام نے جو اسلم راہیں نکالی ہیں اس کی پیروی اسے گناہوں سے بچا سکتی ہے یعنی جس عورت پر اجتماع شرائط کی وجہ سے حج فرض ہوگیا ہو اور وہ بیوہ ہو یا کوئی محرم اسکے ساتھ جانے کو تیار نہ ہو یا تیار تو ہے مگر وہ فاسق یا معاذاللہ بدمذہب ہے تو اس کے لئے صرف نکاح کا راستہ باقی رہ جاتا ہے کہ نکاح کرنے کے بعد وہ اپنے شوہر کے ساتھ سفر کرے اور حج کی فرضیت سے سبکدوش ہو۔ اور اگر نکاح کرنے میں اسے خوف ہو کہ شاید شوہر دھوکہ نہ دیدے اور نکاح کے باوجود وہ سفرِ حج پر نہ لیجائے۔ یا یہ خوف ہو کہ نکاح کی وجہ سے کہیں عمر بھر کیلئے پابند نہ ہوجائے تو وہ خیارِ نفس کی شرط پر بھی نکاح کرسکتی ہے یعنی طلاق بائن کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھے اگرچہ حج کی ادائیگی کیلئے نکاح کے وجوب میں فقہائے احناف کا اختلاف ہے۔ لیکن وجوب میں اختلاف واقع ہونے کی وجہ سے اسکے استحباب و اباحت میں فرق نہیں آئے گا۔ حضرت علامہ شامی خاتم المحققین نے اپنے فتاویٰ میں نکاح مذکور کے وجوب و عدم وجوب دونوں صورتوں کی صحت و ترجیح کو بیان فرمایا۔ ہمارے اعلیحضرت مجدد دین و ملت امام اہلسنّت نے اپنے فتاویٰ مبارکہ میں ایسی عورتوں کو گناہوں اور بلاؤں سے بچانے کیلئے یہی صورت تحریر فرمائی جو میں نے عرض کیا۔

حضور مفسرِ اعظم:۔ اگر آپ حضرات کچھ اور بھی سوال کرنا چاہیں تو شوق سے کر

سکتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ (حضرت ریحان ملت، اور فقیر راقم الحروف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) تو "ٹک ٹک دیدم دم نکشیدم" کی کہاوت کا عملی مظاہرہ پیش فرمارہے ہیں۔

راقم الحروف:۔ نہیں حضور! شروع سے اب تک ہم لوگ نہایت غور و فکر اور پوری توجہ کے ساتھ حضور کی تقریر اور سوال و جواب کے ایک ایک جملہ کو سُن اور سمجھ رہے ہیں۔ اور بحمدہٖ تعالیٰ اسے اپنے حافظے کی تختی پر نقش کر رہے ہیں۔ جو جو شبہات و سوالات اب تک سطح ذہن پر ابھرتے گئے حضور عالی نے از خود اس کے جوابات عطا فرمائے ہیں۔ ویسے ہم لوگ حضور ہی کی نصیحت پر عمل کر رہے ہیں اور اس طرح دونوں کا ثواب پارہے ہیں۔

حضور مفتی اعظم ہند:۔ اچھا تو "دیدم دم نہ کشیدم" کے بارے میں بھی میری کوئی نصیحت ہے؟

راقم الحروف:۔ جی ہاں حضور! جب آپ تفسیر سورۃ بلد بیان فرماتے ہیں تو اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَّ شَفَتَيْنِ۔ کے ذیل میں اس حکمتِ حکیم مطلق جلّ جلالہٗ کی جانب بھی اشارہ فرماتے ہیں کہ آنکھیں دو اور زبان ایک بنانے کی حکمت یہ ہے سنو زیادہ بولو کم۔ لہٰذا ہم لوگ اس نصیحت پر عمل کر رہے ہیں۔ (حضرت والا اس جواب سے مسکرانے لگے پھر دعا پر آج کے سبق کا اختتام ہوا۔

دوسرا واقعہ

یہ دوسرا واقعہ راویانِ حدیث کی صحت و سقم، قوت و ضعف یا روایت و درایت یا اقسام حدیث پر مشتمل نہیں ہے بلکہ رواۃ و متن اور الفاظ و جمل سے گزر کر اس کے معنی میں محویت اور دریائے اسرار و رموز میں غوطہ زنی سے ہے۔ خاص کر جب آپ شفا شریف یا مسلم شریف پڑھاتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ صاحب شفا حضرت سیدنا قاضی عیاض اور صاحب مسلم حضرتِ امام مسلم بن الحجاج قشیری نیشاپوری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہما کی روحانیت جلوہ گر ہے اور آپ براہِ راست

ان سے فیوض و برکات حاصل فرمارہے ہیں کبھی کبھی تو عالم معنیٰ سے بھی گزر کر اسکی عینیت میں ایسا کھو جاتے کہ سراپا حال ہو جاتے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ مسلم شریف پڑھاتے وقت پیش آیا۔ ہر معلم و متعلم اپنی اپنی درسگاہ میں درس و تدریس کے اندر مصروف تھے استاذ الاساتذہ محدث جلیل حضرت مولانا شاہ احسان علی صاحب قبلہ گرمی کی وجہ سے اپنی درسگاہ کو چھوڑ کر دار العلوم کے صحن میں درس حدیث دے رہے تھے۔ اور ان کی درسگاہ خالی تھی جو دوسری درسگاہوں کے مقابلہ میں زیادہ ہوادار تھی۔ حضور مفسر اعظم ہند نے ایک سرسری نگاہ پورے دار العلوم پر ڈالی اور پھر محدث صاحب موصوف کی درسگاہ میں جاکر بیٹھ گئے۔ فرمایا لاؤ آج ہمیں پڑھا دیتا ہوں۔ پہلی گھنٹی چونکہ مسلم شریف کی تھی لہٰذا مسلم شریف لیکر ہم لوگ درس گاہ میں پہنچ گئے۔ کتاب الایمان کے بابُ اِثباتِ رُؤیَةِ المؤمنین فی الآخرۃ لِربِّھِم سُبحانَہٗ وتعالیٰ۔ پڑھنا تھا۔ حضرت مولانا ابو البرکات نعیم الدین صاحب نے عبارت پڑھنی شروع کی اور حضور مفسر اعظم شرح مسلم کو دیکھنے لگے۔ جب اس باب کی ساتویں حدیث پاک پڑھی جارہی تھی تو حضرت سنبھل کر بیٹھ گئے۔ اور فرمایا اس کو پھر سے پڑھئے۔ متن حدیث یہ تھا۔ عَنْ اَبِی سَعِیْدِ نِ الخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ نَاسًا فِیْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ نَرٰی رَبَّنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔ قَالَ فَھَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الشَّمْسِ بِالظَّھِیْرَةِ صَحْوًا لَیْسَ مَعَھَا سَحَابٌ وَھَلْ تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ الْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ صَحْوًا لَیْسَ فِیْھَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا کَمَا تُضَارُّوْنَ فِیْ رُؤْیَةِ اَحَدِھِمَا۔ الخ

(حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ صحابیوں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا، کیا ہم قیامت کے دن اپنے پالنہار

کو دیکھیں گے۔ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا،، ہاں،، ساتھ ہی ساتھ آپنے یہ بھی فرمایا کیا تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے اس سورج کے دیکھنے میں جو نصف النہار پر ہو اور اسکے بالمقابل بادل بھی نہ ہو؟ یا کیا تمہیں کوئی دشواری ہوتی ہے چودہویں رات کے چمکتے ہوئے چاند کو دیکھنے میں جبکہ اسکے سامنے ابر کا کوئی ٹکڑا نہ ہو؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ۔ تو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا جیسے تمہیں ان دونوں میں سے کسی کو دیکھنے میں دشواری نہیں ہوتی اسی کیفیت کے ساتھ قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کا دیدار کروگے،

اس عبارت کو سننے کے بعد حضور مفتی اعظم ہند جھومنے لگے چہرے کا رنگ بدلنے لگا اور کیفیت طاری ہونے لگی۔ جب مولانا نعیم الدین صاحب حدیث مذکور کی اس عبارت پر پہنچے،، اَتَاھُمْ رَبُّ العَالَمِیْنَ فِیْ اَدْنیٰ صُوْرَۃٍ مِنَ الَّتِیْ رَاَوْہُ فِیْھَا،، پروردگار عام مسلمانوں کے سامنے ایسی صورت میں جلوہ بار ہوگا جس صورت کو وہ دنیا میں دیکھ چکے ہوں گے۔ آپنے اسی کیفیت کے عالم میں فرمایا اس عبارت کو مکرر سہ کرر پڑھو۔ مولانا پڑھتے رہے اور آپ جھومتے رہے کیفیت ترقی کرتی رہی۔ جب آپکے جسم میں رعشہ پیدا ہوا اور ہاتھوں سے تسبیح گر گئی تو مولانا نعیم الدین نے خوف زدہ ہوکر پڑھنا چھوڑ دیا اور حضرت بحر العلوم کو خبر دینے کیلئے چلے گئے۔ اب راقم الحروف نے اسی عبارت کو بار بار پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ سینیر اساتذۂ کرام اور منتہی طلبار اکٹھے ہو گئے۔ حضرت کی نبض بیٹھنے لگی پورا جسم ٹھنڈا ہو گیا سوائے سینہ کے، آناً فاناً یہ خبر حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ کے سہ درہ میں پہنچ گئی۔ کئی لوگ وہاں سے دوڑے ہوئے آئے لیکن حضور مفتی اعظم ہند نے وہیں بیٹھے بیٹھے حکم دیا کہ جس عبارت پر بے ہوشی طاری ہوئی ہے اس کا پڑھنا موقوف نہ کیا جائے اور حکیم صاحب کو فوراً بلالیا جائے۔ ادھر دار العلوم میں کھلبلی مچ گئی سبھی پریشان حال تھے، حضرت بیہوشی کی حالت میں تھے۔ حکیم صاحب

کو بلانے کیلئے منشی طفیل صاحب جا چکے تھے۔ حضرت کی چاروں طرف دستی پنکھے چلائے جا رہے تھے، ابھی حکیم صاحب تشریف نہیں لائے تھے کہ حضرت کے قلب کی دھڑکن تیز ہوئی سینے پر گرمی آئی پھر پورا جسم گرم ہو گیا۔ نبضیں چلنے لگیں۔ آپ نے آنکھیں کھول دیں اور گھبرائی ہوئی نظروں سے حاضرین کو دیکھا پھر خود سے اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا "الحمد للہ میں قادری گدا ہوں ورنہ مراجعت مشکل ہو جاتی"، حضرت کو ہوش و حواس میں دیکھ کر تمام حضرات کو خوشی ہوئی پھر سب کے سب اپنی اپنی درسگاہوں میں چلے گئے، حضرت نے اس دن کا سبق موقوف فرما دیا۔ خاموشی سے اٹھے اور فقیر راقم الحروف کو ساتھ چلنے کا ارشاد فرمایا۔ جب خواجہ قطب قیام گاہ پر پہنچ گئے میں نے کیفیت کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا حضرت امام نووی نے اس حدیث کے اس جملہ کی جو شرح فرمائی ہے اسے تم غور سے دیکھ لینا بات سمجھ میں آجائے گی۔ ویسے کسی نے کیا ہی پتے کی بات کہی ہے۔

رازِ مخفی ہے گلہ کس سے کروں اے وجدی

بخدا شیخ کی صورت میں خدا ملتا ہے

خدائے پاک مثل و مثال سے تمثیل و امتثال سے کسی کی صورت میں حلول کرنے سے پاک ہے۔ آئینہ سورج نہیں ہوتا مگر آئینے میں سورج کا عکس ہو سکتا ہے جسکو آئینہ کے ذریعہ دیکھا جا نا ممکن ہے، آئینہ کو سورج جاننا عقل و دانش کے خلاف ہے لیکن آئینے میں سورج کے لمعات کو دیکھنا واقع ہے۔ اس شعر کے اندر "صورت میں" قابل غور و فکر ہے۔ بس میں اسی "میں" کے اندر غوطہ زن ہو گیا تھا۔ اور وہاں پہنچا جہاں سارے مسلمانان اہل محشر رب العلمین کے سامنے سربسجود تھے، اگر سرکار بغداد فرد الافراد سیدنا غوث پاک کی دستگیری شامل حال نہ ہوتی تو قیام محشر تک کیلئے میرا سجدہ بھی دراز ہو جاتا۔ الحمد للہ کہ میں قادری گدا ہوں اور آقا اپنے گداؤں کے احوال سے کسی لمحہ بھی بے خبر نہیں ہے (رضی اللہ تعالےٰ عنہ وارضاہ عنا)

آپ اگرچہ جامعہ رضویہ منظر اسلام کے شیخ الحدیث کے منصب کی زینت تھے دورۂ حدیث کے علاوہ دوسرے درجات کی کتابیں پڑھانے سے بھی کبھی عار نہیں فرماتے تھے۔ کافیہ تو ایسا پڑھاتے تھے کہ نحو کی منتہی کتابوں سے طلبار کو بے نیاز کر دیا کرتے عربی ادب کا درس ہوتا تو اساتذۂ کرام بھی زبان کی چاشنی اور نئے تراکیب سے لطف اندوز ہونے کیلئے آپ کی درس گاہ میں جمع ہو جاتے۔

خطابت سے متعلق چند واقعات

حضور مفسر اعظم ہند بسطرح میدان درس و تدریس میں اپنا مخصوص و منفرد مقام رکھتے تھے کہ مشکل سے مشکل اسباق و ابواب کتب کو گویا گھول کر متعلمین کو پلا دیا کرتے تھے۔ اسی طرح میدان تقریر و وعظ میں بھی آپ نہایت سہل زبان و بیان استعمال فرماتے کہ ہر بات سامعین کے ذہن نشین ہو جاتی کتاب و سنّت کے دلائل اسقدر تسلسل سے پیش فرماتے کہ غیروں کو بھی ماننے پر مجبور ہو جانا پڑتا۔ آپنے کبھی وعظ و تقریر کے میدان میں اس بات کی پرواہ نہیں کی سامعین میں اپنوں کی کثرت ہے یا غیروں کی۔ بد مذہبوں کے رد کا جو انداز نجی مجلسوں میں ہوتا وہی بڑی سے بڑی کانفرنسوں اور محفلوں میں ہوتا۔ اور وعظ و نصائح سے متعلق جب کبھی جوش میں آجاتے تو اپنی روحانی قوّت کا بھی مظاہرہ فرماتے۔ کبھی بھی آپنے دنیاوی منفعت کے پیش نظر کسی وعظ و تقریر کی دعوت کو قبول نہیں کیا بلکہ ایسے مقرروں سے دلی نفرت کا اظہار فرماتے جو پیشگی نذرانے یا آمد و رفت کرائے کا مطالبہ کرتے، اپنے ارادتمندوں کو سختی سے تاکید فرماتے کہ ایسے مقررین کو ہرگز مدعو مت کرو جو نذرانے کی رقم طے کرتے زبان کا جادو جگاتے اور سیدھے سادھے سنّیوں کے جذبات سے کھیلا کرتے ہیں اس سے بہتر تو ہے کہ اخلاص کے ساتھ محفل میلاد شریف کر لیا کرو۔

آپ کی تقریری محفلوں سے متعلق بہت سارے حیرت انگیز ایسے واقعات وابستہ

ہیں جسے سن کر یا دیکھ کر ایمان و یقین میں تازگی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔ لیکن ان سبھوں کو حیطۂ تحریر میں لانا تطویل کا سبب ہے اسلئے صرف چند واقعات کی نشاندہی کئے دیتا ہوں کہ تازگی و بالیدگی کا لطف آنے لگے۔

۱: کانپور کے ایک ہفتہ کے پروگرام نے ایک ماہ کا طول کھینچا اسی درمیان گیارہویں شریف کا مہینہ شروع ہوگیا۔ فتحپور ہنسوہ سے چند آدمی حاضر خدمت ہوئے۔ اور دس ربیع الثانی کی دعوت پیش کی، آپ نے بے تامل اسے قبول فرمالیا۔ فقیر راقم الحروف نے عرض کیا حضور! یہ فتحپور کی دعوت ہے اور میں فتحپور کو اچھی جانتا ہوں وہ دیوبندیوں وہابیوں کا گڑھ ہے، وہاں ان لوگوں کا ایک بڑا مدرسہ بھی ہے جس کا مہتمم مولوی ظہور الاسلام دیوبندی اور مدرس اوّل مولوی عبدالوحید مشہور و معروف دیوبندی مولوی ہے۔ اسی مدرسہ میں مولوی عبدالرحمٰن جامی، مولوی عبدالقدوس رومی الہ آبادی اور مولوی صدیق باندوی بھی ہے۔ اور یہ لوگ غالباً اُسی محلہ کی دعوت آپ کو دے رہے ہیں حضور مفسر اعظم نے ان لوگوں سے پوچھا کیا یہ مولانا ٹھیک کہہ رہے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا جی حضور! یہ تو ٹھیک کہہ رہے ہیں لیکن ہم لوگ اگرچہ اسی محلہ زیدون میں رہتے ہیں لیکن اپنے باپ دادا کی روش پر قائم ہیں جو سنی صحیح العقیدہ تھے آج بھی ہم لوگوں کی رہنمائی حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز خانصاحب فرمارہے ہیں اور انہوں نے ہی ہم لوگوں کو حضور کی خدمت میں بھیجا ہے۔

حضرت نے فرمایا ٹھیک ہے میں نے دعوت قبول کرلی، انشاء اللہ تعالیٰ میں ضرور آؤں گا۔ پھر میری جانب مخاطب ہوکر فرمایا میں تو بدمذہبوں کے قلع قمع ہی کیلئے پیدا ہوا ہوں۔ جب تک زبانِ رضا سلامت ہے میں اپنے فرضِ منصبی سے باز نہیں آسکتا۔ پھر فتحپور تو ہمارے سلسلۂ عالیہ قادریہ، برکاتیہ کے عظیم المرتبت شیخ حضرت سیدنا جمال الاولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی راجدھانی بھی ہے کون ہے جو میرا کوئی بال بھی

بیکا کر سکے۔

تاریخ ۲۰ کو دس بجے عصر کے وقت ہم لوگ فتحپور پہنچے، عصر کی نماز کے بعد چائے نوشی کا دور چلا۔ ایک شخص نے جلسہ کا اشتہار پیش کیا جس میں چند مقامی و علاقائی علماء کرام کے علاوہ سرفہرست حضور مفسر اعظم کا نام تھا۔ آپ نے فرمایا آپ لوگوں نے بڑا کام کیا کہ ظلمت کے ماحول میں ہوا کے تیز جھونکوں کی زد پر حقانیت کا چراغ روشن کرنے کا عزم کیا خدا وندکریم بطفیل حضور غوث الثقلین آپ لوگوں کی مدد فرمائے۔ ابھی آپ منتظمین جلسہ کو کلمات دعائیہ سے نواز ہی رہے تھے کہ دوسرا پوسٹر پیش کیا گیا، جو وہابیہ دیابنہ کی طرف سے شائع کیا گیا تھا۔ دونوں پوسٹروں میں جلسہ کی تاریخ اور جگہ ایک ہی تھی صرف وقت میں تھوڑا سا فرق تھا۔ سنیوں نے بعد نماز عشاء جلسہ گیارہویں شریف کا اعلان کیا تھا جبکہ دیوبندیوں نے بعد نماز مغرب جلسہ سیرت النبی کے نام پر لوگوں کو بلایا تھا۔ حضرت نے منتظمین جلسہ سے پوچھا یہ کیا چکر ہے؟ جلسہ گیارہویں شریف کے سکریٹری نے جواب دیا۔ حضور! ہر سال اسی جگہ اسی تاریخ میں ہم لوگ گیارہویں شریف کا جلسہ کرتے تھے لیکن اس مرتبہ چونکہ حضور عالی کی تشریف آوری کا چرچہ ہر طرف ہونے لگا جو وہابیوں پر بہت گراں گزرا، انہوں نے میونسپلیٹی کے دفتر میں جاکر اس جگہ کو آج کی تاریخ کے لئے اپنے نام ریزرو کرالیا۔ اب ہم لوگ مجبور ہو گئے ہیں کیوں کہ ہم لوگوں نے میونسپلیٹی کو کوئی خبر نہیں دی تھی۔ حضرت نے افسوس کرتے ہوئے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے کچھ تاخیر تو ہوگی مگر جس کا جلسہ ہے وہ اپنا جلسہ خود کرلیگا۔۔۔۔ ناشتہ اور چائے نوشی کا دور ختم ہونے کے بعد سارے لوگ نماز مغرب کیلئے مسجد کی طرف چل دیئے۔ حضرت کے چہرے کا رنگ بالکل متغیر ہو چکا تھا، جلال کے آثار نمایاں تھے۔ نماز مغرب کے بعد فرمایا سنن و نوافل کے بعد آپ لوگ مسجد ہی میں تشریف رکھیں۔ جب حضور مفسر اعظم اپنے وظائف سے فارغ ہوئے تو معتقدوں کی طرف مخاطب ہو گئے اور فرمایا سب

لوگ حلقہ باندھ کر اطمینان سے بیٹھ جائیں اور میرے ساتھ درود و اسم اعظم کا ورد کریں
پندرہ بیس منٹوں کے بعد آپ نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھایا اور گریہ وزاری کے ساتھ ایک
لمبی دعا کی حاضرین آمین آمین کہتے رہے۔ چونکہ سارے لوگ مسجد کے اندرونی حصہ میں
تھے اس لئے باہر کی کیفیات سے پوری طرح آگاہ نہیں ہو سکے لیکن تیز ہواؤں کے
جھونکے اندر تک پہنچتے رہے۔ دعا ختم ہونے کے بعد لوگ باہر نکلے تو دیکھا کہ آندھی کے
ساتھ بارش ہو رہی ہے۔ کچھ لوگوں نے واپس آکر حضرت کو یہ خوشخبری سنائی۔ تو حضرت
نے فرمایا بد مذہبوں کا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ اب آپ لوگوں میں سے کچھ جوان جلسہ گاہ
میں جاکر شامیانہ والے، لاؤڈ سپیکر والے اور بجلی والوں کی مدد کریں۔ پھر جلسہ گاہ میں جہاں
جہاں پانی جمع ہو چکا ہے اسے صاف کریں۔ اور بغیر شامیانہ کے صرف نشستوں کا
انتظام کریں۔ ساتھ ہی ساتھ پورے شہر میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ اعلان کرائیں کہ غوث
پاک کا جلسہ اپنے مقررہ وقت کے مطابق ہونے جا رہا ہے۔ حضرت سے ہدایت پانے
کے بعد سارے لوگ اپنے اپنے کاموں کی انجام دہی میں جٹ گئے۔ اُدھر وہابیوں
کے جلسہ کا آغاز مغرب کی اذان ہی کے ساتھ ہو چکا تھا اور منصوبہ بند پروگرام کے
مطابق نماز مغرب کے بعد فوراً دیوبندی مقررین سٹیج پر پہنچ چکے تھے، مولوی عبدالوحید
نے استقبالیہ تقریر شروع کر دی تھی۔ اسی درمیان ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا جو آندھی میں
بدل کر شامیانوں کی طنابیوں کو اکھیڑنے لگا، لاؤڈ سپیکر اور بجلی کے وائرز کو تتر بتر کر
دیا۔ مجمع تو اکٹھا نہیں ہوا تھا لیکن جو لوگ بھی آئے تھے وہ سب سر پر پاؤں رکھ کر
بھاگ چلے۔ یعنی ایک ہی گھنٹہ کے اندر جلسہ کا آغاز و اختتام سب ہو گیا، جب سنی
نوجوان جلسہ گاہ میں پہنچے تو دیکھا کہ شامیانے والے اپنے شامیانوں کو جمع کر رہے ہیں بجلی اور
لاؤڈ سپیکر والے بھی بھاگ دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ سنی نوجوانوں نے ان کی مدد
کی میدان خالی ہوا۔ پھر انہوں نے پیال اور دریوں کے ذریعہ سامعین کی نشستوں

کا انتظام کیا سٹیج کیلئے چند چوکیاں اور ایک کرسی لائی گئی۔

عشاء کی نماز کے بعد حضور مفسر اعظم ہند نے انتہائی فرحت وانبساط کے عالم میں ارشاد فرمایا یہ ہے میرے غوث پاک کی کرامت جو اندھے نجدیوں کو نظر نہیں آتی۔ تم فوراً اسٹیج پر جاؤ اور جم کر تقریر کرو میں ایک گھنٹہ کے بعد آتا ہوں۔ حضرت کا حکم پاکر راقم الحروف جلسہ گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ جلسہ گاہ دیوبندیوں کے مدرسہ اسلامیہ سے پچھم اتر جانب اور ہائی سکول سے پورب اتر جانب واقع تھا جہاں بچے فٹبال وغیرہ کھیلا کرتے تھے جب میں جلسہ گاہ میں پہنچا تو بڑی مایوسی ہوئی کہ صرف سو پچاس آدمی وہاں موجود تھے جلسہ کا آغاز تلاوت اور حمد و نعت سے ہوا، حضرت علامہ مولانا مفتی عبدالعزیز خانصاحب سٹیج پر جلوہ فرما ہو چکے تھے۔ راقم الحروف کیلئے پہلی تقریر کا اعلان ہوا، حضرت کے حسب الحکم ایک گھنٹہ تک میں بولتا رہا۔ اسی بیچ نعروں کی گونج میں حضور مفسر اعظم ہند سٹیج پر جلوہ بار ہو گئے۔

اس وقت تک بیس پچیس ہزار سامعین کا مجمع سٹیج کے سامنے موجود تھا جو وقفہ وقفہ سے حضور مفسر اعظم ہند زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔ اور یہ نعرے اس مطالبے کی غمازی کر رہے تھے کہ مجمع مفسر اعظم ہی کو سننا چاہتا ہے، چنانچہ سٹیج سکریٹری نے میری گفتگو کے بعد کسی نعت خواں شاعر یا مقرر کو درمیان میں حائل کئے بغیر حضور مفسر اعظم ہند کی تقریر کا اعلان کر دیا۔ کرسیٔ خطابت پر تشریف لانے کے بعد ہی سے مجمع میں نعروں کا تسلسل شروع ہو گیا۔ خطبۂ مسنونہ کے بعد آپنے قرآن مجید فرقان حمید کی آیۂ کریمہ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ کی تلاوت فرمائی اور اپنے مخصوص عالمانہ و مفسرانہ رنگ میں تقریر کا آغاز فرمایا۔ تقریر کیا تھی ایمان و یقین کے تابدار موتیوں سے پروئی ہوئی وہ لڑیاں تھیں جو متلاشیانِ حق کے سامنے صبح ہدایت کا اجالا پھیلا رہی تھیں شب دیجور سے نکال کر بقعۂ نور کی رہنمائی کر رہی تھیں۔ ہاں ہاں تقریر

کا ایک ایک جملہ برق خاطب کی صورت خرمنِ نجدیت و ضلالت کو چن چن کر خاکستر کر رہا تھا۔ اپنوں کے چہروں پر خوشی کی تازگی تھی اور غیروں کے چہروں پر پشیمانی و ندامت کی افسردگی۔ پوری تقریر شبنم و شعلہ کا امتزاج اپنے دامن میں سمیٹے تھی۔ یا یوں کہیئے کہ

لبِ گل سے کتاب حسن کی تفسیر تھی گویا
بلالی عشق کی پھیلی ہوئی تنویر تھی گویا
کمال رعب سے سہمے ہوئے تھے دیو کے بندے
نبی کے دشمنوں کے واسطے شمشیر تھی گویا

آپ ہی کی تقریر کے بعد جلسہ کا اختتام صلوٰۃ و سلام پر ہوا۔ حضور سیدنا غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہِ غوثیت میں ہدیۂ ثواب کا نذرانہ پیش کرنے کے بعد مذبذبین نے توبہ کرنا شروع کی بعض لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ جن میں سیدھے سادے دیہاتیوں کی کثرت تھی۔

اس فتح و کامرانی کے حسین موقع پر متعدد شعراء کرام نے حضور مفسر اعظم ہند کی خدمت عالیہ میں تہنیت نامے پیش کئے، یہاں میں اس تہنیت کو پیش کرنا چاہونگا جو اس زمانہ کے ایک نو آموز مگر فاضل جلیل شاعر نے نہایت ہلکے پھلکے الفاظ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی آج وہ ایک کہنہ مشق اور زود گو شاعر ہونے کے علاوہ بہت سارے شاعروں کے استاذ بھی ہیں اور فن شعر و شاعری میں انکا "میزان العروض" بھی منظر عام پر آکر مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ میری مراد محب گرامی حضرت مولانا محبوب رضا صاحب روشن القادری سابق پرنسپل دار العلوم المشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ سے ہے۔ فرماتے ہیں۔

تری ذاتِ عالی مفسر اعظم — ادا ہے نرالی مفسر اعظم
زباں پر تری مدحتِ مصطفےٰ ہے — یہ ذوقِ بلالی مفسرِ اعظم

نگاہِ کرم نے بہر حال بگڑی ہماری بنائی مفسرِ اعظم
نہ کیوں فخر ہو اہلِ سنّت کو تم پر رضا کی رضائی مفسرِ اعظم
تو پیارا رضا کا رضا ہیں نبی کے میں تیرا سوالی مفسرِ اعظم
ابوبکر و فاروق و عثماں علی تک ہے تیری رسائی مفسرِ اعظم
فتح پور میں اہلِ سنّت کی تو نے ہے عزّت بچالی مفسرِ اعظم
عجم تا عرب ہند اور پاک میں بھی ہے شہرت تمہاری مفسرِ اعظم
جلیں گے جو ان سے وہ ہیں اہل باطل ہیں حق کی نشانی مفسرِ اعظم

دعا ہے یہ روشن کہ دائم ہماری
کریں پاسبانی مفسرِ اعظم

۲ : ضلع بریلی کے قصبہ بہیڑی میں ایک جلسہ کے اندر آپ اپنی خطابت کا نور چمکا رہے تھے جب تقریر اپنے شباب پر پہنچی۔ تو بد مذہب دیوبندی، وہابی میں کھلبلی مچ گئی۔ انہوں نے جلسہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش شروع کیں۔ سامعین میں انتشار پیدا کرنا چاہا۔ اِدھر اُدھر سے روڑے بازی کرائی۔ لیکن جب انہیں اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ملی، تو بجلی مستریوں میں سے چند اپنے ہم خیال مستریوں کو بلوا کر لاؤڈ سپیکر کے تار کٹوا دیئے۔ اور اپنے خیالِ خام میں یہ سمجھ کر ہنسنے لگے کہ اب آواز عوام تک نہیں پہنچے گی۔ لہٰذا تقریر بے اثر ہو جائے گی۔ لیکن لاؤڈ سپیکر کی آواز بند ہو جانے کے بعد شہنشاہِ جیلاں نے اپنے جیلانی کی وہ مدد فرمائی کہ بغیر لاؤڈ سپیکر کے آپ کی آواز پورے گھن گرج کے ساتھ گونجنے لگی۔ جو جہاں بیٹھا تھا وہیں سے تقریر کے ایک ایک جملہ کو سن کر سمجھ رہا تھا، جس سے وہابیوں کو سخت حیرت ہوئی پھر ان کے مستریوں نے تمام وائروں کو دوبارہ چیک کیا جو کٹے ہوئے تھے۔ لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آرہی تھی کہ یہ گھن گرج کیسی ہے۔ بالآخر ان سیاہ دلوں نے الیکٹرک لائن کو

بھی کاٹنے کی ہر چند کوشش کی مگر ناکام رہے ہے۔ ابھی وہ لوگ حیرت واستعجاب کے عالم میں تھے۔ کہ شیر رضا کی گرجدار آواز ابھری "ظالمو! تم حق کی صدا کو کیسے کم سکتے ہو زبان رضا کی آواز کو کیسے دبا سکتے ہو، نہ تو تم آواز کا گلا گھونٹ سکتے ہو اور نہ ہی حق کی روشنی مدھم کر سکتے ہو"۔

سامعین نے آپکے ان جملوں کو تقریر ہی کا ایک حصہ سمجھا مگر سازش کرنے والے بدمذہبوں نے سمجھ لیا کہ ہمارے کرتوتوں کا بھید فراستِ ایمانی رکھنے والے شیر رضا پر روشن ہو چکا ہے اب خیریت اسی میں ہے کہ آہستگی کے ساتھ جلسہ گاہ سے رفوچکر ہو جایا جائے۔ چنانچہ وہابیوں کے شریر سرغنے خاموشی کے ساتھ دُم دباکر بھاگ گئے۔ البتہ ان کے وہ سیدھے سادھے ساتھی جوان کی کارستانی میں شریک تھے۔ اور جنہیں ان وہابیوں نے مذہبِ اہلسنّت اور علمائے اہلسنّت سے برگشتہ کر رکھا تھا۔ وہ سب حضور مفسر اعظم ہند کی اس کرامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ان ظالموں ہی سے برگشتہ ہو گئے۔ اور جلسہ ختم ہونے پر حضرت کے ہاتھوں پر وہابیت سے توبہ کر کے داخلِ سلسلہ ہو گئے۔ پھر جب سنیّوں کو وہابیوں کی سازش کا علم ہوا تو وہ بہت برافروختہ ہوئے اور وہابیوں سے لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ لیکن آپ نے انہیں کسی طرح کا ہنگامہ کرنے سے سختی کے ساتھ روکا۔ اور فرمایا ان کی سازش آپ لوگوں کی کامیابی کا ذریعہ بن گئی۔ لہٰذا انہیں اپنے حال پر رہنے دیجئے۔

وہاں کے عام لوگ آپکی اس کرامت اور امن پسندانہ رویّہ سے بہت متأثر ہوئے اس جلسہ کو بہیڑی میں ابتک تاریخی اہمیت حاصل ہے کہ نتائج کے اعتبار سے یہ جلسہ نہایت کامیاب رہا، وللّٰہ الحمد۔

ع۳: ایک مرتبہ ضلع رائے بریلی شہر میں آپ تشریف لیگئے جہاں کہ صرف چند لوگ آپ کے ذریعہ داخلِ سلسلہ تھے۔ البتہ معتقدین کی تعداد درجنوں پر مشتمل تھی آپ

نے چاہا کہ وہاں کوئی محفل منعقد کی جائے تاکہ سنیت کی تبلیغ واشاعت ہو اپنے مریدوں کو ہمت دی، غیرت دلائی اور محفل کے تمام تر اخراجات اپنے ذمہ لے لی چنانچہ ایک محفل کا انتظام ہوا۔ جب شریر وہابیوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنی شرارتیں شروع کر دیں۔ گھر گھر جاکر لوگوں کو جلسہ کی شرکت سے روکا۔ جلسہ گاہ سے باہر اپنے لوگوں کو تعینات کر دیا کہ کوئی جلسہ میں جانے نہ پائے مگر جب حضرت والا کی تقریر شروع ہوئی اور لوگوں نے دور سے آپ کی مدلل تقریر کو سنا تو تمام رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے کثیر تعداد میں جلسہ گاہ میں آگئے۔ لوگوں کے مجمع کو دیکھ کر آپ نے گھن گرج کے ساتھ اپنے مخصوص انداز میں تقریر کو طول دیا جسے دیکھ کر وہابیان محلہ پیچ وتاب کھانے لگے اور جلسہ گاہ میں ہر طرف سے اینٹ اور پتھر کی بارش کرنے لگے۔ اس صورت حال کو دیکھ کر زبان رضا کی تیز فگنی میں زیادتی ہوتی گئی اور آپ نے کھلے عام وہابیوں کو چیلنج کیا لیکن کسی میں سامنے آنے کی جرأت وہمت نہیں ہوئی۔ ردّ وہابیت میں دو گھنٹے سے زیادہ آپ بولتے رہے۔ لیکن جب کوئی سامنے نہیں آیا تو آپ نے اپنی تقریر کا انداز بدلا، اور صرف عظمت ومحبت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر تقریر شروع فرمائی جس کا خوشگوار نتیجہ یہ سامنے آیا کہ جلسہ گاہ ہی میں بعض وہابیوں نے اپنے وہابیت سے توبہ کی اور آپ کے دامن شفقت ومحبت میں پناہ لی۔ آپکے ارادتمندوں میں وہ جرأت پیدا ہوگئی کہ وہ بھی بدمذہبوں کو دوبدو دو ٹوک جواب دینے لگے اور جلسہ کی روداد کو دہرانے لگے کہ اگر ہمت تھی تو سامنے کیوں نہیں آئے۔ اس طرح وہابیت کے ماحول میں یہ جلسہ بھی بہت کامیاب رہا۔

۴: ضلع دربھنگہ (بہار) میں ایک مشہور ومعروف قصبہ جالہ ہے جہاں مسلمانوں کی غالب اکثریت ہے۔ صاحب تصانیف علماء وادباء اور صحافیوں کا وہ مسکن رہا ہے۔ حضور رحمۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام کے دور گرامی میں وہاں کے طلباء جامعہ منظر

اسلام کے متعلم رہ چکے تھے۔ بھائی عبدالشکور، حافظ عبدالرؤف اور ان کے والد علی جان کو میں (راقم الحروف) جانتا ہوں جو حضور حجۃ الاسلام کے دامن سے وابستہ تھے۔ فارسی قواعد کی مشہور زمانہ ابتدائی کتاب "قصد الصیغہ" کے مصنف مولانا اسحاق خاں صاحب۔ سابق مدرس مدرسہ نورالہدیٰ پوکھریرا، جالہ کی مشہور اہل علم شخصیتوں میں سے تھے۔ جنکے نواسے فخر صحافت امیرالادبا حضرت الحاج ضیاء جالوی نوری اور ان کی اولاد اجداد آج بھی جالہ کو علم دین کا گہوارہ بنائے ہوئی ہے۔ مذکورہ حضرات کی پیہم کوششوں سے ایک مرتبہ حضور مفسر اعظم ہند جالہ تشریف لے گئے، جلسہ کا اہتمام ہوا آپ کی تقریر اسقدر مؤثر ہوئی کہ روزانہ محفلوں کا انعقاد ہونے لگا۔ قرب جوار کی عوام بھی محفلوں میں شریک ہونے لگی۔ جالہ سے متصل ایک آبادی ,, دوگھرا،، نامی ایک بڑے گاؤں کی ہے جہاں پہلے سنی مراسم کا دارو دورہ تھا۔ فاتحہ نیاز اور محافل میلاد شریف کی کثرت تھی، لیکن مولوی عطاء مولیٰ اور مولوی عبدالرحیم جب سے دیوبند سے پڑھ کر آئے اگرچہ وہ بھی ابتداءً محافل میلاد پاک میں شرکت کرتے رہے لیکن آہستہ آہستہ دیوبندیت کی بنیاد بھی ڈالتے رہے۔ یہ دونوں مولوی محمودالحسن کے شاگرد تھے اور حکمت عملی سے کام لے رہے تھے۔ جب نئے مولویوں کا جتھا دیوبند سہارنپور سے پڑھ کر آیا۔ تو اس نے اس گاؤں کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا۔ قاسم العلوم نامی ایک مدرسہ بھی قائم کر دیا جہاں سے دیوبندیت، وہابیت کی اشاعت ہونے لگی۔ جب حضور مفسر اعظم ہند کی تقریروں کا اثر جالہ اور اسکے ملحقہ مضافات پر ہونے لگا، تو دوگھرا کے مولویوں کے سینے پر سانپ لوٹنے لگا۔ ان لوگوں نے مناظرہ کی ٹھانی اور اسکے لئے ایک میٹنگ کی، علاقائی دیوبندی مولویوں کے علاوہ انہوں نے جامع العلوم مظفرپور کے صدر مدرس مولوی جمیل وغیرہ کو بھی بلایا۔ اور یہ طے کیا کہ جب جلسہ پورے شباب پر ہو اور جیلانی میاں کی تقریر ہو رہی ہو تو عین اسی وقت

جیلانی میاں پر سوالات کی بوچھار کر دی جائے، اور ایسا سوال کیا جائے جس کے جواب سے عوام فوراً متنفر ہو جائے اور ان کا جلسہ درہم برہم ہو جائے۔ چنانچہ اسی پروگرام کے تحت درجنوں مولوی کتابیں بغل میں دبائے، چادروں میں منہ چھپائے عشاء کے بعد جالہ میں وارد ہوئے۔

حضور مفسر اعظم ہند کا جلسہ شروع ہو چکا تھا۔ جب حضرت کی تقریر ہونے لگی اور ہر طرف سے نعرۂ تحسین بلند ہونے لگے۔ تو دیوبندیوں کا ایک ایک مولوی آتا گیا اور سامعین کے ساتھ متفرق ہو کر جلسہ گاہ میں بیٹھتا گیا۔ چونکہ سب کے چہرے چادروں سے ڈھکے ہوئے تھے اس لئے لوگوں نے انہیں پہچانا نہیں۔ ورنہ شاید قریشی برادران اور جالہ کے نوجوان انہیں جلسہ گاہ میں داخل ہونے سے پہلے ہی کھدیڑ دیئے ہوتے۔ بہرحال وہ لوگ بغیر کسی شور شرابہ کے جلسہ گاہ میں بیٹھ گئے۔ مولوی جمیل مظفرپوری کو دیگر تمام مولویوں نے اپنا لیڈر منتخب کیا تھا وہ بھی چادر اوڑھے ہوا تھا وہ آہستہ آہستہ سٹیج کے قریب آیا۔ لوگوں نے سمجھا یہ کوئی کمزور بوڑھا ہے اس لئے اسے آگے بڑھنے کا راستہ ملتا گیا۔ سٹیج سے آٹھ دس میٹر کی دوری پر سامعین کیساتھ ملکر بیٹھ گیا۔

حضرت کی تقریر پورے شباب پر تھی۔ سورۂ بلد کی تفسیر بیان فرمارہے تھے۔ ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا کبھی کبھی نعرۂ تکبیر و رسالت کی صدائیں گونج جاتی تھیں۔ مولوی جمیل اٹھا، کھڑا ہوا پھر بیٹھ گیا۔ آٹھ دس منٹ کے بعد پھر اٹھا کھڑا ہوا اور بیٹھ گیا۔ تیسری اور چوتھی بار بھی اس نے یہی حرکت کی۔ حضرت نے راقم الحروف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کیا یہ سامنے والا آدمی پاگل ہے؟ فقیر نے عرض کیا ہو سکتا ہے پاگل ہو۔ لیکن حضور اپنی تقریر جاری رکھیں۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے کہ پانچویں بار پھر وہ کھڑا ہوا حضرت نے جلال میں آکر فرمایا کیا بدتمیزی ہے یا تو تقریر سنو یا جلسہ سے باہر جاؤ۔ پیچھے سے آواز آئی حضور! یہ کچھ سوال کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہاں سوال کرنے کی اجازت

ہے لیکن بہتر ہو تا کہ تقریر ختم ہونے کے بعد سوال کیا جاتا۔ پھر اس بوڑھے مولوی جمیل نے کہا ایک بہت معمولی سوال ہے، حضرت نے فرمایا اگر تمہاری نیّت جلسہ کو منتشر کرنے کی ہے تو بیشک سوال کرو۔

مولوی جمیل:۔ حضور! اس علاقہ میں ایک بہت بڑے بزرگ تھے۔ جالہ سے قریب گڑہول نام کی ایک آبادی ہے وہ وہیں کے رہنے والے تھے ان کا نام بشارت کریم تھا۔ آپ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟

حضور مفسّرِ اعظم:۔ میں نہ تو اس علاقہ کا رہنے والا ہوں نہ انہیں جانتا ہوں اور نہ ہی میں نے اپنے بزرگوں سے انکی بابت کچھ سنا ہے، لہٰذا بغیر تحقیق کے جواب دینا دیانت و تقویٰ اور اصولِ افتار کے خلاف ہے۔

مولوی جمیل:۔ حضور! یہاں کے سب لوگ جانتے اور مانتے ہیں۔ ان لوگوں سے پوچھ لیا جائے۔

حضور مفسّرِ اعظم:۔ شرعی جواب عوامی اخبار و اطلاعات کی بنیاد پر نہیں دیا جاتا شرعی جواب کے کچھ اور ہی اصول وضوابط ہوتے ہیں اگر آپ مولوی ہوتے تو میں آپ کو سمجھاتا، پھر بھی میں آپکو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میرا یہاں قیام ہے میں اپنے وسائل کو بروئے کار لاکر مسئول عنہ کے بارے میں پوری تحقیق و تفتیش کرونگا پھر آپ کو صحیح جواب دیکر جاؤں گا۔ اب آپ بیٹھ جایئے۔

مولوی جمیل:۔ حضور! اس سوال کا جواب سننے کیلئے اس مجلس میں بھی بہت سے لوگ منتظر ہیں (جلسہ گاہ کے مختلف حصّوں سے ایک ساتھ آوازیں آئیں ہاں ہاں ہم لوگ بھی یہ جواب سننا چاہتے ہیں، لہٰذا کیوں نہ حضور تمام حاضرین سے معلوم کر لیتے ہیں کہ وہ کیسے تھے۔

حضور مفسّرِ اعظم:۔ شخصِ واحد سے متعلق آپکے سوال کی تکرار پھر اسکے جواب کیلئے

اس قدر اصرار۔ مجھے چوکنا کررہا ہے کہ خدانخواستہ آپ مجھے کسی دام فریب میں گرفتار کرنا تو نہیں چاہتے؟۔

مولوی جمیل:۔ نہیں حضور! ایسی بات ہرگز نہیں ہے ہم لوگ صرف اطمینان چاہتے ہیں کہ قطب الاقطاب کے بارے میں حضور کا کیا خیال ہے؟۔

حضور مفسر اعظم:۔ (عوام سے مخاطب ہوکر) میں انکے سوال کا تحقیقی جواب آپ لوگوں کے سامنے پیش کرونگا۔ ابھی میں صرف سائل کے اطمینان کیلئے ایک جواب پیش کر دیتا ہوں۔

میرے سنی بھائیو! کیا آپ لوگ گڑہول کے کسی مشہور بشارت کریم کو جانتے ہو جس کا ذکر سائل نے کیا ہے؟

عوام:۔ جی حضور ہم لوگ جانتے ہیں وہ ایک مشہور پیر صاحب تھے۔ دور، دور سے لوگ ان کے یہاں جھاڑ پھونک کرانے اور جن بھوت اتروانے کیلئے آیا کرتے تھے۔

مفسر اعظم:۔ میں یہ نہیں پوچھتا ہوں کہ وہ جھاڑ پھونک کرتے تھے یا نہیں میں آپ لوگوں سے یہ پوچھتا ہوں کہ وہ سنی صحیح العقیدہ تھے یا کوئی بدمذہب۔؟

عوام:۔ اتنی گہرائی کی بات تو ہم لوگ نہیں جانتے، اتنا جانتے ہیں کہ پیری مریدی تو سنی لوگ کرتے ہیں تو وہ بھی سنی ہی رہے ہوں گے۔

مفسر اعظم:۔ اچھا یہ بتایئے کہ وہ آپ لوگوں کی نظر میں اچھے تھے یا نہیں؟ آپ ان کے بارے میں کیا سوچتے ہیں۔

عوام:۔ جی وہ اچھے آدمی تھے اگر اچھے نہ ہوتے تو جن بھوت کو کیسے بھگاتے۔

مفسر اعظم:۔ اچھے ہونے پر جو دلیل آپ حضرات نے پیش کی وہ صحیح نہیں ہے شیاطین بھی شعبدے دکھلاتے ہیں بہرحال اس سے بحث نہیں، جب وہ آپ لوگوں کی نظر میں اچھے تھے تو اچھے رہے ہوں گے۔ پھر مفسر اعظم ہند نے اس سائل (مولوی

جمیل، کو مخاطب کرکے فرمایا۔ سن لیا آپ نے جب سنی مسلمان انہیں اچھا سمجھتے ہیں تو اچھے رہے ہوں گے۔ میں ان کے متعلق کوئی بدگمانی کرنے والا کون ہوتا ہوں،

مولوی جمیل :۔ لیکن حضور! وہ دیوبندی تھے۔

مفسر اعظم :۔ جب تو آپ ہی انہیں بُرا کہتے ہیں۔ سنی عوام نے انہیں اچھا کہا اور آپ انہیں دیوبندی عقائد و نظریات کا حامل ٹھہرا کر انہیں دیوبندی کہہ رہے ہیں اگر بقول آپکے وہ دیوبندی تھے تو دیوبندی ہی رہے ہوں گے۔ مجھے ان سے کیا لینا دینا ہے۔ اگر آپ کے کہنے کے مطابق وہ دیوبندی تھے تو جو حکم عام دیوبندیوں کا ہے وہی حکم ان کا ہے۔ پھر بھی میں اسکی تحقیق کروں گا۔ ابھی ان پر دیوبندیت کا حکم آپ لگا رہے ہیں۔

حضرت کے اس فقیہانہ جواب سے وہ لاجواب ہو کر بیٹھ گیا۔ اور کچھ بھی کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ البتہ ڈاکٹر لعل بابو وغیرہ جو حضرت کے جانثار مریدوں میں سے تھے آگے بڑھے اور ایک ایک دیوبندی کو چن چن کر جلسہ سے نکال باہر کیا۔ تب عوام کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ منصوبہ بند طریقے سے اس جلسہ گاہ میں آئے تھے تاکہ جلسہ کو درہم برہم کر دیں لیکن نہایت ناکامی و شرمندگی کے ساتھ جس طرح منہ چھپا کر آئے تھے منہ چھپا کر ہی جانا پڑا۔

حضور مفسر اعظم ہند وہاں کئی دنوں تک قیام پزیر رہے۔ پھر پوکھریرا، گنگٹی، گڑہر اور محمد پور وغیرہ آبادیوں میں بھی قیام فرمایا اور اس بات کی تحقیق فرماتے رہے کہ مولوی بشارت کریم کون تھے کیسے تھے؟ جب انہوں نے پوری تحقیق کرلی تو پھر جالہ تشریف لائے۔ جہاں دوبارہ جلسے قائم کئے گئے اور ہر جلسہ میں آپ نے بلاخوف تردید یہ اعلان فرمایا کہ میں نے اس علاقہ کے علمائے کرام اور معتمد شخصیتوں سے اچھی طرح تحقیق کر لی ہے کہ مولوی بشارت کریم، مولانا احمد حسین کانپوری کے شاگردوں میں سے تھا۔ ابتداءً وہ سنی صحیح العقیدہ تھا

مگر دیوبندی مولویوں کے خلط ملط نے اسے دیوبندیت سے قریب تر کردیا، اور جو حشر مولوی محمد علی مونگیری کا ہوا وہی حشر اس کا بھی ہوا یعنی بالآخر وہ بدعقیدہ اور گمراہ ہو گیا کیوں کہ اس گروہ سے جا ملا جس گروہ پر علماء عرب و عجم نے کفر و ارتداد کا فتویٰ دیا ہے، گذشتہ جلسہ میں جو دیوبندی مولوی لوگ آئے ہوئے تھے انہیں خبر کردو کہ مولوی بشارت کریم کے بارے میں "ابراہیم رضا جیلانی" کا یہ خیال ہے اور یہی فتویٰ ہے۔

سچ کہا ڈاکٹر اقبال نے۔ آئین جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یا یوں کہئے کہ "کلام الامام" کی چلتی پھرتی عملی تفسیر تھے آپ۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں

ملک سخن کی شاہی تم کو رضاؔ مسلّم!
جس سمت آگئے ہیں سکّے بٹھا دیئے ہیں

یوں تو آپ کے میدانِ خطابت و تبلیغ سے ایسے درجنوں واقعات جڑے ہوئے ہیں جو نہایت دلچسپ اور معلوماتی ہیں، لیکن سب کو نقل کرنا طوالت و ضخامت کا سبب ہے اسلئے صرف ایک واقعہ مزید نقل کر دیتا ہوں جو نصیحت آموز بھی ہے اور معلوماتی بھی، کہ عوام النّاس اپنے ایمان و عقیدے کی کس کس طرح حفاظت کرسکتی ہے۔

۵: بریلی شریف سے رڑکی ہوتے ہوئے کلیر شریف پہنچے۔ جہاں مخدوم گرامی مستِ اَزبادۂ اَلَست سیدنا علاء الملّۃ والدین صابر کلیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا۔ تمام خدام اور گدی نشینوں نے آپکا خیر مقدم کیا، اپنی اپنی گدیوں پر بٹھا کر چائے ناشتہ پیش کیا۔ اور آستانۂ عالیہ ہی پر قیام کرنیکا مشورہ دیا، آپ نے فرمایا میں اس علاقہ میں سنّیت کی تبلیغ کیلئے آیا ہوں میرا مقصد کہیں ٹھہرنے کا نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ آستانہ سے روانہ ہوئے اور کلیر گاؤں میں جاکر قیام فرمایا رات کو میلاد شریف کی محفل قائم ہوئی۔ لیکن اندازہ ہوا کہ حضرت مخدوم کی آبادی ہونے

کے باوجود وہاں دیوبندیت نے اپنا پنجہ گاڑ رکھا ہے۔ رات بھر وہیں کلیر میں قیام رہا صبح علی الصباح چائے نوشی کے بعد ہی وہاں سے بھی روانہ ہو گئے۔ میرٹھ آنے والی بس پر سوار ہوئے۔ لیکن میرٹھ پہنچنے سے پہلے ہی آپ نے حکم دیا کہ یہیں اتر جاؤ۔ بس سٹینڈ کے آس پاس چائے ناشتے کی کچھ دوکانیں تھیں اور وہاں سے پورب جانب دو تین میل کے فاصلے پر ایک بڑی سی آبادی نظر آرہی تھی۔ علاقہ نہایت سرسبز و شاداب اور زرخیز معلوم ہوتا تھا، آپ نے فرمایا اس علاقہ میں دیوبندیوں کی کثرت ہے اور انکی راجدھانی دیوبند یہاں سے قریب ہے۔ اگرچہ دیوبند میں بھی ہمارے سنی حضرات کی آبادی اور ان کے آباؤ جداد کے آستانے ہیں، لیکن ہمیں سامنے والی آبادی میں چلنا ہے۔

وہاں سے خراماں، خراماں حضرت سامنے والی آبادی کی طرف بڑھے میں بھی ان کے نقش قدم کی پیروی کرتا رہا۔ ایک نہر کے کنارے پہنچ کر وضو تازہ کیا اور ظہر کی نماز ادا کی، پھر اسی جگہ وظائف کے بعد آپ دلائل الخیرات شریف پڑھنے لگے۔ جب فارغ ہوئے تو تقریباً عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا چلو آبادی میں پہنچکر نمازِ عصر ادا کی جائے گی، پھر وہاں سے پا پیادہ چلے اور عصر کی جماعت کے بعد ہم لوگ آبادی کی مسجد میں پہنچ گئے۔ مغرب کی نماز میں کثیر تعداد میں نمازی مسجد کے اندر آئے، حیرت و استعجاب کی نظروں سے ہمیں دیکھا، امام صاحب ایک معمر بزرگ تھے۔ صورت و شکل اور داڑھی کی وضع قطع سے صحیح العقیدہ معلوم ہو رہے تھے۔ نماز مغرب کے بعد میں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ بھائیو! ایک بزرگ عالم دین دور دراز سے آپ لوگوں کے درمیان تشریف لائے ہیں، لہٰذا سنتوں کے بعد آپ حضرات تھوڑی دیر کیلئے ٹھہر جائیں حضرت کچھ اصلاحی باتیں ارشاد فرمائیں گے۔

لیکن میرے اس اعلان کا لوگوں پر کچھ بھی اثر نہیں ہوا، یکے بعد دیگرے سارے لوگ مسجد سے نکل گئے۔ صرف دو تین بوڑھے آدمی ہم لوگوں کے ساتھ رہ گئے۔ حضرت جب

وظیفہ سے فارغ ہوئے تو ان بوڑھوں سے باتیں کرنے لگے اور میں مسجد سے باہر نکل گیا۔ ایک پان کی دوکان پر پہنچا جہاں چار پانچ گاہک پہلے ہی سے موجود تھے۔ میں نے بھی پان بنانے کا آرڈر دیا اور موجود لوگوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ بھائی عجیب و غریب لوگ ہیں یہاں کے، حضور بریلی شریف سے یہاں آئے ہیں، سفر کی دشواریوں کو برداشت کیا مگر کوئی آدمی انکی بات سننے کیلئے بھی آمادہ نہیں ہے۔

انہوں نے پوچھا آخر یہ مولانا صاحب کون ہیں؟ میں نے کہا بہت بڑے مفسر، بہت بڑے محدث اور بہت بڑے بزرگ ہیں۔ انہوں نے اپنے سوال کو پھر دہرایا جس کا جواب میں نے یہ دیا کہ بھائی! وہ میرے استاذ ہیں، انہوں نے سہ بارہ اپنے سوال کو دہرایا اور وضاحت چاہی کہ وہ کس مکتبۂ فکر سے تعلق رکھتے ہیں کہاں کے رہنے والے ہیں؟ میں بہت ہی احتیاط سے ان کا جواب دے رہا تھا کیونکہ میں نے سُن رکھا تھا کہ اس علاقہ میں دیوبندی کی تعداد زیادہ ہے اور دیوبند بھی قریب ہی ہے لیکن وہ لوگ کرید رہے تھے تو میں نے ہمت کر کے کہا بھائی! یہ حضور مفسر اعظم ہیں دارالعلوم منظر اسلام بریلی کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں حجۃ الاسلام کے بیٹے اور اعلیحضرت فاضل بریلوی کے سگے پوتے ہیں۔ میرا یہ جواب سن کر ان لوگوں نے مجھ سے مصافحہ کیا، میرے پان کا پیسہ بھی انہوں نے ہی ادا کیا اور وہ پانچوں فوراً وہاں سے چل پڑے۔

میں مسجد میں آیا حضرت ابھی تک ان بزرگوں سے محوِ گفتگو تھے۔ حضرت نے فرمایا لائیے شفا شریف میں آپ کو پڑھا دوں۔ سورۂ فتح کی ابتدائی آیتوں کی میں نے تلاوت کی اور اس کی شرح میں جو حدیثیں حضرت سیدنا قاضی عیاض نے نقل فرمائی ہیں انہیں بھی پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ اب حضرت کی تمہید شروع ہوئی۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ میں فَتَحۡنٰكَ کی بجائے فَتَحۡنَا لَكَ کیوں ہے؟ لِيَغۡفِرَ لَكَ اللّٰهُ میں

لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ کیوں نہیں ہے۔ پہلے آپ نے لام (ل، کی تینوں قسموں (جار، جازم غیر عاملہ) کو سمجھایا، پھر کون سی قسم کن کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ تفصیل کے ساتھ مثال دے دیکر سمجھاتے رہے پھر یہ بھی بتایا کہ (ل) کبھی علیٰ، الیٰ، فی، عند اور بعد کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اختصاص و مِلک تبلیغ و تعدیہ وغیرہم میں بھی مستعمل ہے لیکن حضرت سیّدنا قاضی عیاض علیہ الرحمہ نے اسے سببیہ کیوں مانا؟ اس نکتہ پر حضرت کی تقریر طول پکڑتی گئی اور آبادی کے لوگوں سے مسجد بھرتی گئی۔ جب حضرت نے دیکھا کہ لوگ تقریر میں دلچسپی لے رہے ہیں تو آپ نے عصمتِ انبیاء (علیہم السلام) کے موضوع پر مدلّل تقریر فرمائی پھر معتزلہ وغیرہ کا رد کرتے ہوئے دیوبندی وہابی عقائد و نظریات کو پیش کر کے اس کا ردّ بلیغ فرمانے لگے۔ ان کے عقائد خبیثہ، بدعیہ کے مقابلہ میں اہلسنّت وجماعت کا موقف بھی پیش کرتے رہے۔ سامعین کے شگفتہ چہرے ان کے سلامتیٔ ایمان کو ظاہر کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت آگیا۔ اذان قدرے تاخیر سے ہوئی۔ حضرت نے صلوٰۃ وسلام اور دعا پر اپنی پُر مغز و پُر اثر گفتگو ختم فرمائی۔

نہایت مسرور و شاداں تھے۔ دیہاتی کاشتکاروں سے خوش ہو ہو کر بغل گیر ہو رہے تھے۔ نماز عشاء کے بعد آپ مسجد ہی میں بیٹھ گئے اور لوگوں سے انکی خیر خیریت معلوم فرمانے لگے۔ حاضرین نے لجاجت کیساتھ عرض کیا حضور! سب سے پہلے تو ہم لوگوں کی گستاخی وغلطی معاف فرمائی جائے۔ کہ حضور کی خواہش کے باوجود ہم لوگ مغرب کے بعد مسجد میں نہیں ٹھہر سکے۔ لیکن حضور ہم لوگ مجبور ہیں کہ یہاں اکثر تبلیغی دیوبندی اپنا مذہب پھیلانے کیلئے آتے رہتے ہیں اور ہم لوگوں میں اپنی چکنی چپڑی باتوں سے پھوٹ ڈالتے رہتے ہیں اس لئے ہم اَن پڑھوں نے یہ طے کیا ہے کہ اگر دیوبند کے ماحول میں رہ کر اپنے ایمان وعقیدے کی حفاظت کرنی ہے تو یہاں جو بھی تبلیغ کے نام پر آئے ان سے اپنا دامن بچائیں اور ان کی باتوں کو نہ سنیں چنانچہ

ہر ماہ دو ایک بار یہاں جماعتیں آتی رہتی ہیں، اہل جماعت مسجد میں کھاتے پکاتے اور پاؤں پھیلا پھیلا کر سوتے ہیں پھر صبح سویرے اپنی راہ لے لیتے ہیں۔ یہاں تو کوئی سنّی عالم آتا ہی نہیں لہٰذا ہم لوگوں نے سمجھا کہ شاید انہی لوگوں کا جتھا ہے۔ جب بعد میں معلوم ہوا کہ حضور بریلی سے تشریف لائے ہیں اور اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرۂ اکبر ہیں۔ تو بہت افسوس ہوا کہ ہم لوگوں سے بے ادبی ہوئی۔

حضرت نے انہیں تسلّی دیتے ہوئے فرمایا کوئی بات نہیں۔ آپ لوگ قابلِ مبارکباد ہیں کہ بتیس دانتوں کے درمیان زبان کی طرح محفوظ ہیں، اللہ تعالیٰ جلّ جلالہٗ اپنے حبیب پاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم اور سیّدنا غوثِ اعظم کے طفیل آپ لوگوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت فرمائے اور ایمان کی دولت کے ساتھ اٹھائے آمین۔ آپ لوگوں کے چلے جانے سے مجھ کو دکھ تو ہوا تھا لیکن میں ناامید نہیں تھا۔

مسجد ہی میں کچھ لوگ داخلِ سلسلہ بھی ہوئے۔ اور اصرار کیساتھ گاؤں کے ایک دالان میں لیگئے جہاں کھانے پینے کا نظم پہلے ہی سے وہ حضرات کر چکے تھے۔ رات بھر وہیں قیام کیا گیا، صبح میں جب آپ رخصت ہونے لگے تو اہل بستی رونے لگے۔ آپ نے انہیں دوبارہ ملاقات کی امید دلائی اور فرمایا وقت کم ہے کام بہت زیادہ ہے اس وقت تبلیغِ سنّیت کی جتنی اہم ضرورت ہے شاید اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت کے دور میں بھی نہیں رہی ہوگی، علماء طالب دنیا ہو چکے ہیں اور سنّی عوام سست ہو چکی ہے۔ ہمارے پاس تبلیغ دین کے وسائل نہیں ہیں۔ جبکہ بدمذہب نت نئے طریقوں سے اپنی بدمذہبیت پھیلانے میں رات و دن لگے ہوئے ہیں۔ اب تو ہمارے پاس سلاح دعاء کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ہماری حفاظت ہے جو ہمیں اب تک بچائے ہوئی ہے۔

رقابت کا جواب رفاقت

حضور مفسرِ اعظم کی خداداد قابلیت وصلاحیت اور بڑھتی ہوئی مقبولیت سے بعض ہم

چشموں کے اندر آتشِ رقابت بھڑک اٹھی انہوں نے لوگوں کو حضور مفسرِ اعظم کی گذشتہ زندگی کے بعض گوشوں کا آئینہ دکھانا شروع کیا اور اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ وہ تو تفسیر کی تا سے بھی واقف نہیں ہیں اور خود نوشت مفسرِ اعظم بن گئے۔ کوئی کہنے لگا وہ محدث کے میم کا مطلب بھی نہیں جانتے ہیں اور دار العلوم منظر اسلام کے محدثِ جلیل بن گئے۔ گویا معاندین کی جتنی زبانیں اتنی ہی بیانیں، شدہ شدہ یہ سب باتیں حضور مفسرِ اعظم کے بھی گوش گذار ہوئیں۔ جنہیں آپ نے مسکراتے ہوئے سنا۔ اور فرمایا ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ شاید میرے نامۂ اعمال میں حسنات کی کمی ہوگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے میرے رقیبوں کی زبانیں دراز کر دی ہیں اور ان کے حسنات میں مجھے حصہ دار بنا دیا ہے۔ اگر یہی باتیں کوئی بد مذہب کہتا تو میں انہیں دندان شکن جواب دیتا مگر افسوس یہ ہے کہ میرے قریبی لوگ کہہ رہے ہیں میں اُن کیلئے سوائے دعا کے اور کیا کر سکتا ہوں، میں تو اپنی تفسیر و تدریس و تقریر میں اپنے اعلیحضرت، شیخ محقق، امام نووی، امام عسقلانی، صاحب روح البیان و معانی اور قاضی عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو امام و مقتدا بنائے ہوا ہوں انکی تصنیفات سے جو کچھ مجھے ملتا ہے، یا شفا شریف، مدارج شریف اور مواہب شریف کا جو فیضان ملتا ہے میں اسے اپنے سنیوں کے درمیان تقسیم کرتا ہوں اگر یہی تفسیر تفسیر بالرائے ہے۔ اور یہی اسلوب عدم واقفیت کی دلیل ہے تو میں معذور ہوں۔ اور اگر میرے محسن حضرات مصر ہیں کہ ہاں یہی تفسیر بالرائے ہے تو انکی اس گرفت میں میرے مذکورہ ائمہ کرام بھی تو ہیں۔ ہاں اگر میری تقریر و تفسیر کا کوئی حصہ ان بزرگوں کی تحریرات و نظریات کے خلاف ہو تو دکھائیں تو میں اس سے رجوع کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرونگا بلکہ اپنے رقیبوں کا صمیم قلب سے شکریہ بھی ادا کروں گا۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ میں نے قرآنِ کریم کی کسی آیتِ کریمہ کی کبھی کوئی ایسی تفسیر یا مراد

بیان نہیں کی جو اُن بزرگوں کی تشریحات و توضیحات کے خلاف ہو۔ بحمدہ تعالیٰ میں اپنے آباؤ اجداد کی روش پر اپنے اسلاف کا پیرو اور متبع ہوں، اور اپنے رب کریم سے حسن ظن رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اسی روش پر زندہ رکھے گا۔ اور اسی پر موت دیگا، آمین۔

سفیروں سے رابطے

کسی منزل پر منجمد ہو کے رہ جانا آپکو پسند نہیں تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ ہر آدمی حرکت میں رہے اور کچھ نہ کچھ کرتا رہے۔ اگر دو ایک دن بھی آپکو تقریر و تدریس کا موقع نہیں ملتا تو آپ بیکاری کی وجہ سے اکتا جاتے۔ ماہِ شعبان میں جب مدرسہ منظر اسلام کے اندر تعطیل کلاں ہو گئی، تو آپنے فرمایا چلو میاں! دلی گھوم آئیں۔ دلی کا نام زبان پر آتے ہی آپکے چہرہ پر افسردگی کے آثار نظر آنے لگے۔ فرمایا دلی ہندوستان کا دار السلطنت ہی نہیں بلکہ دل ہے مگر افسوس کہ اہلسنت و جماعت کا وہاں کوئی ادارہ نہیں، جبکہ وہاں مرکزی درسگاہ کی ضرورت تھی۔ وہابیوں بدمذہبوں نے پوری دلی پر اپنا تسلط قائم کر رکھا۔ انہی کے اخبار و رسائل انہی کے مکتبے انہیں کی تنظمیں وہاں بھری پڑی ہیں، چند مسجدوں کو چھوڑ کر ساری مسجدیں انہیں کے قبضے میں ہیں۔ بیرونی ممالک سے جب کوئی ہندوستان آتا ہے تو وہ دلی کے ماحول کو دیکھ کر سوچنے لگتا ہے کہ ہندوستان میں سنیّوں کی آبادی ہے یا نہیں؟ وہ تو خداوند کریم کا فضل ہے کہ بزرگوں کے دامن سے وابستگی رکھنے والے حضرات ان کے آستانوں پر حاضر ہوتے رہتے ہیں جس سے یک گونہ سنیت کا اظہار ہوتا ہے۔

بریلی جنکشن سے روانہ ہو کر پرانی دلی پہنچے اور سیدھے پرتھوی راج روڈ، بھائی نثار صاحب کی قیام گاہ پر قیام کیا۔ بھائی نثار خاں صاحب فیض آباد کے رہنے والے تھے، امریکن امبیسڈر (سفیر)، کے ذاتی ملازم تھے انہیں ایک خوبصورت

فلیٹ ملا ہوا تھا جس میں بال بچوں کے ساتھ وہ قیام پزیر تھے۔ حضرت کیلئے انہوں نے ایک کمرہ مخصوص کر دیا۔ دوسرے دن خواجہ نظام الدین شیخ المشائخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے آستانہ پہ حاضری ہوئی۔ وہاں کے خدام و مشائخ کرام سے دلی میں سنیت کی ترویج واشاعت سے متعلق باتیں ہوئیں لیکن آپ بہت ہی افسردگی کے عالم میں وہاں سے واپس لوٹے۔ راستے میں بدمذہب تبلیغیوں کی کارکردگی اور خدام آستانہ کی بے حسی کا ذکر نہایت افسوس کیساتھ کرتے رہے۔ قیام گاہ پر آنے اور غسل کرنے کے بعد بھی اضمحلالی کیفیت دور نہیں ہوئی۔ عشار کے بعد بھائی نثار صاحب سے دوران گفتگو فرمایا ، میں جس ارادے سے یہاں آیا ہوں اسکی تکمیل نہیں ہوسکی ہے۔ کیا آپ کے تعلقات سفارت خانوں سے نہیں ہیں ؟ ان لوگوں سے آپ میری ملاقات نہیں کرا سکتے ہیں ؟۔ بھائی نثار صاحب نے کہا حضور ! ملاقات تو ہے اور کئی آدمیوں نے آپ کے متعلق پوچھا بھی مگر میں نے ٹال دیا کہ شاید حضور ان لوگوں سے ملاقات کرنا نہیں چاہیں گے۔ حضرت نے فرمایا ہاں میں تو کوئی سیاسی آدمی ہوں نہیں کہ ان سے سیاسی گفتگو کروں گا، لیکن ان کی زبانی انکے ملکوں کے مذہبی و دینی حالات کا تو اندازہ لگے گا۔ کچھ گفتگو ہوتی تو دل بہلتا یونہی بیٹھے بیٹھے بس تنگ آرہا ہوں۔ نثار خانصاحب نے کہا۔ انشاء اللہ کل ہی سے وہ لوگ حاضر ہونے لگیں گے۔

چنانچہ تیسرے دن امریکن اور مصری سفارتخانوں کے چار پانچ مسلم کارندے آئے ۸ / بجے سے بارہ بجے رات تک حضرت ان سے فصیح عربی میں گفتگو فرماتے رہے امریکن کارندے کالے گورے دونوں تھے لیکن عربی سمجھتے اور بولتے تھے حضرت درمیان درمیان میں انگلش کے جملے بھی استعمال فرماتے تھے۔ جن سے ان کی دلچسپی میں مزید اضافہ ہوتا تھا۔ مصری کارندے بمشکل تمام فصیح عربی بولتے تھے لیکن اسکا سکریٹری بہت فصیح عربی بولتا تھا۔ اور حضرت کی زبان و ادب کی تعریف بھی کرتا تھا۔ روزانہ

ملاقات کرنیوالوں میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مصر اور عراق کا سفیر بھی ملاقات کی غرض سے حاضر ہوا، دینیات کے موضوع پر گفتگو ہوا کرتی تھی۔ آپ توسّل، استمداد اور حیاتِ انبیاء علیہم السلام کے عنوانات پر گفتگو فرماتے تھے۔ مصر اور عراق کے سفراء تقریباً آپ کے ہم خیال تھے مگر سعودی عرب کا سفیر مخالفت میں باتیں کرتا تھا جس کا جواب نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ آپ دیتے تھے اور اسکے پوچ دلیلوں کا قرآن وحدیث کی روشنی میں رد فرماتے تھے، آپکی باتیں سن کر مصر و عراق کے سفراء بہت مسرور ہوتے اور اپنے اپنے ملکوں کی زیارت گاہوں کا تذکرہ بڑی عقیدت و محبت سے کرتے ۔ آپ ہر مجلس میں جہاں مسائل دینیہ پر گفتگو فرماتے اپنے دارالعلوم منظر اسلام کی کارکردگی اور اسکے پُرانے فارغین نیز اعلیحضرت فاضل بریلوی کی خدماتِ عالیہ کا ذکر بڑے حسین پیرائے میں فرماتے تھے۔

ایک دن مصری سفیر نے کہا حضور! ہمارے جامعہ الازہر شریف سے ہر سال ممتاز قرأ اور حفاظ دنیا کے مختلف ملکوں میں الازہر شریف کے خرچ سے بھیجے جاتے ہیں جنکا تمام خرچ الازہر کا شعبہ تبلیغ برداشت کرتا ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو رمضان شریف کیلئے دو چار اساتذہ کو یہاں بلا لیا جائے؟ حضور مفتی اعظم نے فرمایا۔ ماہ رمضان المبارک ہی کیلئے بلا کر کیا فائدہ ہوگا ہمارا دارالعلوم تو ماہِ رمضان کی آمد سے پہلے ہی دو مہینوں کیلئے بند ہو جاتا ہے اور عوام کو ان مبلّغین کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر جامعہ ازہر سے ہمیں عربی ادب کے مدرسین مل جائیں تو ہمارے دارالعلوم کے طلباء کا بڑا فائدہ ہوگا۔ مصری سفیر نے کہا حضور! یہ کوئی اہم بات نہیں ہے، اگر آپ ان مدرسین کے طعام و قیام کا انتظام فرمائیں تو الازہر شریف کے دو چار فارغین کا انتظام میں کر دونگا۔ جنکے مشاہروں کی ذمّہ داری بھی الازہر ہی پر ہوگی۔ لیکن اس کیلئے آپکو باضابطہ دارالعلوم منظر اسلام کیطرف سے الازہر سے مدرسین کا مطالبہ کرنا ہوگا۔ میں آپ کے

مطالبہ کو الازہر تک پہنچاؤں گا اور چند مہینوں میں مدرسین آجائیں گے۔

جس رات میں مصری سفیر اور اسکے کارندوں سے یہ باتیں ہوئیں اسکی صبح میں حضرت بہت خوش تھے، فرمانے لگے میرے دلی آنے کا ایک مقصد تو پورا ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر الازہر سے عربی ادب کا دو ایک استاذ بھی آگیا تو دارالعلوم کے طلبا کا بہت فائدہ ہوگا اور انہیں عربی بول چال میں مہارت ہو جائے گی۔ باقی رہا ان کی قیام گاہ کا انتظام تو مزار اعلیحضرت کی چھت بہت وسیع ہے اس کی پورب جانب دو کمرے طہارت خانوں کیساتھ بنوادونگا اور وہیں انکی درس گاہ ہوگی۔ پھر ناشتہ کے بعد حضرت نے فرمایا آج مہرولی شریف قطب صاحب کے یہاں حاضری دینی چاہیئے۔

حضرت شیخ محقق کے مزار پر

ناشتہ کے بعد حضرت نے بھائی نثار صاحب سے اپنے ارادہ کا اظہار فرمایا کہ آج میں مہرولی جانا چاہتا ہوں چنانچہ انہوں نے گاڑی کا انتظام کردیا حضرت نے راقم الحروف سے فرمایا احتیاطاً مشکوٰۃ شریف ساتھ لے لینا اگر کہیں موقع مل گیا تو پڑھادوں گا۔ ہم لوگ مہرولی شریف پہنچ کر حضور قطب الاقطاب نور دیدۂ سرکار غریب نواز، قطب المشائخ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے۔ مواجہ شریف میں بیٹھ کر دیر تک فاتحہ خوانی میں مشغول رہے اسی اثنا میں ایک شخص پھول اور شیرنی لیکر حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور فاتحہ دیدیجئے۔ آپنے خادم مزار کیطرف اشارہ فرمایا جو مزار اقدس کی پائیتیں حلقۂ مزار سے باہر بیٹھا ہوا تھا۔ لیکن وہ مُصر ہوا کہ حضرت ہی فاتحہ دیدیں۔ چنانچہ حضرت نے فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کیا۔ پھر اسی شخص نے پھولوں کے دونے کو اٹھالیا، اس میں سے پھولوں کا ایک ہار مزار شریف پر ڈالا اور دوسرا ہار آپکے گلے میں ڈالدیا، اسکے بعد اس شخص نے دست بوسی کی اور حاضرین میں مٹھائی تقسیم کرنے لگا۔ جب تک آپ

احاطۂ مزار شریف میں رہے پھولوں کا ہار گلے میں حمائل رہا۔ حلقۂ مزار سے نکلتے ہوئے ہار اُتارا اور راقم الحروف کے حوالہ کرتے ہوئے فرمایا یہ سب منجانب اللہ کامیابی و سرخروئی کی نشانی ہے۔ جب باہر نکلے تو ڈرائیور سے فرمایا تم واپس جاؤ میں شام تک آجاؤنگا پھر مجھے ساتھ لیکر مہرولی کی اس آبادی سے گزرنے لگے جہاں گوالوں، اہیروں کی آبادی تھی اور مویشیوں کی کثرت کی وجہ سے راستہ نہایت غلیظ تھا، حضرت بچ بچ کر چل رہے تھے اور میں متعجب تھا کہ آخر حضرت کہاں تشریف لیجا رہے ہیں۔ تنگ راستوں سے گزرنے کے بعد جگہ جگہ پختہ قبریں نظر آنے لگیں ایسا محسوس ہوا کہ کبھی یہ علاقہ قبرستان کا تھا جہاں آجکل مویشی پالنے والے لوگوں نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے۔ سامنے ایک قبہ نظر آیا جس پر سالوں سال سے کائی جمی ہوئی تھی۔ ہم لوگ آہستہ آہستہ بڑھتے ہوئے اس قبہ کے دروازہ تک پہنچ گئے۔ اندر جانے کے بعد ایسا لگا کہ شاید مفتوں یا مہینوں سے کوئی آدمی یہاں آیا گیا نہیں ہے۔ حضرت نے اپنے رومال سے مزار کو صاف ستھرا کیا اور مواجہ میں رومال بچھا کر بیٹھ گئے۔

فاتحہ خوانی کے بعد آپ نے راقم الحروف سے فرمایا، لاؤ مشکوٰۃ شریف میں پڑھتا ہوں اور تم سنو! آپ نے مشکوٰۃ شریف کے کتاب العلم کی پہلی فصل کی حدیثوں کو پڑھنا شروع کیا جب تیسری حدیث پاک حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے پڑھ چکے (مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللّٰهُ يُعْطِيْ) تو آپ نے راویٔ حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ثقاہت وفقاہت پر ائمۂ اسماء الرجال کی نہج پر تھوڑی دیر روشنی ڈالی۔ پھر فقہ کی تعریف کرتے ہوئے فقہ ظاہری (شریعت) اور فقہ باطنی (طریقت) پر جامع تقریر کی۔ اس کے بعد قاسمٌ اور یعطی پر تفصیلی گفتگو فرمائی اور بتایا کہ ان دونوں کو متعدّی لانے میں کیا اسرار و رموز ہیں۔ اور حضور اقدس سیّد عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جود وکرم اور داد و دہش کی وسعت و پہنائی

کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ اور اپنے بیان کردہ ہر نکتہ پر حضرت والا، حضور شیخ المحققین مجدّد وقت حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ''اشعۃ اللمعات'' کے حوالے دیتے رہے اور اسکی عبارتیں فارسی میں پڑھتے رہے۔

یہاں تک کہ پہلی فصل کی تیرہ حدیثوں کو ایک ہی نشست میں آپنے پڑھا پھر تسبیح لیکر مزار شریف کے مواجہ میں ٹہلنے لگے اور درود اسم اعظم کا ورد فرمانے لگے پھر راقم الحروف سے فرمایا تم اسی جگہ بیٹھ کر دوسری فصل کی کم از کم پانچ حدیثیں پڑھ لو۔ جب میں نے پہلی حدیث پڑھ لی تو فرمایا صحت کا پورا خیال رکھو صرف میں نہیں سن رہا ہوں، دوسری حدیث کے بعد فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ تم بھی معلم الخیر بنو گے۔ تیسری حدیث سننے کے بعد کہا۔ اب لوگ اپنی پیاس بجھانے کیلئے نہروں کے پاس نہیں جاتے بلکہ نہریں لوگوں کی پیاس بجھانے کیلئے خود ان کے پاس آتی ہیں، لہٰذا تمہیں دور دراز کے سفر کی صعوبتیں اٹھا کر دین پہنچانے کیلئے متلاشیان حق کے پاس خود جانا ہوگا اور انشاء اللہ تعالیٰ اسکا اجر بھی زیادہ ملے گا۔ چوتھی حدیث کے بعد فرمایا ہاں سفر میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ متعدد قسم کے تجربہ کار لوگوں سے تبادلۂ خیال کا موقع ملتا ہے اور ان سے علم وحکمت کی باتیں حاصل ہوتی ہیں اصل میں علم وحکمت مومن کا گم شدہ سرمایہ ہے جہاں ملے اسے لے لینا چاہیے۔ اور جب میں نے پانچویں حدیث پاک پڑھ لی تو فرمایا، ہر عالم شیطان پر ہزار عابدوں سے بھاری نہیں بلکہ حدیث شریف میں عالمٌ کی بجائے فقیہٌ کا لفظ آیا یعنی وہ عالم دین جو دین کی پوری پوری سمجھ رکھتا ہے۔ اور اس پر خداندکریم کا فضلِ خاص ہے۔

پھر فرمایا آج جہاں تم حاضر ہو یہ اس بزرگ شخصیت کی بارگاہ ہے جہاں سے مجھے اور میرے جدّ امجد اعلیٰ حضرت کو بہت کچھ ملا۔ جنہوں نے ہندوستان میں حدیث پاک کی عظیم خدمت انجام دی اور ایسی محققانہ تصانیف کا ذخیرہ چھوڑا ہے جو عالموں

کیلئے صرف شمعِ راہ نہیں بلکہ منزلِ تحقیق ہے۔

میں نے یہاں کئی بار حاضر ہوکر مشکوٰۃ شریف کو پڑھا ہے اور آپکی توجہات نیز روحانی فیوض و برکات نے میری عقدہ کشائی فرمائی ہے۔ شکر خدا بجالاؤ کہ آج تم نے بھی ایک سبق حضرت شیخ سے پڑھ لیا ہے۔ تم یقین جانو کہ آج جیلانی نے تم کو نہیں پڑھایا بلکہ شیخ محقق کی روحانیت نے پڑھایا ہے اگر آج کا سبق تمہیں یاد رہے گا تو سمجھو کہ پوری مشکوٰۃ تم کو یاد ہے۔ یہ تمام باتیں آپ نے ٹہلتے ہوئے فرمائیں۔

پھر مزار اقدس کے گنبد سے باہر نکلے تو میں نے دیکھا کہ دروازہ کے سرے پر کسی نے کوئلہ سے لکھ دیا تھا "حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی"، میں نے عرض کیا حضور! اتنے بڑے محقق عالم دین، عالمگیر شہرت کے مالک اور انکا مزار شریف اس کسمپرسی کے عالم میں؟ آپ نے فرمایا ناقدری کا زمانہ ہے۔ پھر ارد گرد مسلمانوں کی آبادی نہیں ہے دلّی کی موجودہ بد مذہبیت کو تم جانتے ہو، بس مجھ جیسا مسافر کبھی کبھی یہاں آجایا کرتا ہے وہاں کی واپسی پر کافی دوری چلنے کے بعد ایک ٹیکسی ملی جس سے حضرت نے فرمایا کہ پٹودی ہاؤس چلنا ہے۔

پٹودی ہاؤس

میں نے تعجب سے عرض کیا حضور! پرتھوی راج روڈ چلنا ہے نہ کہ پٹودی ہاؤس؟ تو آپ نے فرمایا ہاں جانا تو وہیں ہے لیکن ان سے ملاقات کے بعد جاؤنگا جو کئی بار قیام گاہ پہ آچکے ہیں جن کا نام خلیل ہے انہوں نے بار بار پٹودی ہاؤس چلنے کیلئے اصرار کیا لیکن میں انکار کرتا رہا آج موقع ہے تو چلو ان سے ملتے چلیں۔ ٹیکسی والے نے پٹودی ہاؤس کے دروازہ پر لاکر چھوڑ دیا، یہ ایک وسیع و عریض بنگلہ تھا جس کا صحن باغ نہایت پُر فضا اور کشادہ تھا دلّی میں اتنا عالیشان محل کسی راجہ مہاراجہ ہی کا ہو سکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا دیکھو اگر کوئی ہے تو وہ خلیل صاحب کو خبر کریں۔

جب میں نے مین گیٹ سے اندر جھانکا تو ایک امریکن کتا بھونکتا ہوا دوڑا جس کے پیچھے پیچھے ایک ہندوستانی آدمی بھی تھا، اس نے کتے کو خاموش کیا اور مجھ سے میرا مدعا پوچھا۔ میں نے کہا خلیل صاحب سے ملنا ہے، حضور مفسر اعظم تشریف لائے ہیں۔ چند ہی منٹوں کے بعد جناب خلیل صاحب آ گئے اور حضرت سے معذرت خواہ ہونے لگے، عرض کرنے لگے کہ حضور نے حکم فرما دیا ہوتا تو میں خود گاڑی لیکر حاضر خدمت ہو جاتا۔ حضرت نے فرمایا میں باہر سے آ رہا ہوں سوچا آپ سے ملاقات کرتا چلوں۔ پھر جناب محمد خلیل صاحب نہایت ادب و احترام کے ساتھ حضرت کو ساتھ لیکر اپنی آرام گاہ میں پہنچے جو آرام گاہ ہر طرح سے سجا سجایا تھا دیکھنے ہی سے پتہ چلتا تھا کہ یہ کسی نواب کی رہائش گاہ ہے۔

چائے نوشی کے درمیان خلیل صاحب نے عرض کیا کہ حضور میں نے پٹودی میں چند دنوں کا مسلسل تقریری پروگرام بنایا ہے، میری دلی آرزو تھی کہ اس میں آپ کا بیان ہوتا۔ آج کل نواب صاحب (منصور علی خاں) بھی ولایت سے آئے ہوئے ہیں وہ آپ سے مل کر بہت خوش ہونگے۔ حضرت نے فرمایا اگر آپ نے نواب کا لسّراب کا ذکر نہ کیا ہوتا تو شاید میں چلا بھی جاتا لیکن اب تو ہرگز نہیں جاؤں گا کہ وہ لہو ولعب کی زندگی گزار رہا ہے، کسی دیندار کو دیکھ کر وہ کیا خاک خوش ہوگا اگر آپ چاہیں تو دو چار دنوں کیلئے مولانا (راقم الحروف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو لیجا سکتے ہیں وہ خوشامدانہ انداز میں اصرار کرتے رہے لیکن حضرت راضی نہ ہوئے تو خلیل صاحب نے مجبوراً عرض کیا کہ اچھا ٹھیک ہے، مولانا صاحب ہی کو کل میرے ساتھ پٹودی جانے کی اجازت دیدیجئے۔ حضرت نے وعدہ فرمالیا پھر پٹودی ہاؤس سے ہم تینوں آدمی پرتھوی راج روڈ پہنچے جہاں بھائی نثار احمد صاحب ہملوگوں کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔

نواب پٹودی

صبح علی الصباح بھائی خلیل صاحب اپنی ایک عمدہ کار کے ساتھ بھائی نثار صاحب کی قیامگاہ پر پہنچ گئے۔ اور حضرت سے اجازت و دعا لیکر پٹودی کیلئے روانہ ہو گئے۔ دلی کی سرحد ختم ہوتے ہی پنجاب کا علاقہ شروع ہوا اس وقت تک ہریانہ صوبہ کا وجود نہیں تھا۔ چند گھنٹوں میں پٹودی شہر کے اندر پہنچ گئے۔ بھائی خلیل صاحب نے میری رہائش کا انتظام ایک بہت بڑے مکان کے اندر کیا جس میں چند ملازمین کے علاوہ کوئی نہیں رہتا تھا۔ معلوم ہوا کہ چند سال تک نواب پٹودی (یعقوب صاحب) کا یہ دربار عام تھا جہاں وہ اپنی رعایا کیلئے فیصلے کیا کرتے تھے، اس سے کچھ دوری پر ان کا خاص جیل خانہ تھا اور جیل خانہ کے بغل میں جناب محمد خلیل صاحب کی عظیم الشان رہائش گاہ تھی۔ اور دربار عام کی بائیں جانب موجودہ نواب (منصور علی خاں) کی ادھیڑ عمر والدہ قیام پزیر تھیں جنکے متعلق سنا کہ وہ تسبیح و مصلیٰ کی پابند اور پردہ دار عورت ہے۔ دربار عام سے ایک فرلانگ کی دوری پر نواب پٹودی کا محل تھا جو بہت ہی وسیع و عریض اور خوبصورت تھا، اسکے سامنے ایک لمبا چوڑا میدان تھا جو پولو کا میدان کہلاتا تھا نواب منصور علی خاں کے والد کو پولو کھیلنے کا بڑا شوق تھا اور اسی کھیل میں اسکی موت بھی واقع ہوئی پٹودی ایک چھوٹا سا شہر ہے جس میں چند مسجدیں نظر آئیں۔ لیکن تقسیم ہند کے بعد سے اکثر مسجدیں ویران ہیں اسکے مصلی یا تو پاکستان چلے گئے یا تباہ مکانی کی نذر ہو گئے ؎

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

دربار عام کی صحن میں روزانہ بعد نماز عشاء عید میلاد النبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر جلسہ کا انعقاد ہوتا رہا دیہاتوں سے بھی لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا اسلئے یوماً فیوماً جلسہ کامیاب سے کامیاب تر ہوتا گیا صلوٰۃ و سلام اور فاتحہ خوانی کے بعد دینی سوالات

و جوابات کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔

جب جلسوں کا پروگرام ختم ہوگیا تو ہم تینوں آدمی (نواب منصور علی خاں، محمد خلیل صاحب اور راقم الحروف) بذریعہ کار ٹپودی سے دلی واپس آئے۔ منصور علی خاں صاحب جو ڈرائیو کر رہے تھے۔ نہایت سادہ اور دلچسپ آدمی ہیں۔ اے کاش کہ انہیں دینیات سے لگاؤ ہوتا تو اس اجڑے علاقہ میں دین کا فروغ ہو سکتا تھا۔ دلی میں بھائی نثار صاحب کے یہاں ابھی تک حضرت قیام پزیر تھے ہم لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوئے قدم بوسی کا موقع عنایت فرمایا اور ٹپودی کے حالات دریافت فرمائے۔ پھر انتہائی مسرت کے عالم میں فرمانے لگے، بحمدہ تعالیٰ ہمارا یہ سفر مجموعی طور پر کامیاب رہا۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے حضور غوث اعظم رضی اللہ تبارک و تعالیٰ کے طفیل تمہیں بھی کامیابی دی اور ادھر مصری ایمبیسی سے مجھے یہ خبر مل چکی ہے کہ جامعہ الازہر سے دو استاذ دار العلوم منظر اسلام کیلئے آئیں گے جن کے صرف طعام و قیام کا انتظام مجھے کرنا ہے۔ ان کے مشاہرہ کی ادائیگی الازہر سے ہوگی۔ دلی میں ایک دن اور قیام کرنے کے بعد ماہ رمضان المبارک کی آمد سے پہلے پہلے ہم لوگ بریلی شریف پہنچ گئے۔

حضور مفسر اعظم کے سلاسل شریعت و طریقت

اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ، حضور حجۃ الاسلام، حضور مفتی اعظم، اور حضرت قطب مدینہ منورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جہاں حضور مفسر اعظم ہند کو سلاسل طرق عالیہ، قادریہ چشتیہ نقشبندیہ اور سہروردیہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی جن سلاسل میں مزید دس دوسرے سلاسل بھی شامل ہیں وہیں آپ کو شرعی علوم وفنون کی بھی باضابطہ اجازتیں حاصل ہیں۔ عام طور پر علماء کرام کو دو چار یا زیادہ سے زیادہ آٹھ دس علوم وفنون کی سندیں مل جایا کرتی ہیں۔ لیکن اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ اور ان کے صاحبزادہ جلیل حضرت حجۃ الاسلام علیہما

الرحمہ کو ان کے اساتذۂ کرام، اتالیقِ عظام نے کتب اوراد و وظائف کے علاوہ تئیس علوم و فنون کی اجازت تامہ سے سرفراز فرمایا جیسا کہ "النور والبہا" اور "الاجازۃ المتینہ" کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے اور ان دونوں بزرگوں نے مَا اَجَازَ لَھُمَا الْمَشَائِخ وَ الْعُلَمَاء کی اجازتیں حضور مفسرِ اعظم ہند کو عطا فرمائیں۔ اگرچہ آپ نے خود کبھی اپنی زبان سے اسکا اظہار نہیں فرمایا لیکن خلافت ناموں اور اجازت ناموں کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح سامنے آجاتی ہے۔

اس عنوان سے متعلق میرے دیرینہ کرم فرما، محترم دوست حضرت مولانا الحاج الحافظ محمد ابراہیم خوشتر بانی رضوی سوسائٹی افریقہ نے بہت ہی مستحسن کوشش فرمائی ہے جس کیلئے وہ شکریہ کے مستحق ہیں، مولیٰ تبارک و تعالیٰ انہیں ہم تمام سنیوں کی طرف سے دونوں جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے اور فیوضاتِ رضویہ سے مالا مال کرے آمین۔

ان کی کاوشوں سے استفادہ کرتے ہوئے میں حضور مفسرِ اعظم ہند کے اسناد و علوم سے متعلق یہاں کچھ عرض کرنا چاہونگا تاکہ ناظرین کرام کے مطالعاتی علوم میں اضافہ ہو۔ حضور مفسرِ اعظم کے اسنادِ علوم و خلافت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل علوم شرعیہ و فنونِ مروجہ کی آپکو باضابطہ اجازتیں حاصل تھیں۔۔۔۔ قرآن[۱] مجید، کتب[۲] احادیث صحاح[۳] سنن، مسانید[۴]، جوامع[۵]، معاجم[۶]، اجزاء[۷]، شروح[۸]، کتب[۹] اصول حدیث، کتب اسماء[۱۰] الرجال کتب تفاسیر[۱۱]، کتب[۱۲] فقہ، قرأت[۱۳]، تجوید[۱۴]، کتب[۱۵] کلام، اصول[۱۶] فقہ، کتب[۱۷] تصوف، کتب[۱۸] سیر کتب[۱۹] تواریخ، ادب[۲۰]، نحو[۲۱]، صرف[۲۲]، لغت[۲۳]، معانی[۲۴]، بیان[۲۵]، بدیع[۲۶]، حکمت[۲۷]، منطق[۲۸] طب[۲۹]، ہندسہ[۳۰]، ہیئت[۳۱]، زیجات[۳۲]، اور مقاصد و آلات کی بقیہ کتابیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے اپنی فہم رسا کے ذریعہ ان علوم پر تقریباً پچپن علوم و فنون کا مزید اضافہ فرمایا جو چند صدیوں کے اندر صرف آپکی خصوصیت ہے۔

حضور مفسرِ اعظم کو مذکورہ علوم کے علاوہ مندرجہ ذیل اذکار و اعمال، اوراد و اشغال کی

بھی اجازتیں تھیں مثلاً، خواص[1] سور و آیاتِ قرآنیہ، اصولِ جفر[2] اور اعداد ابجدی[3] کے ذریعہ الفاظ و آیاتِ قرآنیہ سے استفادہ، اسماء[4] الہیہ، دلائل الخیرات[5]، حصن حصین[6]، قصر متین[7]، اسماء اربعین[8]، حزب[9] البحر، حزب[10] البر، حزب[11] النصر، احزاب شاذلیہ[12]، حرز الاولیاء[13]، حرز الامیرین[14]، حرز یمانی[15]، دعاء مغنی[16]، دعاء حیدری[17]، دعاء عزرائیل[18]، دعاء سریانی[19]، قصیدہ[20] غوثیہ، صلوٰۃ الاسرار[21]، قصیدہ بردہ[22]، دعاء بشخ[23]، تکبیر عاشقاں[24]، دعاء چراغاں[25]، نیم تکبیر[26] اور ارسال الہواتف[27] وغیرہا۔

ایک مرتبہ فقیر راقم الحروف نے عرض کیا حضور! آپکو اس قدر احزاب و ادعیہ کی اجازتیں اپنے بزرگوں سے حاصل ہیں۔ کیا ہم لوگوں کو اسکی اجازت نہیں مل سکتی ہے۔ تو آپنے فرمایا کیوں نہیں مگر تم کس دعاء کی اجازت چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور! میں بہت دنوں سے مسلسل دلائل الخیرات شریف پڑھتا ہوں لیکن اجازت کسی بزرگ سے نہیں ہے۔ حزب البحر شریف کی زکوٰۃ ہر سال ادا کرتا ہوں مگر اسکی اجازت اپنے سلسلہ سے نہیں بلکہ ایک دوسری خانقاہ سے ہے۔ تو آپنے فرمایا آپکو ہر احزاب و ادعیہ کی اجازت ہے۔ لیکن چونکہ حزب البحر کے اشارات میں مشائخ کے اندر اختلاف ہے لہٰذا آپ اسکی اجازت حضور مفتی اعظم سے بھی لے لیں۔ چنانچہ ایک بار جب حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ پوکھریرا ضلع مظفر پور تشریف لائے تو راقم الحروف نے حزب البحر کی اجازت مانگی تو حضرت نے استفسار فرمایا کیا وہ آپکے ورد میں ہے۔؟ میں نے عرض کیا تقریباً دس سال سے میرے ورد میں ہے اور ہر سال ماہِ صفر کی ۷،۶،۵، تاریخوں میں اس کی زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ لیکن اس کی اجازت مجھے ایک ڈھلمل یقین خانقاہ کے صاحب سجادہ سے ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے سلسلۂ برکاتیہ، رضویہ کی اجازت مل جاتی۔

حضور مفتی اعظم ہند نے اس التماس کو قبول فرماتے ہوئے اپنی کتابوں کا

بجس طلب فرمایا اور ایک لمبی تختی کی قلمی کتاب مجھے دیتے ہوئے فرمایا اس میں حزب البحر شریف مع اشارات وضمائر کے ہیں اس کو منّ وعن نقل کر کے مجھے دیجئے۔ میں نے دیکھا تو وہ ،،کاشف الاستار شریف،، ہے چنانچہ میں نے اس میں سے صرف حزب البحر شریف کو اشارات وضمائر کے ساتھ مدرسہ نور الہدیٰ پوکھریرا ہی میں بیٹھ کر نقل کیا اور چونکہ حضور عالی کا قیام مدرسۂ مذکورہ ہی میں تھا، میں نے اس نقل کو حاضر خدمت کر دیا۔ پھر حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے مبارک قلم سے اس کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر ارشاد فرمایا اس کی اجازت ہمارے نوری سلسلہ میں صاحب حزب حضرت امام شاذلی علیہ الرحمہ سے بے واسطہ آئی ہے اور ہمارے یہاں اس کے اندر وہ پابندیاں نہیں ہیں جو دوسرے سلاسل میں ہیں۔ ہاں روزانہ سفر وحضر میں اسے ایک بار پڑھ لینے کیلئے کوئی وقت مقرر کر لینا چاہیئے تاکہ ناغہ نہ ہو اور بہتر وقت نماز عصر یا عشاء کے بعد ہے۔

مذکورہ علوم وفنون اور اوراد واعمال کی اجازتوں کے علاوہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کو حدیث مسلسل بالاوّلیت کی سند تین جلیل سندوں کے ساتھ اپنے والد گرامی اور جدّ امجد علیہما الرحمہ سے حاصل ہے، یعنی بقیۃ المحققین شیخ عبد الحق محدّث دہلوی کے ذریعہ اٹھائیس واسطوں سے، حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی کے ذریعہ پچیس ۲۵ واسطوں سے اور مولانا صوفی شاہ احمد حسن مراد آبادی کے ذریعہ صرف انیس واسطوں سے اس آخری سند کو حضور مفتی اعظم کے مرشد گرامی خاتم العرفاء حضرت سیّد شاہ ابو الحسین احمد نوری نے نہایت اعلیٰ قرار دیا ہے، کیوں کہ اس میں واسطے کم ہیں اور صحت وبرکات بقیہ دو سندوں ہی کی طرح ہے۔ اسی طرح حدیث مسلسل بالضیافۃ کی اجازت بھی آپ کو دو سندوں سے حاصل ہے۔ اسکے علاوہ اپنے والد ماجد کے واسطے حضور مرشد حق ولی کامل حضرت سیّد شاہ ابو الحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مصافحۂ خضریہ، مصافحۂ معمّریہ منوّریہ، مصافحۂ جنیہ اور مصافحۂ منامیہ کے اسناد کی اجازتیں بھی حاصل ہیں۔

سلاسلِ علوم

حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کو اپنے والد ماجد حجۃ الاسلام حضرت مولانا الحاج شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذریعہ علما ر مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، خیراباد، دلی، مرادآباد لکھنؤ اور بریلی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ جس کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

مفتیٔ اعظم، حجۃ الاسلام، امام احمد رضا، حسین بن صالح جمال اللیل، عابد سندی المدنی (مہاجر مدنی)

مفتیٔ اعظم، حجۃ الاسلام، امام احمد رضا، عبدالرحمن بن عبداللہ السراج مکی جمال بن عبداللہ (مفتیٔ مکہ)

مفتیٔ اعظم، حجۃ الاسلام، امام احمد رضا، سید احمد بن زین دحلان مکی، شیخ عثمان دمیاطی (مہاجر مکی)

مفتیٔ اعظم، حجۃ الاسلام، امام احمد رضا، مولانا عبدالعلی رامپوری، مولانا فضل حق خیرابادی۔

مفتیٔ اعظم، حجۃ الاسلام، امام احمد رضا، سید آل رسول، شاہ عبدالعزیز دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

مفتیٔ اعظم، حجۃ الاسلام، امام احمد رضا، سید شاہ ابوالحسین احمد نوری، مولانا شاہ احمد حسن مرادآبادی۔

مفتیٔ اعظم، حجۃ الاسلام، امام احمد رضا، مولانا نقی علی خاں، مولانا رضا علی خاں، بریلی۔

مفتیٔ اعظم، عن اب واجداد عن مولانا خلیل الرحمن، محمد آبادی، مولانا فاضل محمد سندھی ابوالعیاش مولانا عبدالعلی، لکھنؤ (الاجازات، حیات اعلیحضرت، تذکرۂ جمیل)

فقہ حنفی کی خاص سند جو آپ کو اپنے والد ماجد سے حاصل ہوئی وہ انتیس واسطوں سے حضور امام الائمہ حبر الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتی ہے۔ پھر امام اعظم

سے حضرت امام حمّاد بن سلیمان، امام ابراہیم نخعی، حضرت علقمہ اسود، حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے واسطوں سے حضور پر نور شارعِ شرع مبین سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم تک پہنچتی ہے۔ اس مبارک و مستند سند کے بارے میں فتاویٰ رضویہ جلد اوّل میں ہے کہ اس سند کی عظیم خوبی یہ ہے کہ اس کے تمام اساتذۂ کرام اور مشائخ عظام حنفی المذہب ہیں۔ اسکے علاوہ بھی دوسرے واسطوں سے آپکو سندیں حاصل ہیں۔

سلاسلِ طریقت

آپ کی سندِ خصوصی کا ذکر اعلانِ نیابت میں آچکا ہے جس سند میں حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام نے نیابت وخلافت و تولیّت کے علاوہ طریقت کے ان تمام سلاسل کا اجمالی ذکر فرمایا ہے جو ان کو مشائخ کرام خصوصًا نور العارفین حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری اور مجدد اعظم امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملیں۔

حضور مفسرِ اعظم چونکہ اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ کے ساتھ ساتھ اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بھی خلیفہ تھے اور اعلیٰ حضرت، معرفت وطریقت کے تیرہ [13] سلاسل کے حامل وجامع تھے۔ لہٰذا آپ بھی جامع السلاسل ہوئے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت پانچ طریقوں سے (قادریہ برکاتیہ جدیدہ [1]، قادریہ ابائیہ قدیمہ [2]، قادریہ اہدائیہ [3]، قادریہ رزاقیہ [4]، قادریہ منوریہ [5]) سلسلۂ چشتیہ دو طریقوں سے (چشتیہ نظامیہ [6]، چشتیہ صابریہ [7]) سلسلہ نقشبندیہ دو طریقوں سے (نقشبندیہ علائیہ علویہ [8]، نقشبندیہ علائیہ صدیقیہ [9]) اور سلسلہ سہروردیہ بھی دو طریقوں سے (سہروردیہ قدیم [10]، سہروردیہ جدید [11])، ان کے علاوہ سلسلۂ بدلیعیہ [12] اور سلسلۂ علویہ [13] منامیہ۔ حاصل تھی۔

مذکورہ بالا سلاسلِ ثلاثۃ عشرۃ میں سے افضل ترین طُرُق کو میں یہاں تحریر کرتا ہوں تاکہ مریدین ومتوسلین سلسلہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے مشائخ کرام کے ناموں سے ایصال ثواب کرتے رہیں اور فیض پاتے رہیں۔ وَبِاللّٰہِ التَّوفِیق نِعمَ المَولیٰ وَنِعمَ الرَّفِیق۔

سلسلۂ عالیہ قادریہ

اسمائے گرامی	تاریخ وصال	مدفن (مزار اقدس)
حضور پرنور سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف (کوفہ)
امام الشہداء حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ	کربلائے معلّٰی
حضرت سیدنا امام زین العابدین علی اوسط رضی اللہ عنہ	۱۸ محرم الحرام ۹۴ھ	جنۃ البقیع (مدینہ منورہ)
حضرت سیدنا امام محمد باقر ابن علی اوسط رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ	جنۃ البقیع (مدینہ منورہ)
حضرت سیدنا امام جعفر صادق ابن محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	〃 〃
حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم ابن جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ	کاظمین (بغداد شریف)
حضرت سیدنا امام علی الرضا ابن موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما	۲۱ رمضان المبارک ۲۰۳ھ	مشہد شریف (ایران)
حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ	الکرخ (بغداد شریف)
حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ	قبرستان جنیدی (بغداد)
حضرت سید الطائفہ جنید البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷ رجب المرجب ۲۹۸ھ	〃 〃
حضرت سیدنا ابوبکر الشبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ	قرب امام اعظم 〃
حضرت سیدنا ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶ جمادی الآخر ۴۲۵ھ	بغداد شریف
حضرت سیدنا ابوالفرح طرطوسی رضی اللہ عنہ	۳ شعبان المعظم ۴۴۷ھ	بغداد شریف
حضرت سیدنا ابوالحسن علی القرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ	بغداد شریف
حضرت سیدنا ابوسعید المخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷ شوال المکرم ۵۱۳ھ	بغداد شریف
حضرت سیدنا غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ	باب الشیخ بغداد شریف
حضرت سیدنا تاج الملۃ والدین عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶ شوال المکرم ۶۲۳ھ	〃 〃

اسمائے گرامی	تاریخ وصال	مدفن مزار اقدس
حضرت سیدنا ابو صالح نصر رضی اللہ تعالےٰ عنہ	٢٧ رجب المرجب سنہ ٦٣٢ھ	بغداد شریف
حضرت سیدنا محی الدین ابو نصر رضی اللہ تعالےٰ عنہ	٢٧ ربیع الاوّل سنہ ٦٥٦ھ	″
حضرت سیّدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ	٢٣ شوال المکرم سنہ ٦٧٣ھ	″
حضرت سیّدنا موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ	١٣ رجب المرجب سنہ ٧٦٢ھ	″
حضرت سیّدنا حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ	٢٦ صفر المظفر سنہ ٧٨١ھ	″
حضرت سیّدنا احمد جیلانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ	١٩ محرم الحرام سنہ ٨٥٢ھ	″
حضرت سیّدنا بہاء الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ	١١ ذی الحجہ سنہ ٩٢١ھ	دولت آباد، دکن ہند
حضرت سیّدنا ابراہیم ایرجی رضی اللہ تعالےٰ عنہ	٥ ربیع الآخر سنہ ٩٥٣ھ	درگاہ محبوب الٰہی، دہلی
حضرت سیّدنا محمد المعروف بہ بھکاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ	٩ ذی قعدہ سنہ ٩٨١ھ	کاکوره، یوپی
حضرت سیّدنا قاضی ضیاء الدین المعروف بہ جیا رضی اللہ عنہ	٢١ رجب المرجب سنہ ٩٨٩ھ	قصبہ نیوتنی لکھنؤ، یوپی
حضرت سیّدنا جمال الاولیاء رضی اللہ تعالےٰ عنہ	شب عید الفطر سنہ ١٠٤٧ھ	فتحپور ہنسوہ، یوپی
حضرت سیّدنا محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ	٦ شعبان المعظم سنہ ١٠٧١ھ	کالپی شریف، یوپی
حضرت سیّدنا احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	١٩ صفر المظفر سنہ ١٠٨٤ھ	″ ″
حضرت سیّدنا فضل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	١٤ ذی قعدہ سنہ ١١ھ	″ ″
حضرت سیّدنا شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ	١٠ محرم الحرام سنہ ١١٤٢ھ	مارہرہ شریف۔
حضرت سیّدنا آلِ محمد رضی اللہ تعالےٰ عنہ	١٦ رمضان المبارک سنہ ١١٦٤ھ	″ ″
حضرت سیّدنا شاہ حمزہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ	١٤ ″ سنہ ١١٩٨ھ	″ ″
حضرت سیّدنا ابو الفضل آلِ احمد اچھے میاں رضی اللہ عنہ	١٧ ربیع الاوّل سنہ ١٢٣٥ھ	″ ″
حضرت سیدنا آلِ رسول رضی اللہ تعالےٰ عنہ	١٨ ذی الحجہ سنہ ١٢٩٦ھ	″ ″
حضرت سیّدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ	٢٥ صفر المظفر سنہ ١٣٤٠ھ	بریلی شریف

اسمائے گرامی	تاریخ وصال	مدفن (مزار اقدس)
حضرت سیدنا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب رضی اللہ عنہ	۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ	آستانہ اعلیٰحضرت بریلی
حضرت سیدنا مفسر اعظم محمد ابراہیم رضا جیلانی رضی اللہ عنہ	۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ	// //

سلسلۂ چشتیہ نظامیہ

اسمائے گرامی	تاریخہائے وصال	مدفن (مزارات مقدسہ)
حضور پر نور فخر موجودات علیہ افضل الصلوٰت وازکی التحیات	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
مولائے کائنات حضرت علی بن المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف (عراق)
حضرت سیدنا خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴ محرم الحرام ۱۱۱ھ	بصرہ //
حضرت سیدنا خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۷ صفر المظفر ۱۷۰ھ	// //
حضرت سیدنا خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۸۱ھ	جنۃ المعلیٰ مکہ معظمہ
حضرت سیدنا خواجہ حذیفہ مرعشی رضی اللہ تعالیٰ	۲۴ شوال المکرم ۲۵۲ھ	مرعش (شام)
حضرت سیدنا خواجہ ہبیرہ بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷ شوال المکرم ۲۷۹ھ	بصرہ (عراق)
حضرت سیدنا خواجہ ممشاد علی دینوری رضی اللہ عنہ	۴ محرم الحرام ۲۹۹ھ	دینور (عراق)
حضرت سیدنا خواجہ ابو اسحٰق شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۴ ربیع الثانی ۳۲۹ھ	عسکہ (شام)
حضرت سیدنا خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ جمادی الآخر ۳۵۵ھ	چشت //

آپکا لقب چشتی تھا اور آپسے نسبت کی وجہ سے یہ سلسلہ چشتیہ کہلایا۔ اور عسکہ کا نام چشت ہوگیا۔

حضرت سیدنا خواجہ محمد بن احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	ربیع الثانی ۴۱۱ھ	چشت (شام)
حضرت سیدنا خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد چشتی رضی اللہ عنہ	۴ ربیع الاول ۴۵۹ھ	چشت //
حضرت سیدنا خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵۹۰ھ	جنۃ المعلیٰ مکہ مکرمہ

مدفن (مزار مقدسہ)	تاریخہائے وصال	اسمار گرامی مشائخ چشت
اجمیر مقدس (انڈیا)	۶ رجب المرجب ۶۳۳ھ	خواجہ خواجگان حضرت سیدنا خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی رضی اللہ عنہ
مہرولی، دہلی	۱۴ ربیع الاول ۶۳۴ھ	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
پاک پٹن پاکستان	۵ محرم الحرام ۶۶۴ھ	حضرت سیدنا خواجہ فرید الحق والدین گنج شکر پاک پٹن رضی اللہ عنہ
بستی نظام الدین دلی	۱۷ ربیع الثانی ۷۲۵ھ	حضرت سیدنا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین بدایونی رضی اللہ عنہ
دہلی	۱۸ رمضان المبارک ۷۵۶ھ	حضرت سیدنا خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	۔۔۔ شوال المکرم ۷۹۰ھ	حضرت سیدنا خواجہ جلال بخاری مخدوم جہانیاں رضی اللہ عنہ
شمالی بہار	۱۴ رجب المرجب ۸۰۲ھ	حضرت سیدنا خواجہ اجو قتال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
لکھنؤ اتر پردیس	۔۔۔۔۔ ۸۵۵ھ	حضرت سیدنا خواجہ مخدوم شیخ سارنگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
″ ″	۴ صفر المظفر ۸۸۴ھ	حضرت سیدنا خواجہ شاہ مینا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
خیرآباد ″	۔۔۔۔۔۔ ۸۸۲ھ	حضرت سیدنا خواجہ شیخ سعد بڈھن خیرآبادی رضی اللہ عنہ
سائی پور ″	۱۹ محرم الحرام ۹۳۳ھ	حضرت سیدنا خواجہ شاہ صفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سکندرہ ″	۔۔۔۔ ۹۷۶ھ	حضرت سیدنا خواجہ شاہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
بلگرام ″	۳۰ رمضان المبارک ۱۰۱۷ھ	حضرت سیدنا خواجہ میر عبد الواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مارہرہ مقدسہ ضلع ایٹہ	۸ صفر المظفر ۱۰۵۷ھ	حضرت سیدنا خواجہ شاہ عبد الجلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ
″ ″ ″	۲۰ رجب المرجب ۱۰۹۷ھ	حضرت سیدنا خواجہ شاہ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ
″ ″ ″	۱۰ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ	حضرت سیدنا خواجہ شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
″ ″ ″	۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۴ھ	حضرت سیدنا خواجہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
″ ″ ″	۱۴ رمضان المبارک ۱۱۹۸ھ	حضرت سیدنا خواجہ شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
″ ″ ″	۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ	حضرت سیدنا خواجہ سید شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ عنہ
″ ″ ″	۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	حضرت سیدنا خواجہ سید شاہ آل رسول رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا خواجہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ	مارہرہ مقدسہ ضلع ایٹہ
حضرت سیدنا مجدد الملۃ والدین امام احمد رضا رضی اللہ عنہ	۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ	بریلی شریف ،،
حضرت سیدنا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ	،، ،،
حضرت سیدنا مفسر اعظم ابراہیم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ	،، ،،

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ

اسمائے گرامی	تاریخہائے وصال	مدفن (مزار مقدسہ)
حضور پُر نور سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
امام الخلفاء الراشدین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ	،،
حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ رجب المرجب ۳۳ھ	مداین (عراق)
حضرت سیدنا قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم	۲۴ جمادی الآخر ۱۰۱ھ	مدینہ منورہ
حضرت سیدنا امام جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ	،،
حضرت سیدنا خواجہ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۵ شعبان ۲۶۱ھ	بُسطام
حضرت سیدنا خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم الحرام ۴۲۴ھ	خرقان نزد قزوین
حضرت سیدنا خواجہ شیخ ابوالقاسم گرگانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..... ۴۵۰ھ	گرگان
حضرت سیدنا خواجہ شیخ ابو علی فارمدی طوسی رضی اللہ عنہ	۴ ربیع الاول ۴۷۷ھ	طوس
حضرت سیدنا خواجہ شیخ ابو یوسف ہمدانی رضی اللہ عنہ	۲۷ رجب المرجب ۵۳۵ھ	مَرْو
حضرت سیدنا خواجہ عبدالخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان (بخارا)
حضرت سیدنا خواجہ محمد عارف ریوگری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	یکم شوال المکرم ۶۱۵ھ	ریوگر
حضرت سیدنا خواجہ محمود انجیر فغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ	وابکنی

حضرت سیدنا خواجہ عزیزان علی رامیتنی رضی اللہ عنہ	۲۷ رمضان المبارک سنہ ۷۲۱ھ	خوارزم
حضرت سیدنا خواجہ محمد بابا سماسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۷۵۵ھ	سماس
حضرت سیدنا خواجہ سید امیر کلاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸ جمادی الاولیٰ سنہ ۷۷۲ھ	سوخار، بخارا
حضرت سیدنا بہاء الملۃ والدین خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ	۳ ربیع الاول سنہ ۷۹۱ھ	بخارا
حضرت سیدنا یعقوب چرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۵ صفر المظفر سنہ ۸۵۱ھ	حصار (ہلفتو)
حضرت سیدنا خواجہ عبید اللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۹ ربیع الاول سنہ ۸۹۵ھ	سمرقند
حضرت سیدنا خواجہ عبد الحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	•	•
حضرت سیدنا خواجہ یحییٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	•	•
حضرت سیدنا الشیخ خواجہ ابو العلاء سید عبد اللہ رضی اللہ عنہ	•	آگرہ
حضرت سیدنا سید محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۶ شعبان المعظم سنہ ۱۰۷۱ھ	کالپی شریف اتر پردیش
حضرت سیدنا میر سید احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ صفر المظفر سنہ ۱۰۸۴ھ	״ ״
حضرت سیدنا میر شاہ فضل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۱ھ	״ ״
حضرت سیدنا سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم الحرام سنہ ۱۱۴۲ھ	مارہرہ مقدسہ ״
حضرت سیدنا سید آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶ رمضان المبارک سنہ ۱۱۶۴ھ	״ ״
حضرت سیدنا سید شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴ رمضان المبارک سنہ ۱۱۸۹ھ	״ ״
حضرت سیدنا سید آل احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۵ھ	״ ״
حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۶ھ	״ ״
حضرت سیدنا سید شاہ ابو الحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ	۱۱ رجب المرجب سنہ ۱۳۲۴ھ	״ ״
حضرت سیدنا شاہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۰ھ	بریلی شریف ״
حضرت سیدنا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا رضی اللہ عنہ	۱۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۲ھ	״ ״
حضرت سیدنا مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی رضی اللہ عنہ	۱۱ صفر المظفر سنہ ۱۳۸۵ھ	״ ״

سلسلۂ سہروردیہ

اسماء گرامی مشائخ سہروردیہ	تاریخہائے وصال	مدفن (مزارات مقدسہ)
حضور پُر نور رحمت عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
امام الاولیاء حضرت مولیٰ علی کرّم اللہ تعالےٰ وجہہ الکریم	۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ	نجف اشرف (عراق)
حضرت سیدنا خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۴ محرم الحرام ۱۱۱ھ	بصرہ ″
حضرت سیدنا شیخ حبیب عجمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	. . . ۱۵۶ھ	. ″
حضرت سیدنا شیخ داؤد طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	. . . ۱۶۲ھ	. ″
حضرت سیدنا خواجہ معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ	الکرخ، بغداد شریف ″
حضرت سیدنا خواجہ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۳ رمضان ۲۵۳ھ	قبرستان جنیدی بغداد
حضرت سیدنا خواجہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالےٰ عنہ	۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ھ	″ ″ ″
حضرت سیدنا خواجہ ممشاد علوی رضی اللہ تعالےٰ عنہ	۴ محرم الحرام ۲۹۹ھ	دینور ″
حضرت سیدنا خواجہ ابو احمد اسود رضی اللہ تعالےٰ عنہ	. . . .	″ ″
حضرت سیدنا خواجہ محمد المعروف بہ عمویہ رضی اللہ عنہ	. . . .	. .
حضرت سیدنا خواجہ وجیہ الدین ابو حفص رضی اللہ عنہ	. . . .	. .
حضرت سیدنا شیخ ضیاء الدین ابو نجیب سہروردی رضی اللہ عنہ	. . . ۶۲۰ھ	بغداد (عراق)
حضرت سیدنا شیخ المشائخ خواجہ شہاب الدین احمد سہروردی	. . . ۶۳۲ھ	بغداد ″
حضرت سیدنا شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رضی اللہ عنہ	. . .	ملتان پاکستان
حضرت سیدنا شیخ صدر الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ	. . . .	″ ″
حضرت سیدنا شیخ رکن الدین رضی اللہ تعالےٰ عنہ	. . . ۷۹۶ھ	″ ″

حضرت سیدنا مخدوم جہانیاں سید جلال بخاری رضی اللہ عنہ	. . ۷۹۰ھ	. .
حضرت سیدنا سید راجو قتال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴ رجب المرجب ۸۰۲ھ	شمالی بہار انڈیا
حضرت سیدنا شیخ سارنگ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	. . ۸۵۵ھ	لکھنؤ اترپردیش
حضرت سیدنا مخدوم شاہ مینا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴ محرم الحرام ۸۸۴ھ	// //
حضرت سیدنا شیخ سعد بڈھن خیرآبادی رضی اللہ عنہ	. . ۸۸۲ھ	خیرآباد //
حضرت سیدنا شاہ صفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۹ محرم الحرام ۹۳۳ھ	سائی پور //
حضرت سیدنا خواجہ شاہ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	. . ۹۷۶ھ	سکندرآباد
حضرت سیدنا میر سید عبد الواحد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳ رمضان ۱۰۱۷ھ	بلگرام صاحب سبع سنابل شریف
حضرت سیدنا شاہ عبد الجلیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸ صفر المظفر ۱۰۵۷ھ	مارہرہ مقدسہ اترپردیش
حضرت سیدنا شاہ اویس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۰ رجب المرجب ۱۰۹۷ھ	// //
حضرت سیدنا سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ	// //
حضرت سیدنا سید شاہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ	// //
حضرت سیدنا سید شاہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۴ رمضان ۱۱۹۸ھ	// //
حضرت سیدنا سید شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ	// //
حضرت سیدنا سید شاہ آل رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ	// //
حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ	۱۱ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ	// //
حضرت سیدنا امام اہلسنت احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ	بریلی شریف //
حضرت سیدنا حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا رضی اللہ عنہ	۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ	// //
حضرت سیدنا مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی رضی اللہ عنہ	۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ	// //

مذکورہ مشہور چاروں سلاسل طریقت و معرفت کے علاوہ (جو گیارہ طریقوں پر مشتمل ہے) دو اور طریقوں (سلسلۂ بدیعیہ اور سلسلۂ منامیہ) کی اجازت و خلافت حضور مفسر اعظم

علیہ الرحمہ کو حاصل تھی۔ لیکن سلسلہ بدلعیہ کا ذکر اب اس لئے عبث ہے کہ موجودہ دور میں اس مبارک سلسلہ کے خلفاء کی بے احتیاطیوں کو دیکھتے ہوئے علماء اہلسنت میں سے محقق و متبحر علماء نے اس پر کلام فرمایا ہے بلکہ سلسلۂ سوختہ قرار دیا ہے۔ البتہ سلسلۂ منامیہ کا فیضان جاری ہے اور رسول کریم رؤف و رحیم علیہ التحیۃ والتسلیم آقل سے زیادہ قریب ہے۔ اس مبارک سلسلہ میں بھی حضور مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے اپنے والد ماجد اور جد امجد علیہما الرحمہ سے بیعت فرمائی، انہوں نے اپنے مرشد کامل خاتم العرفاء حضرت سید شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، اور انہوں نے اس سلسلہ میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے ہاتھ پر بیعت کی، انہوں نے اپنے سچے خوابوں میں امام الاولیاء امیر المومنین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے ہاتھ پر بیعت کی اور مولائے کائنات نے حضور پُرنور رسول کائنات علیہ افضل الصلوٰات کے مبارک ہاتھوں میں ہاتھ دیا جنکے ہاتھوں پر دستِ قدرت رحمت فگن ہے۔

اسطرح یہ سند صرف چار واسطوں کے ساتھ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ط کے خلوت خانۂ ناز تک پہنچ جاتی ہے اور ارادتمندوں کیلئے براہِ خواب فیضان کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ (ولِلّٰہِ الحمد)

حضور مفسر اعظم بحیثیت مرشد کامل

حالات و ایام کے الٹ پھیر کیساتھ ساتھ حضور مفسر اعظم ہند کے حالات میں واضح تبدیلیاں نمایاں ہوگئیں آپ کے زہد و تقویٰ، علم و معرفت، خشیت الٰہی اور حسن تدبر کو دیکھ کر اپنے پرائے سب متأثر ہونے لگے۔ خلائق آپ کے گرد جمع رہنے لگی، علماء و طلباء سب ہی استفادہ کرنے لگے۔ وطن اور غیر وطن میں شاید ہی آپکی کوئی ایسی نشست ہوگی جس میں دو چار آدمی حلقۂ ارادت میں داخل نہ ہوتے ہوں۔ اس وقت ہندوستان کی سرزمین پر دو چار ہی ایسی شخصیتیں تھیں جن کے عینِ حیات

ان کے کشف وکرامت کے تذکرے ہونے لگے تھے ان میں سے ایک آپکی شخصیت بھی تھی۔ یہ بھی وجہ تھی کہ خواص وعوام آپ سے مربوط ہونے لگی تھی۔ اور نہ صرف رابطے تک یہ بات محدود تھی بلکہ آپکے حلقۂ ارادت وبیعت میں دیگر لوگ اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھتے تھے۔ سلطان پور، فیض آباد، رائے بریلی، غازی پور، کھیری، پیلی بھیت بنارس، نینی تال، مظفر پور، سیتامڑھی، دربھنگہ، پالی، مارواڑ، جے پور، ادے پور، ترائی نیپال، بنگال، ہوڑہ، کلکتہ، بمبئی، راجستھان، چتوڑ گڈھ، احمد آباد گجرات اور آسام وغیرہ صوبہ جات ومقامات میں ہزاروں ہزار آپکے مریدین ومعتقدین کا حلقہ پھیل گیا۔ مریدین میں بیشتر تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو وہابیت ودیوبندیت اور تبلیغی جماعتوں سے توبہ کر کے حلقۂ ارادت میں آئے تھے۔

کبھی کبھی تو جلسوں میں ایسا ہوتا کہ بیک وقت سیکڑوں آدمی توبہ کرتے اور سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوتے۔ آپنے ابتداءً امریدوں کا نام وپتہ لکھوانا شروع کیا پھر اس رجسٹر ہی کو ضائع کروادیا۔ اور فرمایا نام لکھنے سے کوئی فائدہ نہیں جس جس کے اندر جذبۂ ارادت ہوگا وہ خود اپنی ارادت کے مطابق حصہ پالیگا۔ اور جہاں تک دارالعلوم اور اسکے معاون کا تعلق ہے تو یہ ادارہ اعلیٰ حضرت کا ہے اعلیٰحضرت کی نظر کرم رہنی چاہئے پھر اسے آگے بڑھنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

حضرت کے دستِ حق پرست پر علماء اور عوام کے علاوہ بعض اجنہ بھی تائب ہوئے۔ اور اپنی قوم میں سنیت کو فروغ دینے کا وعدہ کیا، یہاں ان تمام واقعات کو جمع کرنا مقصود نہیں صرف دوتین واقعات کو قلم بند کر دیتا ہوں تاکہ آپ کے ارشاد وہدایت کی سمتیں معلوم ہوسکیں۔

دو عربی نژاد کا داخل سلسلہ ہونا

اُتری بہار کے سیتامڑھی ضلع میں مسلمانوں کی ایک آبادی گنگٹی کے

نام سے مشہور ہے، حضور حجۃ الاسلام اور مفسر اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما نیز آپکی آل اولاد کی آمدورفت نے اس آبادی کو اب "رضا نگر" بنا دیا ہے۔ یہ حضرات جب بھی وہاں جاتے ہفتہ عشرہ اور کبھی کبھی ایک ایک ماہ تک قیام فرماتے تھے۔ یہ انہی دنوں کی بات ہے جب حضور مفسر اعظم ہند" رضا نگر گنگٹی" میں تشریف فرما تھے۔ دو شخص جو چہرے بشرے سے عربی النسل معلوم ہوتے تھے، عربی لباس میں وارد ہوئے اور آپکو دیکھتے ہی دوڑ کر آپسے ملے پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور دوزانو بیٹھ گئے۔ آپنے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کون ہیں کہاں سے آئے اور کیا مقصد ہے؟ ان دونوں میں سے ایک ٹوٹی پھوٹی اردو بول رہے تھے تو حضرت نے فرمایا میں عربی زبان سمجھتا ہوں آپ اپنی زبان میں بولئے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں مکہ مکرمہ سے آرہا ہوں پہلے میں دلی سے بریلی آیا آپکے متعلق معلومات کی معلوم ہوا کہ آپ کلکتہ تشریف لیگئے ہیں چنانچہ ہم لوگ بریلی سے کلکتہ پہنچے لیکن امر تلہ لین کلکتہ میں معلوم ہوا کہ آپ مظفر پور تشریف لے گئے ہیں تو ہم لوگ مظفر پور پہنچے اور وہاں تلاش بسیار کے بعد ناامید ہو گئے وہاں سے پھر بریلی لوٹنے ہی والے تھے کہ ایک عالم دین مولانا سید الزماں حمدوی سے ملاقات ہوگئی انہوں نے آپ کا نام اور میرے سفر کا ماجرا سنکر بڑی خاطر تواضع کی اور صحیح صحیح پتہ بتایا بلکہ جنکپور روڈ تک ایک رہنما کو ساتھ کر دیا۔ اس طرح سے ہم لوگ آپ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ مقصد صرف یہ ہے کہ ہم دونوں آدمی آپسے شرف بیعت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا دور و دراز سفر کی وجہ سے آپ لوگ بہت تھک چکے ہیں دو ایک دن اچھی طرح آرام کر لیجیے پھر انشاء اللہ تعالیٰ آپ کا مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔

تیسرے دن فجر کی نماز کے بعد حضرت نے عربیوں کو بلایا۔ گاؤں کے مخصوصین حضرات خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ جب وہ دونوں آکر بیٹھ گئے تو آپ نے

نام دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا میں پہلے بھی بارہا ہندوستان آچکا ہوں میرا دفتر لکھنؤ میں تھا اور میں حاجیوں کو حج وزیارت کیلئے یہاں سے لیجایا کرتا تھا، میرا نام محمد جمال اللیل ہے اور میرا ساتھی پہلی بار ہندوستان آیا ہے ان کا نام محمد شیخ ہے حضرت نے آگے بڑھ کر ان دونوں کا ہاتھ بیک وقت پکڑا توبہ کرائی، کچھ وعدے لئے اور حسب قاعدۂ طریقت دونوں حضرات کو سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں داخل فرمایا۔ گماشتہ عبد الغفور خانصاحب حامدی مرحوم کی جانب سے اس خوشی کے موقع پر چائے اور مٹھائی تقسیم کی گئی۔ اس وقت تک گاؤں اور قرب وجوار کے کافی لوگ وہاں جمع ہو گئے تھے انہیں میں حضرت والا کے ایک چہیتے خادم جناب مولوی عبد الوحید خانصاحب حامدی عرف امام صاحب بھی موجود تھے انہوں نے شیخ جمال اللیل سے پوچھا آخر کار آپ لوگوں نے حضرت سے بیعت ہونے کیلئے اس قدر پریشانیاں اور اخراجات کیونکر برداشت کیا؟ کیا اس دیار مقدس میں کوئی پیر نہیں ملا؟ یا پھر اس بیعت سے آپ لوگوں کا کچھ اور مقصد ہے؟ ہم لوگ گاؤں کے رہنے والے دیہاتی ہیں اس لئے اس بات کو اچھی طرح سمجھنا چاہتے ہیں۔

مولوی عبد الوحید خان صاحب مرحوم کے اس سوال کو سنکر حضرت حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور دروازہ بند کر لیا لیکن جمال اللیل نے اس سوال کو سنکر بہت ہی فرحت وسرور کے عالم میں اس طرح جواب دینا شروع کیا، بھائی ہم دونوں بچپنے کے جگری دوست ہیں جب جوان ہوئے تو ہمارے درمیان یہ عہد وپیمان ہوا کہ جب بھی ہم لوگ بیعت ہوں گے تو ایک ہی مرشد سے ہوں گے۔ کئی بار ایسا اتفاق ہوا کہ بڑے بڑے مشائخ کرام سے ملاقات ہوئی لیکن بیعت پر ہم دونوں کے درمیان اتفاق نہیں ہو سکا۔ اسی طرح عمر کا زیادہ حصہ گزر گیا۔ ہندوستان میں بھی کئی بزرگوں سے ملاقات ہوئی لیکن دوست کے ساتھ نہ رہنے کی وجہ سے میں کسی کے دامن سے

وابستہ نہیں ہو سکا۔ گذشتہ حج کے موسم میں اسی ہندوستان سے ایک بزرگ مکہ مکرمہ پہنچے میں نے بختہ عزم کرلیا کہ میں ان سے بیعت ہو جاؤں گا لیکن میرا یہ دوست اُن دنوں مدینہ منورّہ میں تھا، میں نے خواب میں سرور کائنات علیہ ازکی التسلیمات کی زیارت کی تو دیکھا کہ آپ ایک شخص کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اور مجھ سے ارشاد فرماتے ہیں کہ "اِس سے مرید ہو جاؤ"۔ یہی خواب میں نے دوسری رات کو بھی دیکھا لیکن اُس بزرگ کو جب میں دیکھتا تھا تو انکی صورت مختلف پاتا تھا اس لئے میرا ارادۂ بیعت فاسد ہو گیا پھر انہی دنوں میرا یہ دوست (محمد شیخ) مکہ شریف پہنچا اور مجھ سے ملنے کیلئے آیا۔ تو اس نے سنایا کہ اسکو بھی سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دوبار زیارت ہوئی اور ایک شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اس سے مرید ہو جاؤ"۔ اس کا بیان ہے کہ وہ اس خواب کو دیکھ کر قدرے پریشان ہوا اور روضۂ مبارکہ پر حاضر ہو کر عرض کیا حضور! جس سے بیعت ہونے کا حکم ہو رہا ہے وہ کون ہے؟ کہاں کا رہنے والا ہے؟ کرم نوازی ہوگی اگر اس کا اتہ پتہ معلوم ہو جائے۔

چنانچہ تیسری رات پھر اس کی قسمت جاگی اور اس نے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی زیارت کی۔ تو حسب سابق اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا "اس سے مرید ہو جاؤ، یہ مجھ سے محبت کرتا ہے"۔ اس کا نام ابراہیم رضا جیلانی ہے یہ ہندوستان میں بریلی کا رہنے والا ہے۔

چونکہ میں ہندوستان اور بریلی سے واقف تھا۔ چنانچہ اسی وقت ہم لوگوں نے رخت سفر باندھا اور اپنے مقصد کی حصولیابی کیلئے روانہ ہو گئے۔ یہاں آنے کے بعد جب حضرت کے چہرہ پر نظر پڑی تو مزید کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہی۔ جو کچھ عالم رویا میں دیکھا تھا عالم احساس میں آنکھوں نے اس کی تصدیق کر دی۔ اِدھر دہلیز پر یہ باتیں ہو رہی تھیں سامعین کی آنکھیں آنسو برسا رہی تھیں۔ اور اُدھر حجرہ کے

اندر سے مسلسل سسکیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، گھنٹوں کے بعد جب دروازہ کھلا تو اکثر لوگ ڈھاریں مار کر رونے لگے کیونکہ حضرت کے چہرہ کا رنگ بالکل متغیر ہو چکا تھا۔

غالباً ۱۹۸۶ء کے سفر حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں حجاج ایشیا کے دفتر میں راقم الحروف کو جانے کا اتفاق ہوا جب اس کے ڈائرکٹر کے روم تک پہنچا تو دیکھا کہ احمد جمال اللیل کی تختی لگی ہوئی ہے، جس کو دیکھ کر معاً خیال ہوا کہ ہو نہ ہو یہ ڈائرکٹر شیخ جمال اللیل ہی کا کوئی قریبی رشتہ دار ہوگا۔ جب میں نے اندر خبر بھیجوائی تو جواب آیا کہ انتظار کیجئے ظہرانہ کے وقت ملاقات ہوگی۔ چونکہ اس وقت صبح کے دس ہی بج رہے تھے اور ایک بجے تک انتظار کرنا مجھ پر گراں گزرا، تو میں نے ایک پرزہ بھیجا جس میں یہ لکھا کہ میں اپنے پاسپورٹ سے متعلق آپ سے ملنا چاہتا ہوں اور میں حضور مفسر اعظم مولانا ابراہیم رضا جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بریلوی کا ایک ادنی شاگرد ہوں۔" اس پرزہ کو پاتے ہی اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر وہ خود دروازہ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے اور پوچھا عبد الواجد قادری کون ہے؟ میں نے بڑھ کر ان سے سلام و مصافحہ کیا۔ پھر وہ اپنے چیمبر میں لیگئے بسکٹ اور قہوا منگوایا۔ اور کہنے لگے میرے والد ماجد کے وہ مرشد تھے بڑے نیک اور صالح خصلت آدمی تھے۔

پھر حضرت مفسر اعظم کے اخلاقی محاسن کو وہ دیر تک بھیگی پلکوں کے ساتھ بیان کرتے رہے اور ہر جملہ پر اَللّٰھُمَّ اغْفِرْہُ وَارْحَمْہُ کہتے رہے۔ پھر مجھ سے کہا کہ آپ حضرت کے بارے میں کچھ بیان کیجئے۔ چونکہ انکی یہ ساری گفتگو عربی میں ہوئی تھی تو میں نے بھی ٹوٹی پھوٹی عربی میں بولنا شروع کیا، انہوں نے کہا آپ اردو میں بھی بول سکتے ہیں، میں اگرچہ اردو نہیں بول پاتا ہوں لیکن اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ پھر میں نے ملی جلی زبانوں میں حضور مفسر اعظم سے متعلق کچھ کہنا شروع کیا۔ قریب قریب کے کارندے

اپنی کرسیاں چھوڑ کر میرے قریب آگئے اور حضرت سے متعلق باتوں کو دھیان سے سننے لگے جناب احمد جمال اللیل صاحب پورے بیان کے درمیان آب دیدہ رہے اور حضرت کیلئے مغفرت اور ترقی درجات کی دعا کرتے رہے۔

پھر انہوں نے کہا آپ میرے گھر پہ تشریف لائیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق کچھ باتیں بھی ہونگی اور آپ وہیں قیام بھی کریں گے۔ میرا گھر باب الفتح کے سامنے ایک گلی میں ہے کوئی بھی دوکاندار نام لینے پر گھر بتا دیگا۔ لیکن میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے دوبارہ ان سے ملاقات نہیں کر سکا۔ پھر ان کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ بتیس سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا اور ابھی بھی ان لوگوں کے دلوں میں حضرت کی یادیں زندہ ہیں۔

ایک جن کا مرید ہونا

آپ بنارس کے محلہ مدنپورہ ہٹیہ میں چند دنوں کیلئے قیام پزیر تھے، گنگا پار رام نگر سے چند آدمی آئے اور حضرت سے رام نگر چلنے کیلئے اصرار کیا۔ کشتی کے ذریعہ ہم لوگ اُس پار پہنچے، مغرب کا وقت ہو چکا تھا، کسی محفل وغیرہ کا انتظام تو نہیں تھا لیکن زیارت کرنیوالوں کی بھیڑ لگ گئی۔ نماز مغرب کے بعد حضرت نے اپنی ناصحانہ گفتگو شروع کر دی یہانتک کہ عشاء کا وقت آگیا صلوٰۃ وسلام اور دعاء پر محفل وعظ ختم ہوئی۔ چند آدمی داخل سلسلہ بھی ہوئے۔ عشاء کے بعد بھی آدھی رات گئے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔

صبح علی الصباح حضرت ابھی وظیفۂ صباحی سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ ایک محمود نامی شخص حاضر خدمت ہوا اور رونا دھونا شروع کیا۔ حضرت نے چائے نوشی کے درمیان اس کی خیریت دریافت کی۔ تو اس نے کہا کہ ایک زمانہ سے میری بیوی پر ایک شریر جن مسلط ہے میں نے کتنے عالموں کو بلایا اور کتنوں سے دعاء تعویذ کرائی۔ دو چار دنوں کیلئے افاقہ ہوتا ہے اسکے بعد پھر حسب سابق پریشانی آتی ہے، اسکے پیچھے میرا کاروبار سب چوپٹ ہو گیا۔ میں کہیں کا نہیں رہا۔ اب حضور ہی

چاہیں تو میری پریشانی دور ہو سکتی ہے اور میری بیوی کو نجات مل سکتی ہے۔

حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا، لیکن میں تو کوئی عامل نہیں ہوں صرف اعلیحضرت کا پوتا ہوں پھر بھی کہتا ہوں کہ آج سے تمہاری تقدیر بدل دی گئی تمہاری پریشانیاں ختم کر دی گئیں اور تمہاری بیوی پر مسلط جن کو چھوڑ دینے کا حکم دیدیا گیا۔ اب تم جاؤ اپنا کاروبار شروع کرو، مگر خبردار نماز کی پابندی اور درود پاک کی کثرت کرتے رہنا ورنہ تم جانو تمہارا کام جانے۔

محمود نے سب کے سامنے نماز کی پابندی اور درود و اسم اعظم کو کثرت کے ساتھ پڑھنے کا وعدہ کیا اور چلا گیا۔ حضور مفسر اعظم رام نگر سے بنارس ہوتے ہوئے بریلی شریف پہنچے۔ کافی رات گزر چکی تھی، میں (راقم الحروف) نے سوچا کہ حضرت کو خواجہ قطب میں چھوڑ کر خود آستانہ عالیہ (اعلیٰ حضرت) پر چلا جاتا ہوں، حضرت سے اجازت چاہی تو حضرت نے فرمایا رات بہت ہو چکی ہے یہیں سامنے چارپائی پر سو جاؤ صبح ساتھ ہی مدرسہ چلیں گے۔ حضرت عشاء کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ میں نے دونوں چارپائیوں کو ایک ہی دہلیز میں لگا دیا۔ جب حضرت اپنی چارپائی پر لیٹ گئے تو میں نے نماز شروع کی، یہاں تک کہ حضرت کو نیند آ گئی، پھر جب میں اپنی چارپائی پر آیا تو اپنے وظیفہ میں مشغول ہو گیا، اتنے ہی میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لمبا تڑنگا آدمی حضرت کی چارپائی کے ساتھ داہنے سمت میں کھڑا ہے، اگر میں ضبط نہیں کرتا تو شاید میرے منہ سے چیخ نکل جاتی لیکن بے اختیاری میں غالباً کچھ آواز نکل بھی گئی کیونکہ جب حضرت کے چہرہ پر نظر پڑی تو دیکھا کہ آپ کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور آپ اس شخص کو بغور دیکھ رہے ہیں۔ پھر وہ شخص آہستہ آہستہ چل کر آپکی پائنتیں کی طرف سے ہوتا ہوا بائیں جانب سینے کے سامنے آیا۔ تو آپ نے اپنی انگشتِ شہادت پر کچھ دم کیا اور اسکو گھمانے لگے گویا اس شخص کو انگلی میں لپیٹ رہے ہیں۔ اور اس کو جھٹکا دے کر اپنے مکان سے

اتر جانب پھینکا۔ جہاں ایک سندھی غیر مسلم کا مکان تھا اور وہ متعصب سنار تھی تھا اس مکان سے ایک بچّہ کے چیخنے کی آواز آئی۔ پھر چند ہی منٹوں کے بعد دیکھا کہ مذکورہ شخص پھر حاضر ہے۔ حضرت نے فرمایا اب کیا چاہتے ہو کیا مقابلہ کرو گے؟ وہ دوزانو بیٹھ گیا اور عرض کرنے لگا حضور! جو ہونا تھا وہ نادانی میں ہو گیا اب توبہ کرنا چاہتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ خلاف شرع غلطی نہیں کرونگا۔ مجھے اپنی غلامی میں لینے کا شرف عطا فرمایئے۔ ویسے میں نے بڑی غلطی کی کہ حضور کا کہنا نہیں مانا اور اپنے اوپر اتراتا رہا۔ حضرت چارپائی سے اٹھ کر بیٹھ گئے، اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا شرک و کفر اور کبائر سے توبہ کرائی، فرائض و واجبات کو ادا کرتے رہنے بُرے راستے کو چھوڑنے اور بد مذہبوں سے رسم و راہ ترک کرنے کا وعدہ لیا۔ پھر سلسلۂ قادریہ رضویہ میں داخل فرمایا اور نصیحت فرمائی کہ اب تم اعلیحضرت کے غلام ہو گئے، خبردار ان کے نام پر بٹہ نہیں لگنا چاہیے، درود پاک کی کثرت کرنا، اور ہمیشہ حلال کمائی کھانا، پھر وہ شخص دھواں میں تحلیل ہو گیا، میں اپنی چارپائی پر کروٹیں بدل رہا تھا تو حضرت نے فرمایا۔ کیوں نیند نہیں آتی ہے کیا؟ میں نے عرض کیا حضور! ایسے حالات میں کس کو نیند آئے گی۔ تو آپ نے فرمایا یہ وہی تھا جو محمود کی بیوی پر مسلّط تھا نہایت شریر اور بدمعاش تھا۔ کتنے عاملوں اور دعا تعویذ کرنیوالوں کو اس نے نانکوں چنے چبوا دیا۔ میں نے رام نگر ہی میں اس سے کہا تھا کہ اس بے گناہ عورت کو چھوڑ دو۔ لیکن یہ مجھ پر بھی اپنی قوت آزمانا چاہتا تھا۔ اور اسی وقت سے میرے پیچھے پڑ گیا لیکن حصار کی وجہ سے میرا کچھ بگاڑ نہیں سکا۔ ابھی عشاء کے بعد میں اپنے وظیفہ کو پورا بھی نہیں کرنے پایا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی اور اس کو میرے قریب آنے کا موقع مل گیا۔ وہ تو درود و اسم اعظم کی برکت سے مجھے آگاہی ہو گئی۔ ورنہ یہ مجھ ہی پر مسلّط ہونا چاہتا تھا۔ اَلعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالیٰ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیم۔ پھر وہ ہوا جو تم نے دیکھا کہ درود و اسم اعظم کے حصار نے اسے مجھ سے دور پھینک

دیا لیکن جاتے جاتے اس نے پڑوسی سندھی کے بچہ کو دبوچ لیا۔ پھر مجبور ہو کر واپس آیا کہ اگر وہ واپس نہ آتا تو درود اسم اعظم کے مؤکلین اسے زندہ نہ چھوڑتے۔ الحمد للہ اس نے توبہ کر لی ہے امید ہے کہ وہ اپنے قول و قرار پر قائم رہے گا اور اپنی قوم میں سنیت کے فروغ کا کام کرے گا۔ ۔ ۔ ۔ اب تم درود اسم اعظم پڑھتے پڑھتے سو جاؤ، میں بھی آرام کرتا ہوں۔

دنیائے دنی کا ایک روپ

ایک مرتبہ بعد نماز مغرب حضور مفسر اعظم ہند، روضۂ اعلیحضرت پر تشریف لائے فاتحہ خوانی کے بعد مجھے آواز دی، ان دنوں میرے ساتھ دورۂ حدیث کے چند طلبار روضۂ اعلیحضرت کے بالائی حصہ میں کتب خانہ حامدی کے اندر قیام پذیر تھے۔ حضرت کی آواز سنکر میں نیچے آیا تو حضرت نے فرمایا آج گرمی زیادہ ہے مدرسہ کی صحن میں چارپائی کا انتظام کر دیں یہیں سوؤنگا۔ میں نے اپنے ساتھ مولانا حسیب الرحمٰن صاحب کو لیا اور حضرت کے سونے کا انتظام کیا۔ حضرت اپنی تسبیح کے ساتھ چارپائی پر نیم دراز ہو گئے اور ہم لوگ اپنے اپنے مطالعہ میں مصروف ہو گئے۔ عشار کی نماز مسجد رضا میں ادا فرمائی اور پھر اپنی چارپائی پر آگئے۔ میں نے کھانے کے بارے میں پوچھا تو فرمایا آج کھانے کی بھوک نہیں ہے البتہ چائے بنا سکتے ہو تو بناؤ۔ اور اپنے سونے کا انتظام بھی یہیں کرو۔

چنانچہ ہم دونوں آدمیوں نے اپنا اپنا بستر حضرت بحر العلوم کی درسگاہ کے برآمدہ پر لگا لیا۔ میں چائے بنانے لگا اور مولانا حسیب الرحمٰن صاحب اسلام پوری (پچھوا مدھوبنی) حضرت کا پاؤں دبانے لگے۔ ہم تینوں آدمیوں نے چائے پی، پھر حضرت کے پاؤں کی مالش کرنے لگے۔ خیال تھا کہ حضرت سو جائیں تو ہم لوگ بھی جا کر سوئیں۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد گویا بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلتے رہے

ہم لوگوں نے محسوس کیا کہ شاید حضرت، خواجہ قطب سے ناراض ہو کر آ گئے ہیں اس لئے یہ بے چینی ہے۔ یہاں تک کہ آدھی رات سے زیادہ گزر گئی حضرت کو اسی حال میں چھوڑ کر ہم لوگ اپنے بستروں پر آ گئے۔ ابھی سونے نہیں پائے تھے کہ مدرسہ کی صحن میں ایک سفید پوش عورت کو کھڑا دیکھا۔ معاً خیال ہوا کہ شاید امی محترمہ ہونگی حضرت کو منانے کیلئے تشریف لائی ہیں۔ اتنی ہی میں دیکھا کہ حضرت اپنی چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے ہیں اور ہاتھ میں تسبیح گھوم رہی ہے۔ پھر حضرت نے آواز دی۔ عبدالواجد اِدھر آؤ، میں فوراً حاضر خدمت ہوا تو فرمایا اس عورت سے پوچھو یہاں کیا لینے آئی ہے جب میں نے اس عورت کی طرف دیکھا تو دیکھا کہ وہ جوان اور زیورات سے آراستہ ہے۔ اب مجھے محسوس ہوا کہ امی محترمہ اتنی رات میں خواجہ قطب سے تنہا کیسے آسکتی ہیں یقیناً یہ کوئی دوسری عورت ہے، میں نے اس سے پوچھا آپ رات میں کیوں تشریف لائی ہیں؟ تو اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا، مسلمان ہونے کیلئے۔ میں حضرت کے ہاتھوں پر توبہ کرنا چاہتی ہوں۔ . . . حضرت نے مزید کوئی بات نہیں پوچھی بلکہ سرہانے کے قریب رکھا ہوا عمامہ اٹھایا ٹوپی اپنے سر پر رکھی اور فرمایا، لو عمامہ کا کنارہ اسکے ہاتھوں میں دیدو، وہ عورت یونہی فرش پر بیٹھ چکی تھی، دونوں ہاتھوں سے عمامہ کا کنارہ پکڑا اور حضرت کے کہنے کے مطابق اس نے دیوی دیوتاؤں، کالی بھوانی سیتا، لچھمی، رام، کرشن، برہما، بشن، تمام اصنام کفر کی پرستش سے توبہ کی۔ پھر کلمہ طیبہ اور کلمہ شہادۃ پڑھا، حضرت نے اس کا ترجمہ اور مطلب سمجھایا۔ پھر بیعت کے کلمات کہلوائے، اسکے بعد اسلام کے بنیادی اعمال و احکام بتائے۔ اور فرمایا تمہارا کام ہو چکا تم جا سکتی ہو۔ اسنے اٹھتے اٹھتے کہا اچھا آپ کا بھی کام ہو گیا اب میں جاتی ہوں۔ مجھے اس کی باتوں سے تعجب ہوا، جب وہ اٹھ کر کھڑی ہوئی تو زیورات کی آواز سے محسوس ہوا کہ اسکے پورے جسم میں گویا زیورات ہی ہیں۔ وہ ہوتے ہوئے قدم بڑھاتی

ہوئی مدرسہ کے مین گیٹ کی طرف بڑھی اور صحن سے باہر نکل گئی، حضرت نے فرمایا جاؤ دروازہ بند کردو۔ میں نے مولانا حسیب الرحمٰن صاحب کو آواز دی وہ بھی آگئے پھر ہم دونوں آدمی دروازہ بند کرنے کیلئے چلے، میں نے کہا بھائی! دروازہ تو میں نے خود بند کیا تھا پھر یہ کدھر سے آئی؟ اور اگر یہ کسی دوسری طرف سے آسکتی ہے تو اسی طرف سے اسے جانا بھی چاہئے، مین گیٹ سے کیوں گئی؟

ہم بات کرتے کرتے دروازہ تک پہنچ گئے دیکھا تو دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ عورت سڑک کے دائیں بائیں کہیں نہیں ہے۔ ہم لوگوں پر دہشت طاری ہوئی بھاگ کر واپس آئے تو حضرت نے فرمایا ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے، یہ وہ بلا ہے جو پوری دنیا پر مسلط ہے۔ اچھے اچھوں کی قوت پرواز کو منٹوں میں زائل کر دیتی ہے اور شاہینِ معرفت کے پروں کو محبت دنیا کے شہد میں ایسا ڈبو دیتی ہے کہ وہ اسی میں پھنس کر رہ جاتا ہے۔

خدائے ذوالجلال لَمْ یَزَلْ وَلَایَزَال کا بیحد شکر و احسان، اس کے حبیب رؤف و رحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا انعام و فیضان ہے اور اس کے چہیتے بندے حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگہ التفات ہے کہ آج دنیا میرے لئے مسخر کر دی گئی پھر بھی میں اس کے داؤ پیچ سے بے پرواہ نہیں ہوں۔ اس نے کلمہ تو پڑھ لیا، مجھے دھوکہ نہ دینے کا وعدہ تو کر لیا ہے لیکن اس دنیائے دنی کا کیا بھروسہ نہ معلوم کب اور کس روپ میں لوٹ لے۔ جب تک خداوند کریم کا کرم خاص نہ ہو دنیا کے چالوں سے بچنا بہت مشکل ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اب دنیا مجھے اپنے پُر فریب جال میں نہیں پھنسا سکے گی۔ میں اس پر غالب رہوں گا۔ میری دعا ہے کہ خدائے ذوالجلال تم کو بھی اسکی فریب کاریوں سے بچائے اور اپنے حفظ و امان میں رکھے درود اسم اعظم کا ورد ہمیشہ کرتے رہو اور اسکے اثرات کو اپنی آنکھوں سے دیکھو۔

حضور مفسر اعظم اور بریلی کا قطب

حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان ایک مرتبہ مسجد رضا کی صحن کے مشرقی منڈیرے پر عصر کی نماز کیلئے وضو فرمارہے تھے، اس زمانہ میں پانی کے پائپ کا کوئی انتظام وضو وغیرہ کیلئے نہیں تھا۔ میں کنویں سے پانی نکال نکال کر حاضر خدمت کر رہا تھا، جس وقت آپ پاؤں دھورہے تھے اسی وقت سڑک کی داہنی طرف سے ایک موٹا تگڑا سا نولا شخص آیا اور آپ کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ وضو کا پانی سڑک پر گر رہا تھا جس کے چھینٹے اس شخص کے پاؤں پر بھی پڑنے لگے۔ جب حضرت نے دونوں پاؤں دھولئے تو میں نے تولیہ پیش کیا جس کو چہرے اور ہاتھوں سے لگاتے ہوئے آپ کھڑے ہو گئے تاکہ وضو کے بعد کی دعائیں پڑھیں اس وقت آپ نے اس نووارد کو دیکھا جو زیر لب بڑبڑ رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد آپ کی زبان مبارک سے نکلا اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ، یہ سنتے ہی وہ شخص رقص کرنے لگا اور حسب سابق بڑبڑاتا رہا۔ پھر آپ نے فرمایا "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ" ان کلمات قرآنیہ کو سننے کے بعد ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے جسم پر چنگاری پھینک دی ہو۔ وہ تلملاتا ہوا وہاں سے اسی طرف بھاگا جس طرف سے آیا تھا۔

عصر کی نماز کے بعد آپ خواجہ قطب کیلئے روانہ ہوئے۔ راقم الحروف سے فرمایا چلو چائے پی کر واپس آجانا۔ چنانچہ خواجہ قطب پہنچے حضرت خود ہی اندر سے چائے ناشتہ لائے، پھر ساتھ بیٹھ گئے۔ میں نے عرض کیا حضور! وہ کون شخص تھا اور کیوں آیا تھا؟ تو حضرت والا نے سورۃ والنجم کی ایک آیۂ کریمہ کی ابتدائی جملوں کو پڑھا، اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ پھر آپ نے گناہان کبیرہ اور فواحش کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا جس گناہ کی سزا

جہنم ہے وہ گناہِ کبیرہ ہے اور جس گناہ پر شرعی حد مقرر ہے وہ فواحش ہے۔ پھر فرمایا کبائرالاثم، شرک و کفر ہے جو تمام کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے اور فواحش سے مراد زنا ہے جو سب سے بڑی بے حیائی ہے۔ البتہ لَمَم وہ کام ہے جو نہ گناہِ کبیرہ ہے نہ فحش لیکن اسلامی شریعت کی پاکیزگی اسے بھی پسند نہیں فرماتی، اسی سے متعلق ارشاد ہوا اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ یعنی احیاناً اگر کوئی بندۂ مومن اسکے قریب چلا جائے تو غفورٌ رحیم مالک کی طرف سے اسے معافی و بخشش کا پروانہ دے دیا جاتا ہے۔ عورتوں کو بغیر اسکے محرم کے داخلِ سلسلہ کرنا بھی مناسب نہیں کہ اگر اسکے اعضاءِ جسم میں سے کسی عضو پر نظر پڑ جائے تو خیالات فاسدہ آنے لگتے ہیں اور یہی لَمَم ہے اسی طرح کسی امرد لڑکا کے ساتھ بھی تنہائی میں نہیں رہنا چاہئے کہ وہاں بھی تقویٰ طہارت کے باوجود لَمَم کا اندیشہ ہے بعض مترجمین نے اِلَّا اللَّمَمَ کا ترجمہ اَلّا یہ کہ کبھی کبھی، یا، لیکن کبھی کبھی، یا، لیکن شاذ نادر، وغیرہ کیا ہے جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ گناہِ کبیرہ میں سے کوئی گناہ، یا فواحش میں سے کوئی فحش کبھی کبھی ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے اور بے توبہ اسکی معافی ہو جاتی ہے۔

لیکن اَللَّمَمُ کا اصل میں وہی مفہوم ہے جو میں نے تمہیں بتایا کہ بندۂ مومن تمام گناہِ کبیرہ اور فحشاء سے بچنے کیساتھ ساتھ اگر کبھی گناہ کے قریب ہو جائے تو فوراً اس سے منہ پھیر لے۔ بیشک خداوند کریم کی بخشش و مغفرت اسی کیلئے ہے۔ مجھ سے ایک لَمَم کا صدور ہوا جس پر شرعی مواخذہ نہیں، لیکن تم جانتے ہو کہ ہر درجہ میں حسنات و سیأت کا مفہوم مساوی نہیں رہتا ہے بلکہ ؎

جس کے رتبے ہیں سوا اسکو سوا مشکل ہے

لہٰذا وہ مجھے متنبہ کرنے کیلئے تشریف لائے کہ کسی گناہ سے قریب ہونا تمہیں زیب نہیں دیتا، میں نے انہیں دیکھتے ہی ان کی تنبیہ کو سمجھ لیا اور میں نے قرآن حکیم

کا اس سلسلہ میں مژدۂ جاں بخش انہیں سنایا لیکن وہ اس سے راضی نہ ہوئے تو میں نے معافی طلب کرتے ہوئے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا الخ پڑھا، جس سے وہ خود بھی منفعل ہوئے اور واپس تشریف لے گئے۔ وہ ہمارے شہر بریلی کے قطب ہیں کبھی کبھی راہ چلتے ان سے ملاقات ہو جاتی ہے اور ان کی قطبیت و سلوک پر ان کا جذب غالب آ جاتا ہے، اگر مل جائیں تو کبھی بھی ان سے الجھنے کی کوشش مت کرنا۔ علیک سلیک کافی ہے۔

مفسرّ اعظم اور مجاہد ملّت

حضرت کا آخری دور تھا، زبان بند ہو چکی تھی اشارے کنائے یا تحریر کے ذریعہ گفتگو ہوتی تھی۔ ترجمان کی حیثیت سے سفر و حضر میں حضرت مجھے ساتھ رکھتے۔ زبان مبارک سے کلمہ شریف اور درود و اسم اعظم کے کلمات صاف صاف ادا ہوتے، بقیہ باتوں کی ادائیگی سے آپ معذور تھے، قرأت پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے فرض کے علاوہ سنن و نوافل نمازیں بھی کسی کی اقتدا میں ادا فرماتے تھے، ان دنوں اکثر نمازوں میں، میں ساتھ رہتا تھا۔ ایک دن خواجہ قطب میں عصر کی نماز کے بعد آپ چائے نوش فرما رہے تھے کہ اسی اثنا میں سلطان التارکین مجاہد ملت حضرت علامہ الحاج شاہ حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ رئیس اعظم اڑیسہ، حضرت سے ملنے کیلئے تشریف لائے۔ حضرت نے کرسی سے استقبالاً اٹھنا چاہا مگر حضور مجاہد ملت نے دوڑ کر اٹھنے سے روک دیا۔ پھر حضرت کی دست بوسی و پابوسی فرما کر سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے بیٹھنے پر اصرار کیا تو کرسی چھوڑ کر فرش پر بیٹھ گئے اور فرمایا حضور! میں نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی ہے۔ حضرت نے راقم الحروف کو پانی لانے کا حکم دیا۔ پھر حضرت کے سامنے ہی رکھی ہوئی ایک چوکی (لکڑی کا تخت) پر بیٹھ کر مجاہد ملت وضو فرمانے لگے۔ حضرت نے مجھے اشارہ فرمایا کہ میں پانی ڈالوں، مگر حضور مجاہد

ملّت راضی نہ ہوئے، یہاں تک کہ وضو مکمل فرمالیا، پھر حضرت نے اشارہ کیا کہ میں تولیہ سے حضرت مجاہد ملّت کے پاؤں کی تری کو صاف کر دوں لیکن وہ اسکے لئے بھی راضی نہ ہوئے۔ میں کوشش کرتا رہا اور وہ پیچھے ہٹتے رہے یہاں تک کہ حضور مفسّر اعظم کی کرسی کے قریب پہنچ گئے۔ حضرت نے اپنے سر مبارک سے دوپلّی ٹوپی اتاری اور مجاہد ملّت کے قدموں پر ڈالدی جسے دیکھتے ہی میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، حضور مجاہد ملّت نے ایک چیخ ماری اور جھک کر دونوں ہاتھوں سے کلاہِ مبارک اٹھائی اسے چوما آنکھوں سے لگایا اور دونوں ہتھیلیوں پر رکھکر نہایت ادب کے ساتھ پیش کیا۔ اسی درمیان مجھے موقع مل گیا اور میں نے مجاہد ملّت کے پاؤں کی تری سے تبرک حاصل کیا، مجاہد ملت نماز میں مشغول ہو گئے۔ میں نے چائے وغیرہ کا انتظام کیا۔ نماز کے بعد چائے نوشی اور قدم بوسی فرماکر حضور مجاہد ملّت واپس تشریف لے گئے۔

میں نے عرض کیا حضور! یہ کیا ماجرا ہے؟ مجھے بالکل پسند نہیں آیا کہ آپنے اپنے کلاہِ مبارک کو حضور مجاہد ملّت کے قدموں میں ڈال دیا، جبکہ آپ سرکار اعلیٰحضرت عظیم البرکتہ کے آستانہ مبارکہ کے سجّادہ عالیہ کے تاجدار ہیں۔

حضرت نے فرمایا، مجاہد ملت ایک عظیم عالم دین ہونے کے علاوہ میرے والد ماجد حضور حجۃ الاسلام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی امانتوں کے حامل ہیں اور ان کے اجلّہ خلفاء میں سے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں، معرفت کے میدانِ بسط میں ان کی پرواز بہت اونچی ہے۔ لیکن ان دنوں وہ قبض کے عالم میں اپنا بال و پر سمیٹے ہوئے ہیں۔ اسی کی عقدہ کشائی کیلئے وہ بریلی شریف تشریف لائے، مزار اقدس پر حاضر ہوئے کہیں اور بھی گئے۔ لیکن مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے تو یہاں تشریف لائے۔ جب وہ وضو فرما رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب

پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ان کے حالات کا انکشاف فرمادیا۔ پھر میں نے ان کے لئے دعا کی اور جب دعا کی قبولیت میں تردد ہوا، تو میں نے وہ کیا جو تم کو اچھا نہیں لگا، لیکن میرے پروردگار نے میری ٹوپی کی لاج رکھ لی۔ اور ان کا قبض بسط سے بدل دیا۔ جس کا احساس خود ان کو بھی نماز ہی میں ہوگیا۔ اب وہ شکرانہ ادا کرنے کیلئے بارگاہ اعلیٰ حضرت اور حجۃ الاسلام میں تشریف لے گئے۔ حضرت یہ ساری باتیں لکھ لکھ کر بتارہے تھے۔ پھر فرمایا خلوص و للّٰہیت اور خشیت و معرفت میں اس وقت ملک کے اندر ان کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ اگر میری زبان میں گویائی ہوتی تو میں لوگوں کو بتاتا کہ وہ صرف مجاہد ملت نہیں قطب الارشاد بھی ہیں اور اپنے پیر کے عاشق صادق بھی، خدائے پاک انکی عمر دراز فرمائے ان کا فیضان عام کرے آمین۔

حضرت کی گفتگو ختم ہوئی تو وہیں مغرب کی نماز ادا کی، ابھی حضرت وظیفہ ہی پڑھ رہے تھے کہ دوبارہ حضور مجاہد ملت تشریف لے آئے۔ دست بوسی اور قدم بوسی کے بعد حضرت کیساتھ ہی جائے نماز پر بیٹھ گئے۔ جب حضرت وظیفہ سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا، کرم بالائے کرم اب کیسے تشریف لائے ہیں؟ حضور مجاہد ملت نے کہا حضور! اُس وقت میں عجلت و پریشانی میں تھا اور اب میں شکریہ ادا کرنے اور فیض صحبت سے شاد کام ہونے کیلئے حاضر ہوا ہوں، حضرت نے میری طرف دیکھ کر مسکرادیا اور فرمایا یہ سب اعلیٰحضرت اور حضور حجۃ الاسلام کا کرم ہے جو کچھ ہوا وہیں سے ہوا ہے میں تو ایک نابکار اور ننگ خاندان شخص ہوں۔ ہاں جس مقام عالی پر آپ حضرات نے بٹھا دیا ہے یہ اسی کا فیضان واحسان ہے۔ عشاء کے وقت تک دونوں حضرات میں قلمی گفتگو ہوتی رہی، عشاء کی نماز کے بعد کھانا تناول فرماکر حضور مجاہد ملت قبلہ تشریف لے گئے۔

مُریدوں کے ساتھ برتاؤ

آپ اپنے مریدوں کے ساتھ بہت نرمی اور خندہ پیشانی کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ بسا اوقات مریدوں میں سے یا شاگردوں میں سے ہر ایک کو یہی گمان ہوتا کہ سب سے زیادہ حضرت اسے چاہتے ہیں۔ ملک کے دور و دراز علاقوں سے جب مریدوں یا عقیدت مندوں کی آمد ہوتی تو آپ اس کے خورد و نوش کا بار دارالعلوم پر نہیں ڈالتے بلکہ اپنی ذاتی خرچ سے اس کے خورد و نوش کا انتظام کراتے اور کبھی کبھی ان کے طعام و قیام کا نظم اپنے رہائشی مکان خواجہ قطب میں کرتے ان کے لئے کھانے پینے کا سامان بذاتِ خود اندر سے لاتے۔ اور انکے آرام کا ہر طرح خیال رکھتے۔ اگر کسی کے چہرے پر داڑھی نہیں ہوتی تو فرماتے داڑھی مردوں کے چہرے کی زینت ہے جیسے عورتوں کیلئے سر کے بال، کھانا کھاتے وقت اگر کسی کے سر پر ٹوپی نہیں ہوتی تو کوئی ٹوپی اسکے سر پر رکھ دیتے اور فرماتے نعمتِ الٰہیہ کی قدر و عزت یوں بھی کی جاتی ہے،

کبھی فرماتے ہمارے بزرگوں نے سالوں سال ٹوپی یا عمامہ کو سر سے جدا نہیں فرمایا۔ لیکن اب مسلمان ٹوپی کو ایک بوجھ سمجھتا ہے۔ افسوس کہ بندروں، (انگریزوں)، کے یہاں تو آج بھی ٹوپی کی عزت ہے، کہ وہ اپنے بڑوں کے سامنے ٹوپی کو ہاتھ میں لیکر سلام کرتے ہیں گویا اپنے بڑوں پر اپنی عزت تک کو قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ اگرچہ انکا یہ طریقہ صحیح نہیں لیکن ٹوپی کو تو ایک باعزت تاج سمجھتے ہیں۔ لیکن نئی روشنی کا مسلمان اسے مسکینیت کا سبب جانتا ہے۔۔۔۔ اگر کسی مرید سے متعلق اس کے اعمال و اشغال میں کمی کی شکایت پہنچتی تو آپ اسے تنہائی میں بلا کر سمجھاتے اور ایسی پُر اثر نصیحت فرماتے کہ وہ

آبدیدہ ہوکر آپ سے رخصت ہوتا اور اعمالِ صالحہ کا دلدادہ ہوجاتا۔ آپ اپنے عام مریدوں کو کثرتِ وظائف کی ترغیب نہیں دیتے۔ صرف نماز اور درود کی تاکید فرماتے البتہ خاص مریدوں کو شجرۂ مبارکہ میں لکھے ہوئے اوراد و وظائف کی اجازت دیتے اور عمل میں لانے کی تاکید بھی کرتے۔ بعض حضرات کو شجرۂ عالیہ کے علاوہ دوسرے اوراد و وظائف کی بھی خصوصی اجازت دیتے۔

مریدوں کے ہر جائز مطالبات و معروضات کو بہت غور و فکر سے سنتے اور اسکا روحانی یا غیر روحانی علاج بتلاتے۔ مریدوں کی مٹھیوں یا جیب پر کبھی نظر نہیں ہوتی بلکہ غریب مریدوں کی آپ مالی مدد بھی فرماتے، اور اگر کوئی غریب و مسکین مرید اپنی محنت کی کمائی سے نذرانہ پیش کرتا تو آپ اس میں سے چند روپئے لے لیتے اور بقیہ واپس فرما دیتے۔

آپ جب فرحت و مسرت کے عالم میں ہوتے تو غریب و مسکین مریدوں کیلئے انکی غربت و مسکینیت دور ہونے کی خصوصی دعائیں فرماتے۔ کبھی کبھی نام بنام دعا کرتے جس کا اثر کچھ دنوں کے بعد ہی سے ظاہر ہونے لگتا، اگر کوئی عرض کرتا حضور! میں محنتِ شاقہ کرتا ہوں لیکن مزدوری یا آمدنی میں برکت نہیں ہے تو آپ کمالِ رافت سے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے اور فرماتے جاؤ آج سے میں نے تمہاری قسمت بدل ڈالی۔ اب تمہاری محنت بھی بار آور ہوگی اور آمدنی میں برکت بھی۔ نماز اور درود پاک کی پابندی کرنا۔

ایسے اشخاص جسکی آپ نے قسمت بدلی ہے اور واقعی وہ دین و دنیا میں پھلتا پھولتا ہوا نظر آیا انیک ہیں یہاں بطور مثال ایک شخص کا ذکر کرنا چاہوں گا جس کا گمان تھا کہ حضور مفسر اعظم ہند اپنے تمام مریدوں میں سب سے زیادہ اسی کو چاہتے ہیں، پھر بھی وہ قلاّش کیوں ہے؟ انکے والد گرامی حافظ قرآن اور گاؤں کی

مسجد کے امام تھے پھر بھی اسے وہ عزت وکرامت کیوں حاصل نہیں ہے؟ اس نے کچھ اردو فارسی بھی پڑھا ہے پھر بھی ہم چشموں میں باوقار کیوں نہیں ہے۔؟ وہ بیچارہ ان باتوں کو سوچ سوچ کر پریشاں حال رہتا تھا۔ نوجوانی کے عالم میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، بیوی بچوں کے علاوہ دو بھائی ایک بہن کی دیکھ ریکھ ایک اہم مسئلہ تھا جس سے وہ دوچار تھا۔ ایک دن صبح سویرے وہ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا (اس وقت حضرت عالی جناب گماشتہ عبدالغفور حامدی مرحوم مسکونہ رضا نگر گنگٹی ضلع سیتامڑھی بہار کے دروازہ پر قیام پزیر تھے) حضرت نے اسے آتا ہوا دیکھا تو مسکرا دیا اور پوچھا کیوں بھائی رضا احمد خیریت ہے صبح سویرے کیسے آئے؟ مولوی رضا احمد نے عرض کیا حضور! آپ میرے حال پر ہنستے ہیں اور میں روتا ہوں سنا ہے حضور دوسرے لوگوں کی تقدیر بدلتے ہیں تو آخر میری تقدیر کیوں نہیں بدل دیتے۔ اقبال نے شاید غلط کہا ہے۔ ؎

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

چلئے اگر آپ حضور تقدیر نہیں بدل سکتے تو کم از کم خصوصی دعائیں ہی فرما دیجئے کیوں کہ حدیث شریف میں " اَلدُّعَاءُ یُرَدُّ الْقَضَا ،، آیا ہے۔ اگر میری تقدیر نہیں بدلتی تو جو حالات ہیں ان حالات میں زندہ نہیں رہ پاؤنگا۔ حضرت عالی نے فرمایا ویسے تم چالاک بھی ہو اور بول بھی لیتے ہو تو تم اپنی بولی کو سنیت کے فروغ میں لگاؤ۔ اور میں تمہاری قسمت بدلتا ہوں "۔ لو آج سے میں نے تمہاری قسمت بدل دی ،، جو میں زبان سے بولتا ہوں وہی تحریری شکل میں لکھ کر بھی تمہیں دے سکتا ہوں تاکہ کوئی شک وشبہ نہیں رہے۔

اس نوید مسرت کو سنکر مولوی رضا احمد کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا اس نے دست بوسی کا شرف حاصل کیا اور اجازت لیکر چلا گیا۔ اسکے بعد سے اس کی دینی و

دنیاوی حالات میں سدھار ہونے لگا۔ آج اس کا ایک بھائی اور ایک بیٹا (مولوی نور احمد رضا خاں اور مولوی توصیف رضا خاں) بحمدہ تعالیٰ عالم دین ہے دو دو بیٹے بر سرِ روزگار ہیں اور خود سکون وچین کی زندگی گزار رہا ہے۔

حضرت کی بارگاہ میں امیری وفقیری کا کوئی فرق نہیں تھا اگر کوئی مسکین سنّیت کے کام میں لگا ہوا ہے اور خود بھی صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے، تو حضرت اس کا احترام فرماتے اور ضرورت پڑنے پر اسکی مالی مدد بھی کرتے۔ اور اگر کوئی تجار، امیر، رئیس اگرچہ وہ حضرت کا مرید وعقید تمند ہی کیوں نہ ہو سنّیت کے خلاف کوئی کام کرتا یا اسکی زبان سے کچھ نکل جاتا تو آپ بیحد ناراض ہوتے آپ اسے ہر ممکن طور پر سمجھانے کی کوشش کرتے یا اس سے قطعِ تعلق فرما لیتے۔

مندرجہ بالا سطور میں جناب عبد الغفور خان حامدی مرحوم کا نام آچکا ہے تو انہی کا ایک واقعہ یہاں قلمبند کر دیتا ہوں جس سے معلوم ہو گا کہ حضرت والا سنّیت اور سنّی کے تحفظ کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے۔ عبد الغفور خانصاحب اپنے پانچوں بھائیوں میں سب سے بڑے، حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمتہ السلام کے چہیتے مرید اور گاؤں کے سب سے متمول وباوقار شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ بڑے ہی خوش مزاج اور مہمان نواز تھے۔

ایک مرتبہ حضور مفسر اعظم ہند آپکے مہمان تھے کسی نے شکایت کی کہ حضور آپ جسکے مہمان ہیں انہوں نے مدرسہ عزیزیہ پوپری (دیوبندی مکتبۂ فکر کا ایک مدرسہ) کو اس سال رمضان شریف کے موقع پر دو روپیہ چندہ دیا ہے کیا یہ انکے لئے درست ہوا؟ حضرت نے اسی وقت صاحبِ خانہ کو بلایا اور دریافت فرمایا کیا یہ بات صحیح ہے یا الزام ہے؟ انہوں نے کہا حضور! وہ لوگ یہاں چندہ کیلئے آتے ہی نہیں اس مرتبہ ایک طالب علم آگیا تو میں نے دو روپیہ دیکر ٹال دیا۔ حضرت یہ سنتے ہی جلال میں آگئے اور فرمایا

گماشتہ صاحب آپ حضور حجۃ الاسلام کے مخلص مرید ہیں۔ اگر میرے مرید ہوتے تو میں آپکو سخت سزا دیتا۔ کیونکہ آپنے ایک ایسے ادارہ کی مدد کی جو گستاخوں کا ادارہ ہے اور آپکے پیسوں سے ان لوگوں کی نشوونما ہوگی جو گستاخوں کا ساتھ دیں گے یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوگا بلکہ مسلسل چلتا رہے گا۔ تو گویا مسلسل وبال کو آپنے پیسے دیکر خریدا ہے۔ اب اس سے نجات حاصل کرنے کی صورت یہ ہے کہ آپ خلوص دل کے ساتھ توبہ کریں کہ دوبارہ ایسا نہیں کریں گے اور ایک ایک روپیہ کے بدلے ستر ستر روپئے کسی ایسے سنی مدرسہ کو دیجیئے جہاں غربا، یتامیٰ اور مساکین طلبا پڑھ رہے ہوں۔ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰت۔

اسی طرح ایکبار حضرت مسجد کی صحن میں اپنی تسبیح لیئے ٹہل رہے تھے کہ میں (راقم الحروف) باہر سے آیا دروازہ سے باہر جوتا نکالا اور مسجد میں اس طرح داخل ہوا کہ دروازہ کے اندر بایاں قدم رکھا اور مسجد کی صحن پر داہنا قدم۔ یعنی اس مسجد میں دروازہ اور صحن کے درمیان وضو کرنے کی جگہ تھی تو میں نے سوچا کہ مسجد کی ابتدا صحن سے ہے۔ لہٰذا مسجد میں داہنا قدم پہلے پڑنا چاہیئے اور دروازہ کا خیال نہیں کیا۔ حضرت نے دیکھا اور فرمایا پھر سے باہر جاؤ اور دوبارہ مسجد میں داخل ہو۔ حسب سابق میں دوبارہ داخل ہوا۔ حضرت نے فرمایا پھر باہر جاؤ اور سہ بارہ آؤ۔ اس بار بھی میں نے پہلے ہی کی طرح کیا۔ تو حضرت نے قریب میں بلایا اور فرمایا اگر اعلیٰ حضرت نے اس طرح تمہیں مسجد میں آتے ہوئے دیکھا ہوتا تو برہم ہوتے۔ تمہیں معلوم نہیں کہ داہنا قدم پہلے رکھنا چاہیئے۔ میں نے عرض کیا حضور! میں نے تو مسجد میں پہلے داہنا ہی قدم رکھا ہے۔ تو فرمایا اچھا تو آپنے دروازۂ مسجد میں قدم رکھ کر دعا نہیں پڑھی۔ میں نے عرض کیا حضور پڑھی ہے۔ تو آپنے فرمایا پہلے داہنا قدم رکھا جاتا ہے۔ پھر دعا پڑھی جاتی ہے اور دعا دروازۂ مسجد میں داخل ہونے کے بعد ہی پڑھی جاتی ہے۔

ہاں یہ ادب ہے کہ مسجد کے ہر ایک حصہ میں پہلے دایاں قدم رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اچھی سمجھ دے۔

اس قسم کے سیکڑوں واقعات و مشاہدات ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ مریدوں یا شاگردوں سے برگشتہ خاطر نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ شفقت و محبت کے ساتھ اسے ہر ممکن طریقے سے سمجھانے کی کوشش فرماتے تھے یہی حال تقریر و تفہیم کا بھی تھا کہ اپنا مدعا رعب داب کیساتھ سامعین کے ذہنوں میں اتارنے کی سعی کبھی نہیں کرتے بلکہ دلائل و براہین کی قوتِ جاذبہ کے ساتھ پیار و محبت کے نرم لہجہ سے دلوں کے نہاں خانوں کے اندر اتار دیا کرتے تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ علماء اور غیر علماء سبھی آپ سے مانوس رہا کرتے تھے۔

سراپائے جمال

"حیاتِ مفسرِ اعظم" کی پہلی اشاعت میں یہ عنوان پہلا عنوان تھا لیکن اس اشاعت میں میں نے اسے حذف کر دینے کا ارادہ کر لیا تھا، پھر جب بعض احباب نے مسودہ دیکھا تو مصر ہوئے کہ "سراپا" بھی ہونا چاہئے کہ جن لوگوں نے حضرت کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے وہ تحریری پیرہن ہی میں زیارت سے مشرف ہو جائیں۔ لہٰذا ان کے حکموں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا ہی پڑا۔

قد مبارک:۔ لمبائی کے ساتھ جسامت نہایت خوبصورت و خوش قامت سو پچاس انسانوں کے مجمع میں آپکی لمبائی دور سے نمایاں ہوتی تھی۔

پیشانی:۔ پیشانی روشن و تابناک اور کشادگی میں آدھے سر تک پھیلی گویا سِیمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ کی واضح تفسیر۔ یا

بالائے سرش زہوشمندی :: می تافت ستارۂ بلندی ..... کی چمک

زلفیں:۔ سنیتِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی میں زلفیں

ہمیشہ کانوں کے اوپر یا کانوں کی لوتک، جب لو سے نیچے زلفیں آتیں تو آپ فوراً ترشوا دیتے۔

عمامہ:۔ کبھی سفید اور کبھی بادامی رنگ کا عمامہ جس کے نیچے ہمیشہ ٹوپی ہوتی عمامہ کا شملہ آدھی پیٹھ تک پیٹھ کی جانب ہوتا۔ کبھی کبھی صرف کامدار ٹوپی استعمال فرماتے۔

چہرہ:۔ وجیہ و پُرجمال اور نہایت پرکشش گول چہرہ جس پر حلقہ دار سفید گھنی ڈاڑھی جو طول و عرض میں ایک مشت سے کچھ زائد تھی، بھویں بالوں سے پُر آنکھیں بڑی اور سیاہ، پلکیں موٹی جس میں ملبے بال، رخسار روشن و سرخ، ناک بڑی اور کھڑی، ہونٹ متوسط، دانت ناہموار مگر صاف ستھرے، زبان پُرگوشت منہ کشادہ، ہونٹوں پر ہر دم جنبش، چہرے پر مسکراہٹ، کان بڑے اور لویں لٹکی ہوئیں، لووں میں خون کا ایسا انجماد کہ گویا عقیق یمنی کے کنڈل پڑے ہوں مجموعی طور پر چہرہ اس قدر حسین و جمیل کہ ہزاروں میں ممتاز نظر آتے۔

جسامت:۔ گردن پُرگوشت سرخ و سفید ملاحت آفریں جاذب نظر۔ سینہ بہت ہی کشادہ اور ابھرا ہوا، پورے سینے پر ہلکے بال، پیٹھ مستطیل پُرگوشت دونوں شانوں پر بال کے گچھے، بازو مضبوط اور گوشت سے بھرے ہوئے، ہاتھ اور ہاتھ کی انگلیاں لابنی، کلائیوں اور انگلیوں کی پشت پر بڑے بڑے بال۔ ہتھیلیاں پُرگوشت مگر لکیریں بہت روشن، پنڈلیاں لمبی اور بالوں سے ڈھکی ہوئیں۔ پاؤں جسم کے اعتبار سے متوسط، تلوے پُرگوشت، انگلیاں لمبی اور ملی ہوئیں۔ یعنی آپکا پورا سراپا "وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ" کی چلتی پھرتی نورانی تفسیر۔ یا یوں کہیے کہ

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم :: کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جاست

یا بقول علامہ خوشتر کے۔ اپنے آباء و اجداد کی طرح متانت و سنجیدگی کا پیکر

لطف وکرم کا مجسمہ، اخلاق حسنہ کا نمونہ، صبر وشکر اور رضائے الٰہی کا مرقع، ہر گھڑی عشق رسول اور محبت رسول صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دریائے رحمت میں مستغرق کڑی سے کڑی آزمائش وابتلاء کی گھڑی میں بھی شکر کے کلمات کا ورد، ہزل وتمسخر سے دور ونفور، بنہایت دلیر، جری اور غیور۔ ؎

لاؤں کہاں سے ایسا کہ تجھ سا کہوں جسے

یہ سراپائے جمال اس شخصیت کا ہے، جس کی گفتگو میں جادو، بیان میں حلاوت، کلام میں لطافت، لباس میں نظافت اور استقامت علی الدین کے ساتھ ساتھ خرق وکرامت کا مجموعہ تھا۔ جس نے ہندوستان کے اس علمی خانوادے میں جنم لیا جس کے احسانات پورے عالم سنیت پر ہیں، جس نے ایسے علمی وادبی اور فکری ماحول میں آنکھیں کھولیں جس ماحول نے لاکھوں گم گشتگانِ راہ کو منزلِ ہدایت سے ہمکنار کیا، جس کو علم وفضل زہد وتقویٰ، شریعت وطریقت، خشیت الٰہی عزوجل اور محبت رسول علیہ الصلوٰۃ السلام نے پروان چڑھایا۔

ہاں یہ وہی شخصیت ہے جسکے جد امجد اعلیٰحضرت محسن سنیت، بانیٔ سلسلۂ رضویت حامیٔ دین وملت، ماحیٔ کفر وبد مذہبیت، ناشر علوم شریعت وطریقت، کاشف اسرار معرفت وحقیقت، آیَۃٌ مِّنْ اٰیَاتِ اللہِ عَزَّوَجَلَّ، مُعْجِزَۃٌ مِّنْ مُّعْجِزَاتِ رَسُوْلِ اللہِ (صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم)، حضرت امام احمد رضا مجدد اعظم ہیں۔ جس کے والد ماجد مرشد الانام، حُجَّۃُ الاسلام، امام العُلماءِ الاَعلام، شیخ الاکابِرِ ذِی الکرام، امام ابن امام حضرت علّامہ الحاج شاہ حامد رضا خان الملقب بہ حجۃ الاسلام ہیں۔

جسکے عم محترم اور خسر معظم مفتی اعظم، شبیہ غوث اعظم، وارث مجدد اعظم، مرجع العلماء، شیخ العُرفاء، سَنَدُ الاذکیاء، محبوبُ الاولیاء، قطبُ الاَصفیاء، حضرت علّامہ الحاج شاہ مصطفےٰ رضا خاں الملقب بہ مفتی اعظم ہیں اور خود بفضلہٖ تبارک وتعالیٰ، وبکرم حبیبہ

الاعلیٰ، قمر العارفین، نجم السالکین، مفسرِ اعظم، محدثِ اعلم، گل گلزار قادریت، مبلغ اسلام وسنیت، ناشر سلسلۂ برکاتیت ورضویت، لسانِ اعلیحضرت، کے القابات وخطابات سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔ رضی اللہ تبارک وتعالیٰ عنہم اجمعین۔

عادات کریمہ

آپ اپنے عاداتِ کریمہ کے اعتبار سے اسلاف کرام کا کامل نمونہ اور اخلاف کیلئے مقتدا ورہنما تھے۔ کیونکہ آپ نے اپنی پاکیزہ زندگی کو اس سانچہ میں بچپنے ہی سے ڈھالا تھا۔ جس میں ڈھل جانے کے بعد مردِ مومن تنہا نہیں بلکہ میر کارواں اور شمعِ انجمن بن جاتا ہے۔ جس کا اٹھنا بیٹھنا چلنا پھرنا، کھانا پینا، یہاں تک کہ گفتگو اور خاموشی اہل دنیا اور مصاحبین کو صلاح وفلاح کی دعوتیں دیتی رہتی ہیں۔ خاص کر جس کی عادتیں اتباعِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ انکی عادتیں بھی روحِ عبادت بن جاتی ہیں۔ حضور مفسر اعظم کی عادتیں انہیں سانچوں میں ڈھل چکی تھیں جنہیں ہم بے خوف لَوْمَۃَ لَائِم عبادتوں سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

زلفوں میں کنگھا کرنا

حضرت کی ریش مبارک اور زلفوں کے بال بڑے تھے، لیکن آپ کنگھی کے محتاج نہیں تھے۔ آپکی عادت تھی کہ سفر وحضر میں ایک دن کے بعد غسل فرماتے۔ سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں ہلکا تیل لگا کر کنگھا کر لیا کرتے۔ اور فرماتے مردوں کو زیب وزینت کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے یہ عورتوں کا کام ہے ہاں ایک دن یا دو دنوں کے بعد کنگھا کر لینا چاہئے تاکہ سنت کریمہ پر عمل کرنے کا ثواب مل جائے۔

ترمذی شریف میں ایسی حدیثیں موجود ہیں جن میں سید عالم صلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے روزانہ کنگھا کرنے سے مردوں کو منع فرمایا ہے۔ پھر کبھی حدیث پاک کے الفاظ مبارکہ سناتے نَہٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عَنِ التَّرَجُّلِ اِلَّا غِبًّا (رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کنگھا کرنے سے منع فرماتے تھے مگر ناغہ کیسا)،

کرتا پاجامہ عموماً پنجابی کٹینگ کا ڈھیلا ڈھالا کرتا پاجامہ استعمال فرماتے احیاناً ہلکا بادامی کلر اور اکثر سفید نن سوت یا چیکین کا کرتا رونال، عمامہ استعمال کر کے اپنی فرحت و خوشی کا اظہار فرماتے اور کہتے ہمارے آقا و مولیٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کو سفید کلر کے کپڑے بہت پسند تھے اور بحمدہ تعالےٰ مجھے بھی طبعی طور پر پسند ہیں۔ ہمارے آقا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلْبِسُوا الْبِیَاضَ فَاِنَّھَا اَطْھَرُ وَاَطْیَبُ "کہ سفید کپڑے استعمال کرو کیوں کہ اس میں زیادہ نظافت و پاکیزگی ہے۔"

کھانا پینا کھانے میں روٹی، سادہ چاول، بھنا ہوا گوشت، کدو، بھنڈی گوبھی اور ساگ وغیرہ زیادہ پسند فرماتے تھے، کبھی کبھی بریانی اور زردہ وغیرہ بھی استعمال فرمالیتے، میٹھا چاول اور حلوے وغیرہ کی بھی چاہت ہوتی عموماً کھانے کی ابتدا نمکین چیز سے فرماتے اور اخیر میں بھی نمک چکھ لیا کرتے۔

کھانے پینے کے متعلق فرمائش کرنا عیب سمجھتے تھے جو چیزیں دستر خوان پر آجاتیں بہت چاہت اور شوق سے تناول فرماتے، جو چیزیں زیادہ مرغوب ہوتیں اسے کم استعمال کرتے یا اخیر میں استعمال کرتے تھے۔ میزبان کیلئے اس بات کا پتہ لگانا بہت مشکل ہوتا کہ حضرت کو کیا چیز مرغوب ہے اور کیا چیز نہیں۔

کھانے پینے کے معاملہ میں میزبان کے گھریلو حالات کا خیال رکھتے، اگر کوئی میزبان تکلف سے کام لیتا۔ تو حکمتِ عملی کے ساتھ اس کے لئے آسانیاں مہیا فرماتے۔ مثلاً ایک مرتبہ فرہدواد (نیپال) نامی ایک گاؤں میں تشریف لے گئے آپکے ساتھ درجنوں مریدین و معتقدین تھے ایک کاشتکار کے مہمان ہوتے، اس نے وسعت سے بڑھ کر اپنی میزبانی کا حق ادا کیا۔ دوسرے دن حضرت نے میزبان کو بلایا اور فرمایا آج میں اپنی پسند کا کھانا کھاؤں گا اور یہ اخلاقی تقاضہ ہے

کہ آپ مہمان کی پسند کے مطابق اسکے کھانے کا انتظام کریں۔ وہ بیچارہ کاشتکار دیہاتی سوچ میں پڑ گیا کہ حضرت تو شہر کے رہنے والے ہیں معلوم نہیں حضرت کی فرمائش کے مطابق اشیاءِ خورد و نوش اس دیہات میں دستیاب بھی ہوں گے یا نہیں ؟ اس نے عرض کیا حضور فرمایئے کوشش کروں گا۔

حضرت نے فرمایا آج میں مکّا (مکئی) کی روٹی اور ہری مرچ کی چٹنی کھاؤں گا اور یہی انتظام میرے تمام ساتھیوں کیلئے بھی ہوگا۔ آپ کی اس عجیب و غریب فرمائش کو سن کر سارے لوگ ہنسنے لگے اور میزبان عرض کرنے لگا حضور! اس فرمائش کا پورا کرنا تو بہت مشکل ہے کیونکہ اس میں ہمارے گاؤں کی سبکی اور بدنامی ہے آپنے فرمایا یہ میری فرمائش ہے بدنامی کا کوئی سوال ہی نہیں ہے۔ میزبان نے عرض کیا حضور! ٹھیک ہے لیکن میری بھی ایک عرضی قبول کرلی جائے کہ روٹی چٹنی کے ساتھ ساتھ بکرے کا گوشت بھی ہوگا اس لئے کہ حضور ہی کے ایک مرید نے بکرا پیش کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا تمہاری عرضی قبول ہے مگر اس پر کچھ بھی اضافہ مت کرنا۔

کھانا تناول فرمانے کیلئے جب آپ دسترخوان پر بیٹھے تو دیکھا کہ بعض متموّل خان صاحبان موٹی موٹی روٹیوں کو الٹ پھیر کر کے دیکھ رہے ہیں تو آپنے خشمگیں نگاہوں سے اپنے ان ساتھیوں کی طرف دیکھا اور فرمایا مکّا کی روٹی کس قدر میٹھی ہوتی ہے آپ لوگ صرف روٹیوں کو دیکھتے ہیں بڑی بڑی بوٹیاں نظر نہیں آتیں ؟ ہمارے آقا سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کسی کھانے کو عیب کی نگاہ سے ملاحظہ نہیں فرماتے اور یہ کھانا تو میری فرمائش کے مطابق ہے۔ حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ مَا عَابَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ۔ کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی کھانے کو عیب نہیں لگایا۔

پھر بکرے کا گوشت آپ لوگوں کے سامنے موجود ہے وہ ہمارے آقا و مولیٰ

صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بے حد پسند تھا۔ لیکن پسند ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ دستر خوان کے دوسرے کھانے پڑے رہ جائیں اور صرف گوشت سے پیٹ بھر لیا جائے۔ مسلمان کھانے کا حریص نہیں ہوتا اُسکا کھانا تو اسلام کی خدمت اور اعانت علی العبادۃ کیلئے ہوتا ہے، کھانا ضرور کھانا چاہئے لیکن رنگ برنگے اور پُر تکلف کھانوں کا رسیا نہیں ہو جائے۔ اس سے روحانیت فنا ہو جاتی ہے اور نفسانیت کو تقویت ملتی ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں،

اندرون از طعام خالی دار؛ تا دراں نور معرفت بینی

حضرت والا کی اس دستر خوانی نصیحت کا ایسا اثر لوگوں پر ہوا کہ جب تک وہ حضرات حضرت کے ہمراہ وہم سفر رہے کبھی کسی فرمائش کی جرأت نہیں کر سکے۔ اسی میزبان سے متعلق یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ نمازِ مغرب کے بعد کئی چائے دانی میں چائے لیکر آئے، حضرت کے خادموں میں سے جناب مجیب الرحمٰن خان صاحب بہیا دی نے اہلِ خانہ سے کہا پہلے میں چکھ لوں پھر حضرت کی خدمت میں پیش کرنا۔ چنانچہ بھائی مجیب الرحمٰن نے جیسی ہی چائے کی چسکی لی ویسے ہی ان کے چہرہ کا جغرافیہ بدل گیا۔ ان کے سپاہیانہ رعب و داب سے لوگ یوں بھی ڈر جاتے تھے اور چائے کی بدمزگی نے انہیں آگ بگولہ بنا دیا تھا۔ کانپتے ہوئے میزبان سے کہا بھائی گوشت کے تمام مصالحے (لونگ، الائچی، دارچینی، نمک، تیز پتہ) اس چائے میں موجود ہیں صرف مرچ کی کمی ہے، پہلے مرچ ڈال دو پھر حضرت کو پیش کرو۔ سپاہی صاحب کی آواز بلند ہوئی تو حضرت اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے اور فرمایا لاؤ میں دیکھتا ہوں کیا ہے۔ میزبان بھائی منصور نے ڈرتے ڈرتے آدھی کپ چائے پیش کی۔ جب تک تمام ہمراہی وہمسفر جمع ہو چکے تھے۔ حضرت نے چکھتے چکھتے پوری چائے ختم کر دی اور فرمایا بہت لذیذ اور عمدہ چائے ہے ایک کپ اور دو۔ آپ نے جیسے ہی اپنی پسندیدگی کا اظہار

فرمایا سارے لوگ چائے پر ٹوٹ پڑے اور خوب چاؤ سے پوری چائے دانی صاف کر ڈالی۔

مشروبات میں گرم چائے اور ٹھنڈا پانی آپ کو بہت پسند تھا، سفر ہو یا حضر ہر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ان دونوں چیزوں کا مطالبہ فرماتے رہتے تھے۔ سفر میں گرم چائے کیلئے بڑا سا تھرمس اور ٹھنڈے پانی کیلئے صراحی ساتھ ہوا کرتی۔ بازاری مشروبات سے گریز فرماتے تھے، ہاں اگر خوب ٹھنڈا شربت مل جاتا تو اسے نوش فرمالیتے۔ ناریل کا پانی بھی برف رکھ کر استعمال کرتے تھے۔

سبزیوں میں کدو اور ساگ بے حد پسند تھا، اگر گوشت اور کدو ساتھ پکا یا جاتا تو آپ اپنے سامنے پیالی میں سے کدو کو چمچہ یا انگلیوں سے نکال نکال کر اپنے پلیٹ میں رکھ لیتے اور گوشت کی دو ایک بوٹی اخیر میں تناول فرماتے۔ آپکے سامنے جب بھی کدو (لوکی) کا پیالہ آتا تو آپ حضرت سیدنا انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان فرماتے کہ ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کدو بہت زیادہ محبوب و مرغوب تھا۔ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعْجِبُہُ الدُّبَّاءُ۔

عِطر | اچھے قسم کی خوشبو بہت پسند کرتے تھے، اگر کوئی شخص آپکی خدمت میں عطر پیش کرتا تو اس سے پوچھتے اس میں انگریزی سینٹ (الکحل) تو نہیں ہے اگر وہ شخص نفی میں جواب دیتا تو آپ خوشی خوشی قبول فرمالیتے اور اسے اس مبارک دعا سے نوازتے ”عَطَّرَکَ اللّٰہُ تَعَالیٰ بعطرِ الحَبِیبِ فِی الدَّارین (اللہ تعالیٰ تمہیں محبت حبیب علیہ السّلام کی خوشبو سے دونوں جہان میں معطر فرمائے)، پھر اس عطر کی شیشی پر لگے ہوئے لیبل کو غور سے پڑھتے، جب آپکو یقین ہو جاتا کہ اس میں الکحل نہیں ہے تو اپنی بائیں ہتھیلی پر داہنے ہاتھ سے اس شیشی کو انڈیلتے

اور حسبِ ضرورت عطر لیکر دونوں ہتھیلیوں سے اچھی طرح مل فرماتے پھر اسے اپنی ڈاڑھی، سینہ اور بغلوں میں مل لیتے۔ عطر کی شیشی ہاتھ میں لینے کے بعد سے جسم پر ملنے تک مسلسل درود شریف اور یہ حدیث پڑھتے رہتے تھے۔ اِذَا اُعْطِیَ اَحَدُکُمُ الرَّیْحَانُ فَلَا یَرُدُّہٗ فَاِنَّہٗ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّۃِ۔ جس شخص کو ریحان (خوشبو) دیا جائے اسکو چاہیئے کہ انکار نہ کرے اسلیئے کہ اسکی اصل جنت سے نکلی ہے۔

گفتگو

آپ ہر کام اطمینان وسکون سے کرتے چاہے دیر ہی کیوں نہ ہو جائے۔ اسی طرح جب کسی سے محوِ گفتگو ہوتے تو ٹال مٹول کا انداز اختیار نہیں فرماتے نہایت اطمینان کے ساتھ باتیں کرتے آپ کا ہر جملہ ممتاز اور واضح ہوتا کہ سننے والے کے ذہن نشیں ہو جائے کبھی ایک ایک بات کو دوبارہ سہ بارہ فرما دیتے اور گرانی کا کوئی اثر چہرہ سے ظاہر نہیں ہوتا، یہاں تک کہ مجلس وعظ و تقریر میں بھی آپ کا یہی انداز رہتا تھا جس کا اظہار دیگر علماء کرام اکثر و بیشتر کیا کرتے تھے۔ حضرت اپنے شاگردوں سے فرمایا کرتے یا تو خاموش رہو کہ یہ سلامتی کا ذریعہ ہے اور اگر بولو تو پہلے اسے عقل و شرع کے ترازو میں تولو۔ اگر بولی کھری اترے تو ضرور بولو اور اس طرح بولو کہ مخاطب کے لوحِ دل و دماغ پر نقش کالحجر ہو جائے۔ اور اگر اس طرح بولنے پر قدرت نہ ہو تو بک بک کرنے سے خاموشی بہتر ہے۔ غالبًا حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے کہ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کبھی عام لوگوں کی طرح جلدی جلدی گفتگو نہیں فرماتے بلکہ آپ کی گفتگو اتنی صاف صاف ہوتی تھی کہ سننے والے حفظ کر لیتے تھے۔ کَانَ یَتَکَلَّمُ بِکَلَامٍ بَیِّنٍ فَصْلٍ یَحْفَظُہٗ مَنْ جَلَسَ اِلَیْہِ۔

خندہ پیشانی اور مسکراہٹ

غصہ کی حالت میں بھی آپکی پیشانی پر شکن نہیں آتا البتہ شرعی معاملات میں چہرہ

کا رنگ متغیر ہو جاتا جس سے حاضرین سمجھ جاتے کہ حضرت حالت غضب میں ہیں
پیشانی پر خندیدگی کے آثار اور لبوں پر مسکراہٹ آپ کی عادت تھی، یہاں تک کہ اگر
آپ کسی بدخواہ سے ملتے اور آپ جانتے ہوتے کہ یہ میرا بدخواہ ہے پھر بھی اس کے
ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے اور گفتگو میں کسی طرح ظاہر نہیں ہونے دیتے
کہ اس کی بدخواہی سے آپ آگاہ ہیں۔ ہاں اگر کسی کی بدمذہبیت ظاہر ہو جاتی تو آپ
نہ اسکے سلام کا جواب دیتے نہ اس سے مصافحہ فرماتے اور جب تک وہ بیٹھا رہتا
آپکے چہرہ سے نفرت کا اظہار ہوتا رہتا۔ دار العلوم کی سیڑھی پر مسکراتے ہوئے قدم
رکھتے ہر مدرس اور طلباء سے مسکراتے ہوئے سلام و مصافحہ کرتے۔ یہاں تک کہ
ملازمین سے بھی برابری کے انداز میں مسکراتے ہوئے مصافحہ فرماتے۔ خصوصًا درس
کے اوقات میں آپ مسکراتے رہتے۔ مسکرانے میں کبھی کبھی آپ کے دانت چمکنے
لگتے لیکن کھل کھلا کر ہنستے ہوئے ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ جب مسکراہٹ میں زیادتی
ہو جاتی تو آپ دستی رومال منہ پر رکھ لیتے۔ آپ فرماتے تھے زیادہ ہنسنے سے صرف
چہرہ کا حلیہ بگڑتا ہے بلکہ دل بھی پژمردہ ہو جاتا ہے، خاص کر علماء کو اس سے گریز
کرنا چاہیے کہ اس سے اسکی باتوں کا اثر بھی زائل ہوتا ہے اور یہ شمائل نبویہ کے
خلاف بھی ہے۔

آپکے جملہ عادات واطوار کو اگر یکجا کر کے دیکھئے اور پھر شمائل نبویہ علیٰ صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام کا مطالعہ کیجئے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے آپکو عادات نبویہ
کی پیروی کا ایسا خوگر بنا دیا تھا کہ وہ آپکی عادتِ ثانیہ بن چکی تھی اور بے تکلف
ان عادات کا صدور ہونے لگا تھا جنکی پیروی روحِ عبادت ہے۔ یا ایسا معلوم ہوتا
کہ اخلاق و عاداتِ نبوت کا آئینہ ہر وقت آپکے پیشِ نظر رہتا تھا جسکی پیروی و اتباع
کیلئے آپ بےچین و بے قرار رہتے تھے۔ اپنے مریدین ومخلصین کو ہمیشہ تاکید فرماتے

تھے کہ اتباعِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں اس قدر منہمک ہوجاؤ کہ وہ عمل عادت بن جائے، اس طرح تمہاری زندگی کا لمحہ لمحہ عبادت وطاعت میں شمار ہونے لگے گا۔

بعض کشف وکرامت

حضور سیدنا مفسرِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی تیئیس سالہ (۱۳۶۲ھ لغایت ۱۳۸۵ھ) تبلیغی زندگی بیشمار کشف وکرامات اور حیرت انگیز واقعات سے بھرپور رہی ہے۔ آپکی زندگی کے مختصر حالات جسکو قلمبند کرنے کی میں نے سعادت حاصل کی ہے اگر اس کو غور سے پڑھیئے تو ہر طرف کشف وکرامات کے لولو ولالہ بکھرے نظر آئیں گے، یہاں ان تمام باتوں کو جامۂ تحریر میں مقید کرنا مقصود نہیں بلکہ "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر بعض واقعات کی نشاندہی کافی ہے۔

(۱) مضافات کانپور "اوری" میں ایک مرتبہ ہندو مسلم فساد ہوا۔ جب فساد کی آگ ٹھنڈی ہوئی تو "اوری" سے چند اشخاص حضرت کی خدمت میں کانپور حاضر ہوئے۔ حضرت ان دنوں کنگھی محال میں قیام فرماتے تھے۔ ان لوگوں نے حضرت سے اوری چلنے پر اصرار کیا۔ حالات اب تک سازگار نہیں تھے پھر بھی حضرتؒ نے دعوت قبول فرمالی اور تاریخِ مقررہ پر اوری تشریف لے گئے وہاں کے ہائی اسکول میں جلسہ اور قیام کا انتظام ہوا کیونکہ مسلمانوں کے اکثر مکانات خاکستر ہو چکے تھے اور آبادی میں کوئی رونق بھی نہیں تھی۔

حسب معمول راقم الحروف کی مختصر تقریر کے بعد حضرت والا کی تقریر پر تنویر شروع ہوئی جو ڈھائی تین گھنٹوں تک ہوتی رہی صلوٰۃ وسلام کے بعد جب مجمع برخاست ہوگیا۔ تو چند سربرآوردہ لوگ حضرت سے ملنے کیلئے سکول ہی میں آئے بعض ان میں سکول کے ٹیچر تھے بعض متمول غیر مسلم تھے اور بعض نیتا قسم کے لوگ تھے

آپ نے سب سے رسمی طور پر گفتگو کی اور جانے کی اجازت دیدی مگر دو آدمیوں کو روک لیا۔ پھر ان سے فرمایا، اپنے ذاتی فائدہ کیلئے اتنے مسلمانوں اور ہندوؤں کا خون بہانا پھر اس پر پردہ ڈالنا انسانیت کے خلاف ہے تم تو اہنسا کے پجاری ہو تمہارے دھرم میں بھی بے وجہ کسی کا خون کرنا درست نہیں ہے۔ تم لوگوں نے سیاسی فائدے کیلئے جو کھیل کھیلا ہے وہ انتہائی گھنونا اور شرمناک ہے اگر تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ تمہار کرتوت کسی پر ظاہر نہ ہوں گے تو یہ تمہاری نادانی ہے، بندۂ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے، لہٰذا اس سے ڈرو۔

حضرت اپنی گفتگو کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے تھے اور آپ کے چہرہ سے جلال نمایاں تھا۔ اُدھر وہ دونوں زار وقطار رو رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا خیر جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ لیکن یاد رکھو کہ یہاں کے مسلمانوں کی ذمہ داری اب میں نے لے لی ہے تم اگر چاہو گے بھی تو اب ایک مسلمان کا بال بیکا نہیں ہوگا اور تم نیست ونابود ہو جاؤ گے۔ اتنا سننے کے بعد ان دونوں نے آپ کے قدموں کو تھام لیا اور عرض کرنے لگے۔ سرکار! ہم سے غلطی ہوئی ہم کو نہیں معلوم تھا کہ ایک معمولی سی چنگاری "اورئی" اور اسکے علاقہ کو تہس نہس کر ڈالے گی۔ ہماری غلطی معاف کی جائے اور ہمیں اپنے چرنوں میں پناہ دی جائے۔ حضرت نے فرمایا غلطی تو معاف ہو سکتی ہے لیکن، مسلمانوں کے نقصانات کی تلافی کون کرے گا؟ انہوں نے کہا حضور! ہم سے جہاں تک ہو سکے گا ہم مسلمانوں کی مدد کریں گے اور ان کو اپنا بھائی سمجھیں گے۔

حضرت والا نے انہیں جانے کی اجازت دیدی۔ وہ لوگ چلے گئے مگر ان میں سے ایک پندرہ بیس منٹ کے بعد ہی اپنی بیوی کے ساتھ دوبارہ آیا۔ حضرت نے فرمایا اب کیوں آئے ہو؟ اس نے عرض کیا سرکار! میرا دل مجھے ملامت کر رہا ہے میں اسی وقت آپ کے ہاتھوں پر مسلمان ہو گیا ہوتا مگر میں نے سوچا کر

شہر میں شور مچ جائے گا اس لئے خاموشی کے ساتھ میں چلا گیا اور اب اپنی بیوی کے ساتھ مسلمان ہونے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ اطمینان سے بیٹھ گئے دونوں کو اصنام پرستی سے توبہ کرائی۔ کلمہ شریف پڑھا کر داخلِ اسلام کیا پھر دیر تک نصیحتیں فرماتے رہے۔

صبح میں جب آپ کی روانگی کا وقت آیا تو شہر اور مضافات کے کافی مسلمان آپ کو رخصت کرنے کیلئے آئے آپ نے سب کو نصیحتیں کیں اور فرمایا دین پر قائم رہیئے نماز اور درود پاک کی کثرت کرتے رہیئے اللہ تعالیٰ نے کفر کی شوکت توڑ دی اور آپ لوگوں کو اپنے حفظ وامان میں لے لیا۔

(۲) اورئی سے ناشتہ کے بعد کانپور کیلئے روانہ ہوئے۔ اورئی اسٹیشن پر پہنچ کر میں نے دو ٹکٹ فرسٹ کلاس کا لیا اور ویٹنگ روم میں چلے گئے تھوڑی دیر کے بعد ایک تیز رفتار ٹرین کانپور کی طرف جانے والی آگئی، حضرت نے فرمایا۔ اس ٹرین کو چھوڑ دو۔ حالانکہ ٹکٹ اکسپریس ٹرین کا تھا۔ اب ہم لوگ دوسری ٹرین کا انتظار کرنے لگے۔ اسی درمیان میں نے پوچھ دیا حضور! اگر ہم لوگ بجائے فرسٹ کلاس کے سکنڈ یا تھرڈ کلاس میں سفر کریں تو پیسوں کا خرچ کم ہوگا اور داعی کیلئے سہولت ہوگی۔ آپ نے فرمایا تجویز تو ٹھیک ہے لیکن میں اپنے یا خادم کے ٹکٹ کا بار دعوت دینے والوں پر نہیں ڈالتا۔ بلکہ نذرانوں کیلئے بھی میری جانب سے کوئی مطالبہ نہیں ہوتا۔ تمہاری یہ سوچ کہ پیسے بچیں گے صحیح ہے مگر میں کیا کروں طبیعت شاہانہ پائی ہے سکنڈ کلاس یا تھرڈ کلاس میں ایسے مسافرین زیادہ سفر کرتے ہیں جو بیڑی سگریٹ پیتے ہیں، نسوار لیتے رہتے ہیں اور میں اس کی بو کو بالکل برداشت نہیں کر پاتا ہوں اور ان درجوں میں اسقدر شور وغل ہوتا رہتا ہے کہ یکسوئی کا کوئی سوال ہی نہیں اٹھتا۔ پھر بایں جبہ و دستار ان کلاسوں میں

سفر کرنے سے علماء دین کے لباس کی توہین کا ظن ہوتا ہے کیونکہ عوام کالانعام اسے تمسخر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں یہی سب وجوہات ہیں کہ میں ان درجوں میں سفر نہیں کرتا ہوں۔

تقریباً آدھ گھنٹہ کے بعد دوسری پسنجر ٹرین آئی جس میں ہم لوگ بیٹھ گئے دو اسٹیشن کے بعد وہ ٹرین رک گئی، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آگے جو اکسپریس ٹرین جارہی تھی وہ ایک گڈس ٹرین سے ٹکرا گئی ہے اس لئے جب تک لائن صاف نہیں ہوگی یہ ٹرین یہیں رُکی رہے گی۔ دو تین گھنٹوں کے بعد جب ٹرینوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور اگلے سٹیشن پر ہم لوگ پہنچے تو دیکھا کہ جس اکسپریس ٹرین کو چھوڑ دیا تھا وہ اپنے کئی ڈبوں کے ساتھ ریلوے لائن سے اتری ہوئی ہے جس میں فرسٹ کلاس کا ڈبہ بھی شامل تھا اور گڈس ٹرین کا سامان منتشر بکھرا پڑا ہے۔ حضرت نے استغفار پڑھتے ہوئے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل درود اسمِ اعظم کی برکتوں سے ہمیں ہلاک ہونے سے بچا لیا۔

(۳) آپ سے جتنی کرامتوں کا صدور و ظہور ہوتا آپ ان سب کو درود اسم اعظم کی برکت بتاتے اور یہ ممکن بھی ہے کیوں کہ آپ درود اسم اعظم کے عامل تھے اور اسکی برکتوں نے آپ کو صاحبِ کرامت بزرگ بنا دیا تھا۔ جس کا اظہار کبھی کبھی آپ خود بھی کیا کرتے تھے۔ ضلع ہوڑا (مغربی بنگال) کے شیب پور علاقہ میں ایک شخص کو شدت کا بخار آیا وہ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتا رہا لیکن بخار دن بدن بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ اس کے دماغ میں بخار سرایت کر گیا جب بخار کی شدت اکیسو آٹھ ڈگری تک پہنچ گئی تو ڈاکٹر نے جواب دیدیا۔ اس بیمار کے عزیز و اقارب اس کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ حضرت کے ایک جاں نثار مرید کے اشارہ پر بیمار کے گھر والے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منت و سماجت کرنے لگے۔ حضرت اسی وقت مریض

کے پاس پہنچے اس کا سارا جسم آگ کی طرح تپ رہا تھا۔ حضرت نے اس کے جسم پر ہاتھ رکھا اور درود اسم اعظم پڑھنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ مریض کے جسم کی گرمی تو کم ہو رہی ہے مگر حضرت کا جسم گرم ہوتا جا رہا ہے۔ تقریبًا ایک گھنٹہ تک یہ عمل جاری رہا اور اسی درمیان مریض بالکل بھلا چنگا ہو گیا لیکن آپکی کیفیت یہ ہو گئی کہ آپ بخار کی شدت سے لڑکھڑانے لگے تمام حاضرین، مرید و معتقدین آپ کی اس حالت کو دیکھ کر گھبرانے لگے اور ڈاکٹر کے بلانے کی تجویزیں ہونے لگیں آپنے وہیں بیٹھے بیٹھے سب کو تسلی دی اور فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ مجھے کچھ نہیں ہوگا۔ بخار کی شدت کے عالم میں آپ نے چائے نوش فرمائی پسینوں کی اتنی کثرت ہوئی گویا آپ ابھی غسل خانہ سے باہر آرہے ہیں، بنیائن وغیرہ سب تر بتر ہو گئی، کچھ دیر کے بعد آپ کی حالت پھر اعتدال پر آگئی جسے دیکھ کر حاضرین میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور سب نے نعرہائے تکبیر و رسالت بلند کی،

(۴) بریلی شریف خواجہ قطب میں ایک ادھیڑ عمر کے مریض کو لیکر کچھ لوگ حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور! ڈاکٹروں نے اسے ٹی. بی بتایا ہے یہ شخص بے حد پریشان ہے ویسے اسے کھانسی کی شکایت بہت دنوں سے ہے۔ حضرت نے فرمایا اسے ضِیْقُ النَّفَس (دمہ) کی شکایت ہے، اس کو مزار اعلیٰ حضرت پر لے چلو میں آتا ہوں اور درس کے بعد مزار اقدس کے بالائی حصہ میں کتب خانہ حامدی کے اندر اسے دیکھونگا بارہ بجے دن کے بعد حضرت عمارتِ مزار اعلیٰ حضرت کی چھت پر تشریف لائے اور ایک بڑا سا کعب منگوایا اور اسے راکھ سے بھروا دیا، پھر اسے مریض اور اپنے درمیان رکھا، آپ خود بائیں پہلو پر بیٹھ گئے اور بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک دیا۔ داہنا پہلو کھڑا رکھا اور داہنے ہاتھ سے مریض کی کلائی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ پھر درود اسم اعظم کا ورد شروع کیا جب آپکا پورا جسم کسی پھلدار شاخ کی طرح جھومنے لگا تو آپ پر کھانسی

کا غلبہ ہوا اور کف کی قے کرنی شروع کی، اِدھر آپ کو قے ہوتی رہی اُدھر اس مریض کے کثرتِ تنفس میں افاقہ ہوتا گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ یہ سلسلہ جاری رہا جب قے کا آنا بند ہو گیا اور کمزوری زیادہ لاحق ہو گئی تو آپنے مریض کا ہاتھ چھوڑ دیا اور فرمایا اسی چھت پر چہل قدمی کرو۔ وہیں ایک چارپائی پر سو گئے طلباء خدمت کا فیض اٹھانے لگے، تھوڑی دیر کے بعد آپ اٹھ بیٹھے مریض سے فرمایا جاؤ نہ تمہیں ٹی، بی ہے نہ دمہ تم بالکل اچھے ہو گئے مگر ہمیشہ نماز اور درود شریف کی پابندی کرتے رہنا۔ راقم الحروف نے عرض کیا حضور! یہ تو عجیب و غریب طریقۂ علاج ہے کیا ہم لوگ اس کام کو نہیں کر سکتے؟ حضرت نے فرمایا دوسروں کی مصیبتوں اور بیماریوں کو اپنے اوپر لینا بڑے دل گردے کا کام ہے جس کا متحمل ہر شخص نہیں ہو سکتا۔ پھر اس میں کبھی کبھی ناقابل برداشت اذیتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے جس کو تم تو برداشت کر لوگے لیکن تمہارے اہل و عیال برداشت نہیں کر پائیں گے اس لئے اس سے دور رہنا ہی تم لوگوں کیلئے بہتر ہے۔

ٹی، بی ایک ایسی بیماری ہے جو مریض کی جان لیکر ہی جاتی ہے اس کو انگلش میں ٹیوبرکولوسس اور اردو میں تپِ دق کہتے ہیں، موجودہ وقت میں بھی اسکا علاج مشکل ہے لیکن پچاس ساٹھ سال پہلے تو حکماء اور ڈاکٹر اسکے علاج سے عاجز تھے۔ دربھنگہ میڈیکل کالج کے پروفیسروں اور ہاسپیٹل کے ڈاکٹروں نے متفقہ طور پر جالہ ضلع دربھنگہ کے چودہ پندرہ سالہ نوجوان عبد الشکور (درزی) نامی کو ٹی، بی ڈیکلیئر کر دیا تھا اور انہی دنوں حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام اس علاقہ کا اصلاحی دورہ فرمارہے تھے۔ عبد الشکور مذکور کو اسکے والد محمد علی جان اور بھائی حافظ عبد الرؤف لیکر کمتول آبادی میں پہنچے جہاں حضور حجۃ الاسلام ایک شب کے لئے قیام فرما تھے۔ تمام ماجرا حضرت سے عرض کیا تو حضرت نے فرمایا میں اس لڑکے کا پیٹ دیکھوں جب کپڑا

ہٹایا گیا تو آپ نے اپنا لعاب اسکے پیٹ پر تھوک دیا اور فرمایا ڈاکٹروں نے غلط کہا ہے۔ اس کو ٹی۔ بی وغیرہ کچھ نہیں ہے لیجاؤ کسی علاج کی ضرورت نہیں ہے۔

بفضلہ تعالیٰ عبدالشکور صاحب کثیرالاولاد ہوئے پینسٹھ ستر سال تک زندہ رہے لیکن وہ بیماری لوٹ کر کبھی نہیں آئی۔ مذکورہ دونوں واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ مہلک اور لاعلاج بیماریوں کا علاج ان بزرگوں کی زبان میں تھا سچ فرمایا مولائے روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ؎

گفتہ او گفتۂ اللہ بود ؛ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(۵) حضرت ریحانِ ملت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ اپنے بچپنے کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں ایک ایسا شخص لایا گیا جس کے سر میں سخت درد تھا۔ اور اس سے ایسی سخت بدبو نکلتی تھی کہ بیٹھک کے تمام لوگوں نے اپنی ناکیں بند کرلیں۔ اتفاق سے اس وقت ابّو حضور (مفسّر اعظم ہند) وہیں اندرونِ حویلی تشریف فرما تھے۔ آپکو بیٹھک میں بلایا گیا۔ اور آپ نے اس کے سر کو پکڑ کر درود اسم اعظم کا ورد فرما یا۔ ابھی دو چار ہی منٹ ہوئے تھے کہ میں نے عرض کیا ابو حضور! یہ درود تو میں بھی پڑھ سکتا ہوں لائیے میں اس کے سر کو جھاڑ دیتا ہوں۔ حضرت نے خشمگیں نگاہوں سے مجھے دیکھا اور غصہ ہی میں فرمایا لے تو ہی یہ عمل کر،، اور خود وہاں سے ہٹ گئے۔ میں ابا کی نقل کرتا رہا اور اسی انداز میں درود اسم اعظم پڑھ پڑھ کر اسکے سر پہ دم کرتا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی شئے کے دھماکہ کے ساتھ پھٹنے کی آواز آئی جیسے کسی نے بڑا سا کوہرا،، زمین پر دے مارا ہو اور وہ پھٹ گیا ہو۔ باہر سے کسی کربناک چیخ کی آواز بھی سنائی پڑی اور ایسی بدبو پھیلی کہ اس کے تعفن سے دماغ پھٹنے لگا۔ اس کیفیت سے میرا دماغ چکرانے لگا اور میں بے ہوش ہوگیا لیکن اس شخص کے سر کا درد دیکھتے ہی دیکھتے کافور ہوگیا۔

اتنے ہی میں اندر سے ابو حضور تشریف لائے اور فرمایا اُسکی یہ حالت تو ہونی تھی بغیر منتر جانے سانپ کے بل میں ہاتھ دینے کا یہی نتیجہ ہوتا ہے، لیکن وہ خبیث جاتے جاتے بچہ پر وار کر گیا۔ پھر پانی منگوایا اس پر کچھ دم کیا اور میرے پورے جسم پر جھڑ کا چند منٹوں کے بعد میں پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ اس کے بعد حضور مفسر اعظم نے مزید فرمایا بہت بڑا خبیث تھا یہ بدبو اسی کی تھی میں باہر سے رحمانی (حضرت ریحانِ ملّت) کا دفاع کر رہا تھا ورنہ اس خبیث نے اس کا کام بھی تمام کر دیا ہوتا۔ درود اسم اعظم کی برکت نے اسے بچالیا اور خبیث کا کام تمام کر دیا۔

(۶) کانپور کے دورانِ قیام ایک عورت اور ایک مرد حاضر خدمت ہوا۔ اور عرض کرنے لگا حضور! حضور یہ عورت میری بہن ہے اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان سب کے خورد و نوش کا ذریعہ اور زندگی کا سہارا میرا بہنوئی تھا جو بے قصور خون کے مقدمہ میں ماخوذ ہو گیا ہے۔ اسکے خلاف ایسی گواہیاں گزر چکی ہیں کہ اب اسکی رہائی ناممکن نظر آتی ہے۔ لوگوں نے مجھے مشورہ دیا کہ حضور اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ کے پوتے تشریف لائے ہوئے ہیں اگر وہ چاہیں گے تو مقدمہ کا رخ پلٹ سکتے ہیں اسی لیئے میں حاضر خدمت ہوا ہوں کہ حضور اسکے شوہر کی رہائی کیلئے دعا فرمادیں حضرت نے فرمایا کیا واقعی وہ بے قصور ہے؟ اس شخص نے عرض کیا جی حضور وہ بالکل بے قصور ہے۔ معاندین نے اسے بے وجہ پھنسایا ہے۔ آپنے پوچھا کیا وہ سنی صحیح العقیدہ ہے؟ اس نے کہا ہاں حضور وہ سنی ہے اسکے آباء واجداد سب سنی تھے۔ تو آپنے ایک سفید کاغذ پر اپنے قلم سے درود اسم اعظم تحریر فرمایا، اور اس شخص سے کہا اپنی بہن کو کہو کہ اس درود شریف کو زبانی یاد کر لے۔ اور اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے کثرت کے ساتھ پڑھا کرے۔ پھر جب اپنے شوہر سے ملنے کیلئے جائے تو یہ پرزہ شوہر کو دیدے اور تاکید کر دے کہ وہ بھی اسکو کثرت

سے پڑھے اور اس پرزہ کو موڑکر اپنے داہنے بازو پر باندھ لے انشاء اللہ تعالےٰ حضور غوث پاک کے صدقہ میں وہ رہا ہو جائے گا۔

تقریباً دس دنوں کے بعد وہی لوگ ایک نئے چہرہ کے ساتھ مٹھائی نذرانے، اور پھولوں کا ہار لیکر دوبارہ حاضر خدمت ہوئے اور یہ خوشخبری سُنائی کہ آج ہی یہ بے داغ رہا کر دیا گیا ہے جبکہ اسکے دونوں ساتھیوں کو عمر قید بامشقت کی سزا سنائی گئی ہے۔ پھر وہ سب کے سب داخل سلسلہ ہوئے اور اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کرتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوتے۔ حضرت نے ان سبھوں کو بھی نماز اور کثرتِ درود کی تاکید فرمائی۔

(۷) "پوکھریرا" شمالی بہار کی وہ آبادی ہے جو عارف باللہ حضرت سیدنا داتا نور الحلیم شاہ کاشغری اور مجاہد حق پیر طریقت سیدنا شاہ حمد اللہ پشاوری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما کی روحانی وعرفانی فیاضیوں کی راجدھانی ہے جہاں سے عقائد حقہ، علوم دینیہ اور مسلکِ اعلیحضرت کی ترویج واشاعت مسلسل ہو رہی ہے۔ حضور حجۃ الاسلام علیہ رحمۃ السلام اپنے والد ماجد سیدنا امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیحضرت علیہ الرحمہ کے نائب مطلق اور جانشین کی حیثیت سے پہلی بار ۱۳۱۸ھ میں پوکھریرا تشریف لیگئے۔ شمس العلماء حضرت مولانا شاہ عبد الرحمن "محبّی"، اور فخر الاماثل مجمع الفیاض حضرت مولانا شاہ ولی الرحمن رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہما کے مہمانِ خصوصی ہوئے۔ اس کے بعد ہی سے پوکھریرا مذکورۃ الصدر دونوں بزرگوں کے علاوہ حامدی، رضوی علوم وعرفان کا بھی علاقائی دار السلطنت بن گیا۔

حضور مفسر اعظم ہند اکثر وبیشتر وہاں تشریف لے جاتے اور ہفتوں ہفتے قیام فرماتے، سہ روزہ عرس محبّی میں بلا ناغہ شرکت فرماتے اور اپنے آباؤ اجداد کے فیوض وبرکات کا باڑا بانٹتے۔ پوکھریرا اور اسکے قرب وجوار آبادیوں میں شاید ہی

کوئی ایسی آبادی ہو جہاں کے در و دیوار سے آپ کی کرامتیں وابستہ نہ ہو۔ پوکھریرا قیام کے دوران گرد و نواح کی آبادیوں میں محنت و مشقت اٹھا کر آپ تشریف لے جاتے اور عامۃ الناس کے عقائد و اعمال کی اصلاح فرماتے۔ عام لوگ راستوں کی دشواریوں کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہو جاتے مگر آپ کی بشاشت و خوش دلی میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ایک مرتبہ کُرہر محمد پور کے کچھ حلقہ بگوش حاضر ہوئے اور کُرہر چلنے پر اصرار کیا۔ حضرت نے انعقادِ محفل کے وعدہ پر دعوت قبول فرمالی۔ دوسرے دن بیل گاڑی کے ذریعہ پوکھریرا سے براہِ رائے پور، کُرہر محمد پور کیلئے روانہ ہوئے۔ چونکہ بیل گاڑی کے ارد گرد مریدین و معتقدین کا کافی مجمع تھا جو تکبیر کبریائی اور نعرہ رسالت کے ساتھ ساتھ مفسر اعظم زندہ باد کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ درمیانی آبادیوں کے بیشتر لوگ حضرت کی زیارت کیلئے راستے میں دو رویہ کھڑے ہوئے تھے۔ اور حضرت کی گاڑی سے درمیان سے گزر رہی تھی۔ عصر کی نماز رائے پور بازار پر ادا کی گئی۔ جہاں سے کُرہر محمد پور صرف تین چار میل کی دوری پر واقع ہے۔ رائے پور سے کافی لوگ واپس ہو گئے۔ بیل گاڑی پر حضرت کے علاوہ راقم الحروف اور مولوی عبدالوحید خان حامدی تھے۔ جب رائے پور آبادی سے سواری باہر نکلی تو شمال کی جانب سے گھنگھور گھٹائیں بلند ہونی شروع ہوئیں اور دیکھتے دیکھتے پورے آسمان پر چھا گئیں، بجلی کی چمک آنکھوں کو چکا چوند کر رہی تھی، حضرت محویت کے عالم میں آنکھ بند کئے ہوئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ پندرہ بیس آدمی جو پیدل چل رہے تھے بہت متفکر اور پریشان حال نظر آنے لگے۔ مولوی عبدالوحید خان صاحب کے پاس چھتری تھی جسے انہوں نے بلند کرنا چاہا تو حضرت نے ہاتھوں کے اشارے سے روک دیا۔ یہاں تک کہ پھوار کی شکل میں بارش کی ابتدا ہو گئی۔ حضرت نے سر اٹھایا آسمان کی طرف دیکھا اور

عرض کیا۔ اے رب محمد جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں تیرے حبیب علیہ السلام کی عظمت وشوکت کا جھنڈا بلند کرنے کیلئے در در کی خاک چھان رہا ہوں اور یہ کالے بادل میرا راستہ روکتے ہیں۔ پھر درود اسم اعظم " اَللّٰہُ رَبُّ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا نَحْنُ عِبَادُ مُحَمَّدٍ صَلّٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَا پڑھ کر انگشتِ شہادت پر دم کیا اور انگلی کو حرکت دیتے ہوئے آسمان کی طرف بلند کیا۔ منٹ گزرنے سے پہلے ایسا معلوم ہوا کہ بادل کے بیچوں بیچ سوراخ ہو گیا اور وہ پھیلنے لگا، درمیان کا بادل بالکل، چھٹ گیا چاروں طرف موسلا دھار بارش ہو رہی تھی کہ کثرتِ باران کی وجہ سے قریب قریب کی آبادیاں آنکھوں سے اوجھل ہوگئیں مگر جس راستے پر بیل گاڑی چل رہی تھی وہاں بارش کی ایک بوند بھی نہیں گر رہی تھی۔ اسی حال میں دو ڈھائی کیلومیٹر کا راستہ بیل گاڑی نے ہوتے ہوئے طے کیا مغرب کے وقت گرھر پہنچے، جس بیٹھک میں محفل کا انتظام کیا گیا تھا۔ جب سارے ساز و سامان کے ساتھ ہم لوگ اس میں پہنچ گئے تو بیل گاڑی پر بھی بارش ہونے لگی۔ نماز مغرب کے بعد محفل شروع ہوئی لیکن بارش کی وجہ سے قرب و جوار کے لوگ نہیں آسکے اس لئے حضرت کو مزید دوسرے دن بھی ٹھہرنا پڑا دوسرے دن کا جلسہ بھائی محمد شریف کے دروازہ پر ہوا حضرت کی تقریر انتہائی بافیض و کامیاب رہی۔ ان دونوں گاؤں میں حضرت کے چاہنے والوں کی کثرت تھی اور قرب و جوار میں بھی آپکا فیضان پہنچ چکا تھا۔

(۸) ایک شب کیلئے آپ علیم آباد اہیاری ضلع دربھنگہ تشریف لیگئے، کمتول ریلوے سٹیشن سے علیم آباد تک میلوں میل مسلسل غیر مسلموں کی آبادی ہے یہاں گوتم اور اہلا استھان ہونے کی وجہ سے غیر مسلم دھارمک رہنماؤں کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے وہاں کے باشندوں نے کبھی اسلامی عظیم رہنما کی زیارت ہی نہیں کی تھی۔ جب حضرت سٹیشن سے ٹائر گاڑی پر علیم آباد کیلئے روانہ ہوئے تو مسلمانوں سے زیادہ غیر

مسلم عوام آپ کو ایک نظر دیکھنے کیلئے بیتاب نظر آتی تھی۔ نعرۂ تکبیر و رسالت کی گونج میں آپ اپنی قیام گاہ تک پہنچ گئے۔ جب عصر کی نماز سے فارغ ہوکر مسجد کے باہر ایک کرسی پر جلوہ بار ہوئے تو سیکڑوں ہندو آپ کے ارد گرد ہاتھوں کو جوڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے.. ایسا مَنُش آج تک ہم لوگوں نے نہیں دیکھا تھا۔ یہ منش نہیں کوئی آکاشی ہے جو ہماری دھرتی پر آگیا ہے۔"

حضرت ان لوگوں کی میٹھی بھاشا سنتے اور زیر لب مسکراتے۔ بعد نماز مغرب مسجد کے سامنے ہی جلسہ کا انتظام ہوا، راقم الحروف کے علاوہ مولانا خلیل الرحمٰن اشرفی نانپوری کی تقریر ہوئی، پھر حضرت نے ناصحانہ وعظ فرمایا، جلسہ کے بعد اُسرا، اور اہیاری کے بعض معمر حضرات داخل سلسلہ ہوئے، دوسرے دن ناشتہ کے بعد روانگی کا وقت مقرر تھا۔ مگر نماز فجر کے بعد چائے نوشی کے درمیان فرمانے لگے میاں یہ کس کا مکان ہے جس میں تم نے مجھے ٹھہرایا ہے؟ راقم الحروف نے عرض کیا حضور عالی! یہ آپ ہی کے غلام کا غریب خانہ ہے۔" فرمایا مجھے تو اس مکان سے اٹھتے ہوئے انوار ولمعات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ یہ کسی اللہ والے کا مسکن ہے۔ اگر یہ مکان تمہارا نہیں ہوتا تو میں تمہیں مشورہ دیتا کہ اسکو خرید لو۔

راقم الحروف نے عرض کیا آگے کی حالت مجھے معلوم نہیں البتہ یہ روایت مجھ تک پہنچی ہے کہ جب یہ مکان بن رہا تھا تو اس وقت عارف باللہ حضرت حاجی نعمت شاہ صاحب عرف خاکی بابا رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے چند منٹ مسجد میں ٹھہرے پھر اس زمین پر آئے جہاں بنیاد کھودی جاچکی تھی۔ حضرت خاکی بابا نے مزدوروں سے پوچھا یہ کس کا مکان بن رہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ مکان مولانا حافظ محمد میاں جان صاحب کا ہے، تو حضرت خاکی بابا نے ایک بانس منگوایا اور اسے اپنے ہاتھوں سے چار ٹکڑے فرمایا اور اپنے سامنے مکان کے چاروں گوشوں میں

نصب کروادیا۔ ہو سکتا ہے حضرت خاکی بابا کی نظر کرم ہو جسکو آپ کی نگاہِ دور بین دیکھ رہی ہے۔ حضرت عالی نے پوچھا یہ حافظ محمد میاں صاحب کون ہیں؟ میں نے عرض کیا یہ ناچیز کے جدّ امجد تھے، حافظ جمّن صاحب بنارسی کے مدرسۃ الحفاظ سرائے ہڑہا بنارس میں حفظ مکمل کیا پھر فرنگی محل لکھنؤ تشریف لے گئے۔ حضرت مولانا محمد نور صاحب فرنگی محل کی شاگردی اختیار فرمائی کتب متوسطات تک وہیں پڑھا اور تکمیل سے پہلے وطن آگئے کئی مسلم سٹیٹ میں اتالیق کی حیثیت سے کام کیا، اخیر میں جانی پور سٹیٹ کے اتالیق مقرر ہوئے اخیر عمر تک وہاں کی مسجد کی امامت وخطابت بھی فرماتے رہے، وہ اپنے نام کے ساتھ "محمد میاں اشرفی لکھتے تھے لیکن میں یہ معلوم نہیں کرسکا کہ اشرفی خانوادہ میں وہ کس بزرگ کے ہاتھوں داخل سلسلہ تھے، میں نے انکی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ کہ وہ میری پیدائش سے پہلے ہی پردہ فرما چکے ہیں حضرت نے فرمایا ان کی قبر تو ہوگی، میں نے عرض کیا ہاں حضور قبر تو یہیں کے قبرستان میں ہے۔ لیکن قبر پر کوئی نشان نہ ہونے کی وجہ سے میں ان کی قبر کی نشاندہی نہیں کرسکتا ہوں۔ حضور مفسر اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا آج میرا سفر ملتوی رہے گا۔ ناشتہ کے بعد قبرستان چل کر فاتحہ پڑھوں، رات میں یہیں قیام کروں اور کل یہاں سے روانگی' میں نے اپنی قسمت پر ناز کرتے ہوئے حضرت کا شکریہ ادا کیا۔

حسب پروگرام آپ فاتحہ خوانی کیلئے قبرستان تشریف لے گئے۔ پھر مدرسہ ضیاء العلوم (راقم الحروف کا قائم کردہ) کا معائنہ فرمایا، معائنہ رجسٹر پر اپنے تاثرات کو قلم بند کیا۔ اور رات میں عم محترم حاجی محب الحسن عرف محب بابو کی دعوت قبول فرمائی۔ دوسری رات پھر جلسہ کا اہتمام ہوا جسمیں نسبتاً زیادہ لوگوں کا مجمع ہوا۔ حضرت اپنی تقریر سے خود بھی بہت زیادہ محظوظ ہوئے اور سامعین کو بھی محظوظ فرمایا۔ تیسرے دن جب حضرت روانہ ہوئے تو فقیر کے والد گرامی حضرت الحاج الحافظ عبد الاحد صاحب

مرحوم اور عم محترم حاجی محبُ الحسن صاحب مرحوم کی سرگردگی میں اہیاری، اُسرا اسلام پور، چہونٹا، بلہا اور کمتول وغیرہ آبادیوں کے سیکڑوں لوگوں نے الوداع کہا حضرت نے فرمایا میں آپ لوگوں کے یہاں آکر بہت محظوظ ہوا ہوں ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ آپ لوگوں کی محبت کو سلامت رکھے میں آپکو کیا دوں بس یہ دُعاء دیتا ہوں کہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ روضۂ رسول علیہ السَّلام کی زیارت اور حج کی سَعادت نصیب ہو ریاست نامی ایک معمر شخص نے عرض کیا حضور! میں نے بھی آپ کا دامن تھاما ہے میرے لئے بھی حج کی دعاء فرمادیں ۔ تو حضرت نے فرمایا عمر وفا کرے گی تب نہ حج کیجئے گا ۔ چاہیئے پنج وقتی نماز اور کثرتِ درود پاک کی پابندی کیجئے ۔

حضرت عالی کے فرمان و دعاء کے مطابق مذکورۃ الصدر دونوں حضرات کو ۱۹۷۲ء اور ۱۹۸۴ء میں حج و زیارت کی سَعادت نصیب ہوئی ۔ جبکہ تیسرا اس سعادت کے حاصل کرنے سے پہلے ہی خدا کو پیارا ہوگیا ۔ ع

لوحِ محفوظ ست پیش اولیاء

آنچہ محفوظ ست محفوظ از خطا!

(۹) ڈمرا ضلع سیتامڑھی میں آپ اپنے مریدوں کے یہاں تشریف فرما تھے ۔ رات دن حاجت مندوں کا میلہ سا لگا رہتا تھا ۔ ایک دن ڈمرا ہی کا رہنے والا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا حضور! میرا ایک ہی بیٹا تھا جو بہت محنتی اور ہونہار تھا پورے گھر کے خورد و نوش کی ذمہ داری اسی کے سَر تھی لیکن وہ سیتامڑھی شہر کے ایک مجذوب صفت آدمی کے چکر میں آگیا ہے ۔ اپنے بیگانوں سے بے پرواہ ہو گیا ہے ، اس کا دماغی توازن ایسا خراب ہوگیا ہے کہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ اپنوں کو پہچانتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت نے فرمایا کیا اس کی یہ حالت آپ لوگوں کو پسند نہیں ہے ؟ اس نے عرض کیا نہیں حضور ۔ میں تو اس آسرے پر حضرت کی خدمت میں

حاضر ہوا ہوں کہ آپ کرم فرمائیں گے۔ حضرت نے ایک بوتل پانی طلب فرمایا اور کچھ پڑھ کر اس میں دم کر دیا۔ پھر اس شخص کو حکم دیا کہ اس پانی کو ایک گھڑے پانی میں ملا دو۔ اور کسی ایسی جگہ بٹھا کر اسے نہلاؤ کہ مستعمل پانی کسی نالی میں نہ جائے بلکہ زمین ہی میں اسی جگہ جذب ہو جائے۔ انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ وہ پرانے حال پر لوٹ آئے گا۔

چنانچہ ترکیب کو عمل میں لاتے ہی وہ ٹھیک ہو گیا۔ اور اپنے کاروبار میں لگ گیا۔ جب حضرت ڈمراکچہری سے فتحپور بسہیا تشریف لے جا رہے تھے تو وہ مجذوب جس کا ذکر ڈمرا میں ہوا تھا۔ سدِّ راہ ہوا اور حضرت کو دیکھ کر بڑبڑانے لگا۔ حضرت سواری سے نیچے اترے اور اس کی طرف دیکھنا شروع کیا وہ بھی حضرت کو دیکھتا رہا چند منٹوں تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر وہ مجذوب تیزی کے ساتھ وہاں سے بھاگا...

(۱۰) اعلیحضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے خانوادے کا یہ معروف طریقہ رہا ہے کہ شب برأت آنے سے پہلے چودھویں شعبان کو وہ آپس میں اپنے عزیزوں بزرگوں اور قریبی رشتہ داروں سے معافی تلافی کے ساتھ ملتے ایک دوسرے سے معافی چاہتے اور دعا کی درخواست کرتے تھے تاکہ شب برأت میں پوری دلجمعی کیساتھ عباداتِ نافلہ میں مشغول ہو سکیں۔ اسی روایت کے مطابق حضور مفسر اعظم اپنی ننیا ساس (جو حضور مفتی اعظم کی ساس اور حضرت مولانا محمد رضا برادر اصغر اعلیٰ حضرت کی اہلیہ محترمہ تھیں) رحمۃ اللہ علیہا کی قدم بوسی کیلئے کرتولی تشریف لے گئے۔ کیونکہ عفیفہ محترمہ ان دنوں وہیں قیام پزیر تھیں اور یہ کرتولی وہی کرتولی ہے جو ضلع بدایوں میں واقع اور جہاں خاندانِ اعلیحضرت علیہ الرحمہ کی زمینداری تھی۔

حضرت جب عفیفہ محترمہ ننیا ساس صاحبہ سے معافی تلافی اور ان کی قدم بوسی کے بعد بریلی تشریف لائے تو اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا سے فرمایا۔ "اماں صاحبہ (ننیا ساس

صاحبہ کو اماں صاحبہ کہتے تھے) کی جس قدر خدمت ہو سکے کرلو کیونکہ اس سال کے بعد وہ بقید حیات نہیں رہیں گی۔ حالانکہ اس وقت اماں صاحبہ بھلی چنگی اور تندرست وتوانا تھیں۔ حضرت کی اہلیہ مکرمہ نے اس بات کو ہضم کرلیا، چونکہ تھے مہینہ یعنی ذی الحجہ میں حضرت کی ننیا ساس کا جب انتقال ہو گیا تو حضرت کی بڑی صاحبزادی صاحبہ نے اپنی نانی صاحبہ (حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی اہلیہ محترمہ) سے بتایا کہ ابا حضور نے تو شبرات ہی میں اسکی خبر امی محترمہ کو دیدی تھیں اگر آپ کو خبر نہیں ہوئی تو میں کیا کروں۔ یہ بات سُن کر حضور مفتی اعظم کی اہلیہ محترمہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہا بے چین ہو گئیں اور فرمانے لگیں کہ مجھے اسکی خبر کر دینی چاہئے تھی کہ مجھے ان کی خدمت کا مزید موقع مل گیا ہوتا۔

مولانا شبنم کمالی پوکھریری کی روایت سے معلوم ہوا کہ جس وقت اماں صاحبہ مذکورہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہا کا انتقال ہوا حضرت حج کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام فرما تھے اسی شب میں آپ نے خواب دیکھا کہ حضور مفتی اعظم کی اہلیہ محترمہ کی آنکھ میں زخم ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ان کی بڑی صاحبزادی (حضرت مفسر اعظم کی اہلیہ) بہت غمگین ومتاثر ہیں۔ صبح میں آپ نے خود ہی اپنے خواب کی تعبیر بیان فرمائی کہ "اماں صاحبہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور پسماندگان بہت سوگوار ہیں"، پھر اس کی اطلاع آپ نے بذریعہ خط اپنے گھر والوں کو دی۔

(۱۱) کلکتہ اور کانپور سے آپ بڑی خوبصورت خوبصورت چادریں خرید کر لاتے، ضرورت مند طلباء اور حاجت مندوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے، اگر کسی نے آپ کی چادر یا چھڑی یا تسبیح یا ٹوپی وغیرہ کی تعریف کر دی تو اسی وقت وہ چیز اسے دیدیا کرتے تھے۔ یونہی ایک بار سردی کے موسم میں آپ قیلولہ فرمارہے تھے۔ جسم پر ایک نیلی چادر تھی۔ اسی درمیان جناب افسر بدایونی کی والدہ ماجدہ خواجہ قطب والے مکان میں آئیں یہ محترمہ چونکہ آپ کے گھر میں اپنے بچپنے ہی سے آتی جاتی تھیں پھر حامدیہ بھی تھیں اسلئے حضرت اسے اپنی چھوٹی بہن سمجھتے تھے۔ اس نے آتے ہی کہا بھائی! یہ چادر

کہاں سے لائے بڑی خوبصورت ہے، حضرت نے اسی حال میں اپنے جسم سے چادر کھینچی اور اس محترمہ کو دیدی، افسر کی والدہ صاحبہ نے دعائیں دیں اور اس چادر کو بسم اللہ کہہ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں بطور تبرک لے لیا۔

اس کے بعد افسر کی والدہ نے اس چادر سے ایسے ایسے کام لئے جو عاملوں سے بھی یہ آسانی نہیں ہوسکتا ہے۔ مثلاً کسی پر سحر و آسیب کا غلبہ ہوتا یا جادو ٹونا کا اثر ہوجاتا تو اس چادر شریف کو صرف سر پر رکھدینے سے اثراتِ بد زائل ہوجاتے اور مسحور مریض اچھا ہوجاتا۔

ایک مرتبہ اُن محترمہ کی خود اپنی صاحبزادی پر آسیب کا اثر ہوگیا۔ محترمہ نے آسیب سے کہا تو میری بیٹی کو چھوڑ دے اور مجھے لگ جا۔ پھر ان کی بیٹی دیکھتے دیکھتے اچھی ہوگئی مگر خود ان کی حالت غیر ہوگئی، گھر کے سامانوں کو توڑنا پھوڑنا اور کپڑوں کو پھاڑنا شروع کیا۔ لوگ سخت پریشان ہوئے کہ اب اس کو کیسے اچھا کیا جائے۔ افسر کے ذہن میں بات آئی کہ کیوں نہ حضور مفتی اعظم کی چادر اسکے سر پر ڈالدی جائے۔ چنانچہ وہ چادر ڈال دی گئی۔ جیسے ہی چادر شریف سر پر پڑی وہ پُرسکون ہوگئی۔ اور وہ لوگوں سے پوچھنے لگی یہ کیا ہو رہا ہے لوگ یہاں کیوں مجمع لگائے ہوئے ہیں؟ گویا کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ (یہ روایت حضور مفتی اعظم کی صاحبزادی نے بیان فرمایا)

(۱۲) حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی نظر کرم اور توجہات سے کتنے گونگوں کو زبانیں ملیں، کتنے اندھوں کو آنکھوں کی روشنی عطا ہوئی۔ درد شقیقہ والوں کو درد سے نجات ملی، بیماروں کو صحتیابی نصیب ہوئی۔ اسکو شمار میں لانا مشکل ہے۔ انکے مریدین و معتقدین کے جس علاقے میں جایئے نئی نئی کرامتیں سنئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ کرامتوں کی چلتی پھرتی مشین تھے۔ اور کیوں نہ ہو کہ کرامتیں اگرچہ استقامت علی الدین کے مقابلہ میں کوئی اہم حیثیت نہیں رکھتی ہیں لیکن ان کا

صدور اہل ایمان کے ہاتھوں اسی لئے تو ہوتا ہے کہ انکی ولایت بندگانِ خدا کے سامنے ظاہر ہو جائے اور بندگانِ خدا اس سے دینی فائدہ اٹھائیں۔ وَکَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ لِتَظْهَرَ لَهٗ اَنَّهٗ وَلِیٌّ (عقائد نسفی)

آپ نے اپنی منظوم مناجات کے چند بیت قرضدار کو پڑھنے کیلئے بتایا تو اسکے پڑھنے سے قرض ادا ہو گیا۔ آپکے کرتولی گاؤں میں ٹڈی دل کا حملہ ہوا، کاشتکار لوگ بہت پریشان ہوئے تو آپ نے بچوں کو درود اسم اعظم پڑھ کر ہنکانے کیلئے کہا اور بچوں ہی نے ٹڈی دل لشکر کو بغیر کسی نقصان کے وہاں سے ہنکا دیا۔ ۔ ۔ ۔ مجھلی صاحبزادی کی آنکھوں پر کچھ پڑھ کر دم فرما دیا تو گئی ہوئی روشنی واپس آگئی چھوٹی صاحبزادی نے بعد وصال آپکی پیشانی کو بوسہ دیا تو ان کی دُکھتی ہوئی آنکھوں کا درد زائل ہو گیا۔ آپکے چوتھے صاحبزادے مولانا قمر رضا خانصاحب نے فرمایا۔ ایک مرتبہ رات کی تنہائی میں ابّا حضور تفسیر قرآن پاک کا مطالعہ فرما رہے تھے اور اسکے نکات کو قلمبند کر رہے تھے کہ کھڑکی سے ایک روشنی نظر آئی جس میں آگ کی لپٹ تھی وہ روشنی بار بار ظاہر ہوتی اور غائب ہو جاتی جیسے کوئی شریر آدمی ٹارچ کو جلا اور بجھا رہا ہو۔ دوسری رات کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا لیکن آپ اپنے کام میں مصروف تھے، ہاں کسی کسی وقت اس روشنی کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب پڑھنے لکھنے میں زیادہ خلل واقع ہونے لگا تو آپنے کتابیں بند کر دیں اور درود اسم اعظم پڑھتے ہوئے سو گئے۔ تیسری شب بھی ویسا ہی ہوا۔ آپ بیحد ناراض ہوئے کتابوں کو بند فرمایا اور یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے "کم بخت ابلیس لعین میرے تفسیری کاموں میں خلل ڈالنا چاہتا ہے اور مجھے ڈرانے کی کوشش کرتا ہے" پھر آپ اپنی عصا لیکر گھر سے باہر نکلے جہاں روشنی بغیر کسی آدمی کے موجود تھی آپنے اسکی جانب عصا سے اشارہ کیا، عصا کو ہلایا اور فرمایا "یہ ہے"۔ روشنی سے چیخ کی ایک آواز نکلی جیسے کوئی مار کھانے کے بعد روتا ہے۔ چند ہی سکنڈوں کے بعد وہ روشنی نظروں سے

دور ہوتی ہوئی نظر آئی یہاں تک کہ غائب ہوگئی۔ اسکے بعد پھر کبھی وہ روشنی نظر نہیں آئی۔

اس قسم کے درجنوں واقعات و کرامات آپ سے وابستہ ہیں اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو کراماتِ مفسرِ اعظم ہی پر مشتمل ایک ضخیم کتاب منظر عام پر آسکتی ہے۔ لیکن میں نے صرف گیارہ نمبروں میں بعض کرامات کا ذکر اس لئے کر دیا کہ کتاب ضخیم نہ ہونے پائے اور مطالعہ کنندگان کیلئے ملال کا سبب نہ بنے۔

حضور مفسرِ اعظم اور ذوقِ شعری

حضور مفسر اعظم کی پرورش و پرداخت اُس دینی ماحول میں ہوئی تھی جس کو کتاب و سنّت اور دلائل شریعت کی پُر شکوہ عمارتوں نے ہر چہار جانب سے گھیر رکھا تھا۔ جہاں سے شرعی عدالتوں کے احکام بے خوف لومۃ لائم اپنے اور پرائے کی تمیز کئے بغیر صادر ہوا کرتے تھے جہاں شرعی معاملات میں رعایت و مداہنت کا دور دور تک گذر نہیں تھا۔ جہاں قانون و اصول کی زبان استعمال کی جاتی تھی جس میں لوچ و نزاکت کو دخل نہیں ہوتا۔ لیکن اگر شعلہ و شبنم کا امتزاج دیکھنا ہو، گلاب کی ٹہنیوں میں لبِ گل کی نزاکت دیکھنی ہو اور اگر شجرِ اصُول میں محبت کا کھِلتا ہوا پھول دیکھنا ہو تو، خانوادۂ اعلیٰحضرت کا مطالعہ کیجئے کہ اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے جدِ امجد حضرت مولانا رضا علی خاں (عارف باللہ) کے زمانہ سے لیکر اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے پرپوتے حضرت علامہ الحاج شاہ اختر رضا خاں صاحب (تاج الاسلام) تک ہر ممتاز فرد محقق و فقیہہ ہونے کے ساتھ ساتھ شعر کے صنف نعت گوئی میں استاذ الشعراء نظر آئے گا۔

اس وراثتِ آبائی میں بھی حضور مفسر اعظم علیہ الرحمہ کو وافر حصہ ملا تھا۔ آپ نے شعر گوئی میں کسی کو اپنا استاذ نہیں بنایا۔ اور نہ کبھی کسی سے اصلاح لی۔ لیکن شرعی مشاعروں میں شرکت فرماتے اور راستے میں جتنے شعر کہہ لیتے وہ سنا دیا کرتے تھے۔ بریلی شریف

میں سب سے اہم ترین مشاعرہ کی محفل عرس اعلیحضرت میں ہوتی تھی جس میں زبان وبیان کی چاشنی ولطافت کے ساتھ ساتھ شرعی الفاظ ومعنیٰ کی پابندی لازم تھی اور بحمدہ تعالےٰ وہ محفلِ مشاعرہ اپنی قدیم نہج پر آج تک منعقد ہوتی آرہی ہے۔ حضور حجۃ الاسلام تو اس محفلِ مشاعرہ کے صدر الصدور رہی ہوتے تھے اور اساتذہ فن کی موجودگی میں سب سے اہم اور مرصع نعتیں سنایا کرتے تھے۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے بعد حضور مفسر اعظم اپنے والد ماجد کی ذمہ داری نبھانے لگے۔ اور حسب روایت آپ بھی اپنے کلام بلاغت نظام سے سامعین کو محظوظ فرماتے۔ لیکن نہ تو آپ نے کبھی اپنے کلام کو کسی بیاض میں نقل فرمایا اور نہ ہی کسی شاگرد یا مرید کو نقل کرنے کا حکم دیا۔ البتہ نجی نشستوں میں کبھی کبھی آپ اپنا کلام یا اعلیحضرت کا دو چار شعر سنا دیتے تھے۔

ہاں اپنے کلام میں سے مناجات وحمد الٰہی کے بعض اشعار کسی کسی حاجتمندوں کو لکھ دیا کرتے کہ اس کو پڑھو تو تمہارا قرض ادا ہو جائے گا، یا فلاں مقصد میں کامیابی ہو جائے گی یا تمہارا مرض جاتا رہے گا وغیرہ وغیرہ۔ آپ کی کہی ہوئی مناجات صرف مناجات نہیں بلکہ حمد و نعت ومنقبت سب کچھ ہے اس کے بچپن ساٹھ اشعار اُن بعض حضرات سے دستیاب ہوئے جن کو آپ نے بطور وظیفہ پڑھنے کیلئے دیا تھا۔ آپ کا تخلص کوثر تھا لیکن اس مناجات میں سے یہاں صرف چند شعروں کو بطور تبرک نقل کرتا ہوں۔ ویسے محب محترم ڈاکٹر عبد النعیم صاحب عزیزی نے اسکے باون اشعار کو نقل فرمایا ہے۔ کلام میں سادگی، روانی اور جذبات کی ترجمانی ملاحظہ کیجئے۔ بحر اول۔

سوا تیرے یارب مرا کون ہے — گنہ گار مجھ سا ترا کون ہے

تو مالک ہے معبودِ کون ومکاں — اطاعت میں تیری ہیں دونوں جہاں

سوا تیرے میں عرض کس سے کروں — میں بندہ ہوں تیرا گنہ گار ہوں

مرا مدعا تجھ کو معلوم ہے — کوئی شئے نہیں غیر مفہوم ہے

تو خالق ہے اے میرے پروردگار ۔ نہ کرنا مجھے تو ذلیل اور خوار!
گناہوں کے دریا میں ہوں غوطہ زن ۔ لگا دے کنارے مجھے ذوالمنن
مجھے در بدر یوں نہ یا ربّ پھرا ۔ بحق رسول اور آل عبا!
جب آویں مرے پاس منکر نکیر ۔ ترا رحم ہو وے مرے دستگیر
کہوں صاف اس دم بفرط خوشی ۔ کہ ہوں بندۂ حق غلامِ نبی
فزوں ہے سرِ تیغ سے بھی جو راہ ۔ بآسانی اس پر سے گزروں الٰہ
لقب جن کو بخشا ہے تو نے خدا ۔ شفیع الوریٰ احمد مجتبیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)
شفاعت سے اُنکی ہمیں شاد کر ۔ بہشتِ بریں میں پھر آباد کر

بحرِ ثانی۔

اے خطا پوش اے محیطِ عطا ۔ اے غفور اے سحابِ لطف و سخا
میں خطا کار ہوں کریم ہے تو ۔ میں گنہ گار ہوں رحیم ہے تو
مجھ کو تیری جناب سے نسبت ۔ ذرہ کو آفتاب سے نسبت
لیکن اس دل میں جلوہ گر ہے تو ۔ باعثِ فرحتِ جگر ہے تو
نور تیرا ہے میری آنکھوں میں ۔ جس طرح آفتاب ذروں میں
جسم فانی ہے روح تیری ہے ۔ بس یہی کائنات میری ہے
ذاتِ پاکِ رسول کا صدقہ ۔ اور زہرا بتول کا صدقہ
جنتی راشدین کا صدقہ ۔ صحب و تابعین کا صدقہ
شاہِ گلگوں قبا کے صدقہ میں ۔ تشنۂ کربلا کے صدقہ میں
حلق اصغر کے تیر کا صدقہ ۔ کربلا کے اسیر کا صدقہ
غوث پیرانِ پیر کا صدقہ ۔ حضرت دستگیر کا صدقہ
صدقہ منصور و شمس و سرمد کا ۔ صدقہ ہر عاشق محمد کا (صلی اللہ علیہ وسلم)

اپنے بندے کی التجا سن لے — سُن لے سن لے مری دعا سُن لے
قرض کا مجھ پہ بار ہے مولےٰ — دل مرا غم سے زار ہے مولیٰ
تیرے دربار میں جو جاتا ہے — ہاتھ خالی کبھی نہ آتا ہے
عزّتِ عقبیٰ کی مجھ کو دولت دے — اپنے محبوب کی محبّت دے
سب سے بڑھ کر مری یہی ہے دعا — میرے دشمن بھی خوش رہیں مولا
بھول جاؤں بھلائیاں اپنی — یاد آئیں برائیاں اپنی
جاں کنی کا الم نہ ہو مجھ کو! — اپنے مرنے کا غم نہ ہو مجھ کو
پھر دوبارہ جو پاکے جاں اٹھوں — حشر کے روز با ایمان اٹھوں
یادگار جہاں کلام رہے — مر کے کوثر کا یونہی نام رہے

تصانیف حضور مفسّر اعظم

آپ ہمیشہ مختلف موضوعات وعنوانات پر کچھ نہ کچھ لکھتے رہتے تھے۔ اکثر مضامین کا تعلق عظمتِ انبیاء علیہم السّلام، عظمتِ اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اصلاحِ عقائد، اصلاحِ اعمال، ردِّ وہابیّت اور امن وامان سے ہوتا تھا، جو ہر ماہ رسالہ "اعلیٰ حضرت" میں معارف القرآن، معارف الحدیث، ہفوات مودودی اور شذرات کے زیر عنوان شائع ہوتا رہتا تھا، اس کے علاوہ کچھ مستقل مضمون بھی آپ نے تحریر فرمایا جو کتابوں کی شکل میں طبع ہوا اسکی تعداد بھی درجنوں ہے۔ اس وقت جو کتابیں آپ کی دستیاب ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) تحفۂ حنفیہ (۲) الدرر السّنیہ (۳) نعمۃ اللہ (۴) حجۃ اللہ (۵) ذکر اللہ (۶) فضائل درود شریف (۷) تفسیر سورۂ بلد (۸) تشریح قصیدۂ نعمانیہ (۹) معارف القرآن (۱۰) زیارت قبور (۱۱) نور الصفا (۱۲) آیات متشابہات (۱۳) گلزار احادیث (۱۴) جہل نور رسالت (۱۵) اور رحمت اللہ وغیرہا۔

• تحفۂ حنفیہ حضرت مولانا اشرف علی گلشن آبادی کی ضخیم تصنیف ہے جو مذہب مہذب حنفی کی تائید اور معاندین کی تردید میں ہے۔ چونکہ یہ کتاب فارسی زبان میں تھی اس لئے عوام کی اصلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے آپنے اس کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا اور آپ ہی کے وقت میں یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آگئی۔

• الدرر السنیہ یہ معرکۃ الآرا کتاب حضرت علامہ مفتی احمد زین دحلان مکی کی ہے جو ردّ وہابیہ میں سیف الجبار کے طرز پر عربی زبان میں ہے۔ حضرت نے اس کتاب کا بھی سلیس اردو میں ترجمہ کیا اور چھاپ کر مفت تقسیم فرمایا۔

• نعمت اللہ، حجۃ اللہ، ذکر اللہ اور رحمت اللہ یہ چاروں رسالے اس باب میں ہیں کہ یہ سب اسماء حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اسماءِ صفاتی میں سے ہیں اور ان ناموں سے کیسی کیسی عظمتوں اور رفعتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ ان رسالوں میں منکرین عظمت انبیاء کا ردّ بلیغ بھی ہے۔

• فضائل درود شریف میں ایسی احادیث مبارکہ کو مختصر تشریحات کے ساتھ جمع فرمایا ہے جن میں درود پاک کے فضائل و برکات اور اسکے ثمرات بیان فرمائے گئے ہیں

• تفسیر سورۂ بلد، آیات متشابہات اور معارف القرآن میں تفسیری نکات اور بعض آیتوں کی ایسی تفسیر بیان فرمائی ہے جس سے عقائد اہلسنّت کی تائید اور عقائد وہابیہ دیابنہ کی تردید ہوتی ہے اور عظمتِ رسالت، رفعتِ نبوّت تو سطر سطر سے ظاہر و باہر ہے۔

• تشریح قصیدۂ نعمانیہ۔ حضور امام الائمہ، حبر الامہ امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ وہ قصیدۂ مبارکہ ہے جو بارگار رسالت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کی حاضری کے وقت آپنے عرض فرمایا تھا جس کا پہلا شعر اور پہلا عریضہ یہ ہے۔

یَاسَیِّدَ السَّادَاتِ جِئْتُكَ قَاصِدًا
اَرْجُوْ رِضَاكَ وَاَحْتَمِیْ بِحِمَاكَ

حضور مفسرِ اعظم نے اس قصیدۂ مبارکہ کے بعض شعروں کا ترجمہ اور تشریح بیان فرمایا ہے اور اسکا نام "ترجمہ قصیدۂ نعمانیہ" رکھا ہے۔

● زیارتِ قبور۔ میں آپنے زیارت قبور صلحاء، زیارتِ روضۂ اطہر، زیارتِ قبور والدین، قبور والدین کا بوسہ، اموات زائرین کو پہچانتی ہیں، استمداد از اولیا، حرمت وادبِ قبور مومنین، ارواح کا اپنے گھروں میں آنا، فضائلِ صدقات، ایصال ثواب برکات قبور صالحین، قبر پر اذان کہنا، قبر میں عہد نامہ اور شجرہ رکھنا، میت کے فرائض و واجبات کا فدیہ، وغیرہا عنوانات قائم فرماکر مختصر کتاب کو بہت ہی وقیع و مفید بنا دیا ہے۔

● نور الصّفا، اس کتاب کا پورا نام نور الصفا بعبدِ المصطفٰے ہے اصل میں کسی معترض نے حضور سیدنا محدّثِ اعظم ہند کچھوچھوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سوال کیا تھا کہ نَحنُ عِبادُ مُحَمَّدٍ کہنا یا اپنے آپ کو عبد المصطفٰے لکھنا شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟ آپنے اسکا جواب علمی انداز میں بہت ہی مسکت اور معلوماتی دیا تھا۔ لیکن معترض کے اندر چونکہ وہابیت کے جراثیم نے اپنی جگہ بنالی تھی۔ اس لئے اس نے اپنی فطرت کے مطابق اس جواب باصواب پر اعتراض کی بوچھار کر کے چھاپ دیا، جو حضور مفسرِ اعظم ہند کی نگاہوں سے بھی گزرا۔ آپنے اسی کی ہفوات وبکواس کے جواب میں یہ رسالہ تحریر فرمایا اور دلائل شرعیہ سے ثابت کیا کہ عبد کی اضافت و نسبت سرکار دو عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ صرف جائز بلکہ ذوقِ ایمان میں زیادتی کا سبب ہے اور اصل میں عبد اللہ ہونے کا لطفِ روحانی اسی کو حاصل ہوسکتا ہے جو پہلے غلامئ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام میں آجائے۔ اسی لئے ہمارے بزرگوں نے اپنے ناموں کے ساتھ عبد الرسول، عبد النبی، عبد المصطفٰے لکھا۔ ہمارے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں ؎

دیو کے بندوں سے ہم کو غرض کیا ؛ ہم ہیں عبد المصطفٰے پھر تجھکو کیا؟

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے ؛ یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا؛

● گلزار حدیث، اور جمیل انوار رسالت میں احادیث صحیحہ کا ترجمہ اور مختصر تشریحات ہیں۔ یہ کتابیں اس لئے لکھی گئیں کہ اردو خواں جو عربی میں چالیس حدیثوں کو زبانی یاد کر کے اس کے فضائل و حسنات حاصل نہیں کر پاتے وہ اردو زبان میں کم از کم چالیس حدیثوں کا مفہوم و معنیٰ یاد کر لیں۔

مفسّر اعظم اور انکے معاصرین

حضرت نے اپنے زمانہ میں عظیم الشان ہستیوں کی زیارت کی بعض ان میں سے اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ کے شاگرد یا خلفاء تھے اور بعض جماعت اہلسنّت کے وہ محسن و رہنما تھے جنکی فیاضیوں سے آج بھی برکوچک ہند و پاک کی سرزمین مالا مال ہے۔ یہاں میں ان بزرگ علماء دین میں سے بعض کا تذکرہ کرتا ہوں جن کا وصال آپ کی جوانی میں ہو گیا اور بعض کا وصال آپکے بعد ہوا ہے

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا رحم الہٰی صاحب، مظفر نگری صدر المدرسین دار العلوم منظر اسلام بریلی۔ م ۱۳۶۳ھ۔

استاذ العلماء تاج المحققین حضرت مولانا ظہور حسین صاحب رامپوری ؍؍ م ۱۳۴۲ھ

حضرت مولانا و بکل مجد اولیٰنا شاہ عبد الکریم درس النوری الرضوی کراچی م ۱۳۴۴ھ

محدث ابن محدث حضرت مولانا عبد الاحد صاحب محدث پیلی بھیتی م ۱۳۵۲ھ

حضور صدر الشریعہ استاذ الاساتذہ مولانا حکیم شاہ امجد علی صاحب اعظمی صدر المدرسین منظر اسلام۔ م ۱۳۶۷ھ

حضرت مولانا شاہ عبد الباری صاحب، فرنگی محلی لکھنوی م ۱۳۴۴ھ

عید الاسلام حضرت مولانا شاہ عبد السلام صاحب، جبلپوری م ۱۳۷۲ھ

مرجع العلماء حضرت مولانا الحاج شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب خلفِ اصغر اعلیٰ حضرت

(مفتی اعظم ہند) م ۱۴۰۲ھ

مخدوم ملت حضرت علامہ سید شاہ محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی محدث اعظم ہند

ملک العلماء حضرت مولانا شاہ ظفرالدین صاحب بہاری (صاحب صحیح البہاری، سابق پرنسپل جامعہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ۔

بُرہان الملۃ والدین حضرت علامہ مولانا بُرہان الحق صاحب جبلپوری۔

سید العلماء رأس الخطباء حضرت مولانا سید آلِ مصطفےٰ صاحب مارہروی۔

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن خاں صاحب شیروانی، حضرت علامہ مفتی تحسین رضا خاں صاحب بریلوی۔ حضرت علامہ مولانا ابرار حسن صاحب صدیقی تلہری، شیخ القرآن حضرت مولانا عبد الغفور صاحب ہزاروی، پاکستان۔ ضیاء الملۃ حضرت مولانا ضیاء الدین احمد صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا محمد علی صاحب آنولوی مدیر یادگار رضا بریلی۔ حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب بریلوی، حضرت مولانا مفتی اعجاز ولی خاں صاحب پاکستان، حضرت مولانا غلام جیلانی مانسہرہ پاکستان، جامع معقول و منقول مولانا غلام جیلانی اعظمی، حضرت صدر العلماء مولٰینا غلام جیلانی میرٹھی، حافظ ملت حضرت مولٰینا شاہ عبد العزیز صاحب محدث مبارکپوری، شیر بیشہ اہلسنت حضرت مولانا حشمت علی خاں صاحب لکھنوی پیلی بھیت، مجاہد ملت حضرت مولٰینا حبیب الرحمٰن صاحب آڑیسوی، امین شریعت سلطان المناظرین حضرت علامہ الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب مفتی اعظم کانپور۔ امین شریعت دوئم حضرت علامہ الحاج شاہ مفتی انیس عالم صاحب سنتوی (مفتی اعظم نانپارہ) شمس العلماء حضرت مولانا شمس الدین صاحب جعفری زینبی جونپوری (صاحب قانونِ شریعت) محقق زماں حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب بھاگلپوری، پیر طریقت حضرت مولانا عبد الرشید صاحب فریدی بنارسی، محدث اعظم پاکستان، حضرت مولانا سردار احمد صاحب لائل پور، مفتی پاکستان حضرت مولانا سید احمد سعید کاظمی پاکستان، حضرت مولانا عبد المصطفےٰ صاحب ازہری (صاحبزادہ صدر الشریعہ) حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب پاکستان، یادگار سلف حضرت مولٰینا

احسان علی صاحب محدث فیض پوری، حضرت مولانا قاری مصلح الدین صاحب پاکستان حضرت مولانا مفتی عبدالعزیز خانصاحب فتحپوری، پیر طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالوحید صاحب فریدی فاروقی بنارسی، اجمل العلماء حضرت مولانا مفتی اجمل حسین صاحب سنبھلی، مناظر جلیل حضرت مولانا مفتی محمد حسین صاحب سنبھلی، شیخ طریقت حضرت سیدنا تیغ علی شاہ مظفر پوری، اسم بامسمّٰی حضرت مولانا ولی الرحمٰن صاحب پوکھریروی، بحر العلوم حضرت مولٰینا مفتی سید افضل حسین صاحب مونگیری، فیضان العلوم حضرت مولانا حکیم مفتی نظام الدین صاحب الہ آبادی، حکیم الامۃ حضرت مولانا مفتی احمد یار خانصاحب، مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب صدیقی میرٹھی، مجاہد جلیل حضرت مولانا احمد مختار صاحب میرٹھی، پیر طریقت حضرت مولانا شاہ حمداللہ صاحب پشاوری، مجاہد کبیر حضرت مولانا سیدنا پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، خطیب اعظم حضرت مولانا عبدالحفیظ حقانی مفتی آگرہ، حضرت مولانا مفتی رضوان الرحمٰن صاحب مفتی اندور، حضرت مولانا مفتی محمد علی صاحب رائپوری۔ رحمہم اللہ تعالٰی۔

ان کے علاوہ بھی علماء کرام اور مشائخ عظام کی صف میں درجنوں ایسی شخصیتیں تھیں جن سے حضرت والا کی ملاقات اور نشست و برخاست متحقق ہے لیکن طوالت کے خوف سے یہاں ترک کر دیا۔ ویسے مذکورہ حضراتِ گرامی کے اسماء مبارکہ کو دیکھنے کے بعد یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کس قدر مقدس اور بافیض وقت تھا، جب یہ اکابر اہلسنّت وجماعت ہر طرف موجود تھے۔ اور اپنی علمی وروحانی فیاضیوں سے طالبانِ حق کو نہ صرف مستفیض فرما رہے تھے۔ بلکہ انہیں ہاتھ پکڑ پکڑ کر منزل حق تک پہنچا رہے تھے۔ لیکن حضرتِ والا کے پردہ فرمانے کے بعد ہی سے ہندوستان کے اندر علماء میں افرا تفری کا ماحول شروع ہو گیا۔ اکابر کی عزت واحترام اور اصاغر پر شفقت وانعام کی کمی ہونے لگی، جسکے ثمراتِ بدظاہر بھی ہونے لگے ہیں۔

مولٰی کریم مسلمانانِ اہلسنّت پر اپنے حبیب علیہ السّلام کے طفیل کرم خاص فرمائے

اور اسے عہد رفتہ کے فیض رساں ماحول سے مالا مال فرمائے آمین۔

حضور مفسر اعظم کے مشہور تلامذہ

آپ کے تمام تلامذہ کرام کی فہرست پیش کرنی تو بہت مشکل ہے کیونکہ اس دور کے رجسٹر دار العلوم کے دفتر میں محفوظ نہیں ہیں۔ حضرت کے دور میں علما فارغین کو صرف عربی زبان میں سندیں عطا ہوتی تھیں لیکن حضرت ریحانِ ملت نے اپنے دورِ اہتمام میں عربی کے ساتھ ساتھ انگلش میں بھی اعزازی و استقلالی سندوں کا اہتمام فرمایا۔ ایک مرتبہ ضرورت کے تحت راقم الحروف نے حضرتِ ریحانِ ملت علیہ الرحمہ سے "انگلش سرٹیفیکٹ،، طلب کی تو آپ نے دفتر کے کلرک سے فرمایا کہ ۵۷، ۵۶، ۱۹۵۵ء کے رجسٹر فارغین جامعہ کو تلاش کرو۔ چنانچہ تلاش بسیار کے بعد بھی مطلوبہ رجسٹر نہیں مل سکے۔ پھر معلوم ہوا کہ اس زمانے کے داخلہ رجسٹر، مدرسین رجسٹر اور فارغین جامعہ کے رجسٹر پانی اور دیمک کی نذر ہو چکے ہیں۔ لہٰذا ان سب کا صحیح وسالم دستیاب ہونا بہت مشکل ہے۔ ریحانِ ملت نے میرے کہنے کے مطابق سرٹیفیکٹ تو دیدیا۔ لیکن نہایت افسوس ہوا کہ اگر ۱۹۴۴ء لغایت ۱۹۶۵ء بیس اکیس سال کے رجسٹر مل جاتے تو ان کے ذریعہ حضور مفسر اعظم کے جملہ تلامذہ کی فہرست ہاتھ آجاتی۔

اب صرف انہی مشہور و معروف تلامذہ کی نشاندہی کی جاتی ہے جن کا تعلق جامعہ یا بریلی شریف سے کسی نہ کسی طرح باقی ہے اور لوگ جانتے ہیں کہ یہ حضور مفسر اعظم کے شاگرد یا خلیفہ ہیں وہ یہ ہیں

(۱) ریحانِ ملت حضرت مولانا شاہ ریحان رضا خانصاحب عرف رحمانی میاں (۲) جانشینِ مفتی اعظم حضرت مولانا شاہ اختر رضا خانصاحب عرف ازہری میاں (۳) حضرت مولانا سید عارف علی صاحب نانپاروی، شیخ الحدیث منظر اسلام (۴) حضرت مولانا غلام مجتبیٰ صاحب اشرفی شیخ الحدیث منظر اسلام (حالاً) (۵) حضرت مولانا نعیم الدین احمد

گورکھپوری شیخ المعقولات براؤں شریف (فیض الرسول) (۶) مبلغ اسلام حضرت مولانا مفتی عبدالحلیم صاحب ناگپور مظفر پوری (۷) راقم الحروف عبدالواجد قادری بانی اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ (۸) حضرت مولانا محمد عباس صاحب رودولوی (۹) حضرت مولانا محمد سلیمان صاحب باتھوی، (۱۰) حضرت مولانا مجبوب رضا صاحب روشن القادری سابق پرنسپل دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ، (۱۱) حضرت مولانا قاری عبدالمنان صاحب، مظفر پوری انگلینڈ، (۱۲) حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب خوشتر مونگیری، بانی رضوی سوسائٹی موریشش افریقہ، (۱۳) حضرت مولانا سعید الرحمٰن صاحب آل ولی، پوکھریروی (۱۴) حضرت مولانا مظفر حسین صاحب قادری بدایونی، (۱۵) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب پورنوی، (۱۶) حضرت مولانا عبدالصمد صاحب سیتاڈھی، (۱۷) حضرت مولانا حسیب الرحمٰن صاحب اسلامپوری مدھوبنی، (۱۸) حضرت مولانا شمس الدین صاحب پورنوی، (۱۹) حضرت مولانا محمد داؤد صاحب مظفر پوری، (۲۰) حضرت مولانا حافظ راحت علی صاحب نانپاروی۔ (۲۱) حضرت مولانا محمد خلیل الرحمٰن صاحب اشرفی برنپور، (۲۲) حضرت مولانا جرار حسین صاحب کندرکوی مرادآبادی، (۲۳) حضرت مولانا برکت اللہ صاحب نانپارہ، (۲۴) حضرت مولانا معین الدین صاحب ڈمکاوی، (۲۵) حضرت مولانا عبدالحلیم انگس، (۲۶) حضرت مولانا عبداللہ صاحب باتھوی۔ (۲۷) حضرت مولانا سید آفاق احمد صاحب اسلام پوری، (۲۸) حضرت مولانا شاہ منان رضا خاں صاحب منانی میاں (خلف اصغر حضور مفتی اعظم)۔

آپ کے مشاہیر خلفاء

خلفاء کرام کی بھی صحیح تعداد معلوم نہیں ہے۔ ویسے آپ نے زیادہ علماء کرام یا مریدانِ خاص کو دولتِ خلافت سے نوازا۔ یہاں صرف ان ناموں کی فہرست ہے جن کے متعلق یہ مشہور ہے کہ یہ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے خلیفہ تھے یا ہیں۔

(۱) ریحانِ ملت حضرت مولانا شاہ ریحان رضا خانصاحب عرف رحمانی میاں (۲) جانشین مفتی اعظم خلفِ ثالث حضرت علامہ الحاج شاہ محمد اختر رضا خاں صاحب عرف ازہری میاں (تاج الاسلام والمسلمین)، (۳) شیخ المعلمین حضرت شیخ جمال اللیل مکی، (۴) پیر طریقت ابن الولی حضرت مولانا حافظ شاہ حمید الرحمٰن صاحب رحمانی حامدی پوکھریروی . (۵) حضرت الحاج الحافظ عبدالاحد صاحب رضوی علیم آبادی (۶) راقم الحروف عبدالواجد قادری، (۷) حضرت مولانا شمس اللہ صاحب حشمتی، (۸) حضرت مولانا شاہ عبدالحلیم صاحب انگس (ہگلی) (۹) حضرت صوفی الحاج شاہ عبدالرحمٰن ہوڑہ مغربی بنگال۔ (۱۰) حضرت مولانا سید آفاق احمد صاحب اسلام پوری (پورنیہ)، مذکورہ بالا حضرات میں نصف خلفاء کرام کا وصال پُر ملال ہو چکا ہے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

حضور مفسر اعظم کے مفید ارشادات

حضرت جب بھی دو چار شاگردوں یا مریدوں کے ساتھ بیٹھ جاتے یا سفر و حضر میں ہوتے تو وعظ و نصیحت کی محفل شروع ہو جاتی، یہاں تک کہ دستر خوان پر بھی نصیحتوں کی شمع جلتی رہتی۔ ان پُر مغز نصائح کے دفتر سے یہاں چند سبق آموز، نصیحتیں درج کی جاتی ہیں کہ ناظرین اپنے حسبِ حال ان میں سے بعض نصیحتوں کو ذریعۂ فلاح و نجات سمجھ کر اپنانے کی کوشش کریں۔

● اگر ہم اپنے عیوب کو دیکھتے رہیں تو دوسروں کی عیب جوئی سے باز رہینگے ●جب بھی کسی کے عیب کی طرف تمہاری ایک انگلی اٹھے گی تو تمہاری طرف تمہاری ہی تین انگلیاں ہونگی جو تمہارے کثرتِ عیوب کی نشاندہی کرتی ہیں۔ ● خدائے حکیم و دانا نے دو کان اور ایک زبان دی کہ سنو زیادہ بولو کم . ● زبان کلمۂ طیبہ کا پہلا جزء پڑھنے کیلئے ہے. جبکہ ہونٹ کلمہ شریف کا دوسرا جزء پڑھنے کیلئے ہے یقین نہ آئے تو پڑھ کر دیکھ لو، ● اگر کوئی شخص صرف لا الٰہ الا اللہ کا ورد کرے اور محمد رسول اللہ نہ

کہے تو گویا اس کی زبان تو ہے مگر ہونٹ نہیں ہیں۔ اور جسکے ہونٹ نہ ہوں اسکی زبان باہر نکل آتی ہے اور یہ صفت خصوصی کتے کی ہے، • لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں اللہ کی ہائے ہوز کا دائرہ مومن کی ایک آنکھ ہے اور محمد رسول اللّٰہ میں میم کا دائرہ مومن کی دوسری آنکھ ہے۔ اگر یہ دونوں آنکھیں روشن نہ ہوں تو آدمی اندھا کہلاتا ہے، اور اگر ایک آنکھ روشن ہے تو کانا کہلاتا ہے۔ یہی حال روحانی آنکھوں کا ہے۔ اگر روحانیت کی دونوں آنکھیں روشن ہیں تو وہ مومن و سالک ہے اور اگر ایک روشن ہے دوسری اندھی ہے تو وہ خادع (دھوکہ باز) دمنافق ہے۔ • لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (کلمہ طیبہ) بیشک جنت کی کنجی ہے مگر کنجی میں دندانے ہوتے ہیں اور دندانے عقائد صحیحہ، اعمالِ صالحہ ہیں بغیر دندانے کی کنجی کے تالا نہیں کھلتا ہے۔ • کوئی عالم دین (اہلسنت وجماعت) اگر چہ فی نفسہٖ برا ہو پھر بھی اسکے متعلق برے گمان سے بچو، • بزرگوں کے بہت سے افعال مصالح وحکمت پر مبنی ہوتے ہیں لہٰذا اسکی اچھی تاویل کرو۔ • استاد اور پیر سے کبھی کبھی یوں بھی ملتے رہنا چاہیے کیونکہ زیادہ جدائی محبت کو ختم کر دیتی ہے۔ • مذہب و مسلک کی نسبت کبھی کبھی مقامات و شخصیت کے ساتھ بھی ہوتی ہے۔ جیسے بصری وکوفی، حنفی وشافعی، معتزلی وماتریدی، اور دیوبندی و بریلوی وغیرہم۔ • عقلمند وہ ہے جو لذیذ غذاؤں کو کھاتے وقت دوا کی کڑواہٹ کو یاد رکھے۔ • جو آئندہ کل کو آج کے آئینہ میں نہیں دیکھتا وہ پچھتاتا ہے، • انسان سہو ونسیان اور ظلم وجہول سے مرکب ہے مگر غلطیاں صادر ہو جانے کے بعد خداوند کریم رؤف ورحیم سے معافی طلب کرنا اہلِ ایمان کا شیوہ اور اس پر اکڑ جانا شیطانی وطیرہ ہے، • ہر قوم وملک کی عزت وذلت، ترقی وتنزلی کا دار ومدار اس کے علماء اور امراء پر ہے۔ • جب عزت وآبرو کے آئینے کو ٹھیس لگ جاتی ہے تو کوئی کاریگر اسکی مرمت نہیں کرسکتا، • جس کو باتیں کرتے ہوئے زیادہ دیکھو سمجھو کہ وہ کم ظرف ہے۔ • بسا اوقات رعب و دبدبہ سے وہ کام نہیں

نکلنا جو عجز و انکساری سے۔ ● علماء دین اور ناشرانِ شرعِ متین کو عامۃ المسلمین کے سامنے عجز و انکساری کی کثرت سے بچنا چاہیئے، ہاں علماء عظام کے سامنے اور بارگاہِ احدیت و رسالت (جلّ جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں خوب خوب عجز و انکساری کرے۔ ● تکبّر و غرور اور بد خلقی سے بچو کہ مخلوق میں بدترین آدمی وہ ہے جس سے لوگ خدا کی پناہ چاہتے ہوں، ● نسب و خاندان بزرگی کا ذریعہ نہیں وہ تو صرف تعارف کے لئے ہے، اصل میں بزرگی علم و عمل اور اخلاقِ فاضلہ کا نام ہے۔ ● اگر کوئی عالم اپنے علم کی برتری کا اظہار کرے اور کسی عالم اہلسنّت کو اپنے سے کمتر جانے تو وہ جاہل بلکہ جاہل سے بدتر ہے، ● اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ مردِ مومن کو جواں مرد اور صاحب دردِ بنا دیتا ہے، ● جو شخص خدا کا دوست نہیں وہ تمہارا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔

● جو خداوند کریم کے فیصلوں پر راضی ہو جائے اصل میں وہی غنی ہے

وفات شریف سے پہلے

آخری دنوں میں حضور مفسر اعظم کی زبان بند ہو گئی تھی مگر اشارات و کنایات اور تحریرات کے ذریعہ مذہب و مسلک اور رشد و ہدایت کا کام چلتا رہا۔ آپ نے ہر چند چاہا کہ اس حالت میں گھر پر رہیں تاکہ آرام و سکون کا موقع مل جائے مگر مریدین و مخلصین اور چاہنے والوں کے پیہم اصرار سے مجبور ہو کر لکھیم پور، دارا نگر، فیض آباد، کانپور، الہ آباد، براؤں شریف، دیناجپور، مظفر پور، ستیامڈھی، پوکھریرا، گنگٹی، ملنگواں، دھرمپور، سرلاہی، نیپال و بنگال کا دورہ کرنا ہی پڑا، اس دور میں باضابطہ کئی کئی صفحات پر مشتمل آپ وعظ و نصائح اور تقریریں قلمبند فرماتے اور کسی شاگرد کے ذریعہ اُسے مجمع عام میں پڑھواتے۔ ان دنوں میں بھی سلسلۂ قادریہ رضویہ کا بہت کام ہوا۔ اور کشف و کرامت کا صدور اتنی کثرت سے ہونے لگا کہ بڑے بڑے علماء کرام اور پیرانِ عظام انگشت بدنداں تھے ہر شب و روز کوئی نہ کوئی واقعہ دیکھنے میں آتا جس کا شہرہ آناً فاناً لوگوں میں ہو جاتا۔

● انہی دنوں کی بات ہے کہ حضور مجاہد ملت علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنا ایک واقعہ استاذ العلماء حضرت مولانا نعیم اللہ خانصاحب بستوی صدر المدرسین جامعہ رضویہ منظر اسلام بریلی شریف سے بیان فرمایا کہ یوں تو مجھے کئی بار حق گوئی و بے باکی کے سبب جیل جانا پڑا اور سخت اذیتیں برداشت کرنی پڑیں مگر اس بار مجھے روحانی تکلیف ہوئی کہ میں جیل کے جس وارڈ میں بند تھا وہیں ایک منسٹر کا بیٹا بھی خون کے مقدمہ میں ماخوذ ہو کر پہنچا مگر اس کی طرف سے سفارشات اور رشوتوں کا سلسلہ جاری تھا۔ اس لئے وہ چند ہی دنوں کے بعد ضمانت پر رہا کر دیا گیا۔ اور میں حسب سابق اسی وارڈ میں مشقتیں برداشت کرتا رہا۔ میں نے اپنے رب تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا یا اللہ! حکومت تو میرے غوث کی ہے اور حکم غیروں کا چل رہا ہے؟ آخر کب تک میں مسلمانوں سے دور رکھا جاؤنگا اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں زینوں سے نیچے اتر رہا ہوں، پھر جب میں نے اوپر نگاہ کی تو اوپری زینہ پر حضور مفسر اعظم ہند کو دیکھا کہ ان کے پاؤں میں کچھ تکلیف ہے مگر وہ نیچے آئے اور میرے کندھوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا،، ہاں حکومت ہمارے غوث ہی کی ہے ،، پھر میری آنکھ کھل گئی نماز فجر کا وقت ہونے والا تھا۔ ضروریات سے فارغ ہو کر میں نے دوگانہ ادا کیا پھر اپنے معمولات میں لگ گیا، اشراق کے بعد جیلر میرے پاس آیا اور کہا آپ کی رہائی کا آرڈر آگیا ہے لہذا آپ جا سکتے ہیں۔ پہلے تو میں بے شان وگمان رہائی کی خبر پا کر متعجب ہوا۔ پھر میں نے سوچا کہ میرے مرشد زادہ (حضور مفسر اعظم) کو حضور سید ناسرکار غوث اعظم کی نیابت عظمیٰ حاصل ہے اور یہ سب آپکی ہمت روحانی کا فیض ہے۔

● صاحبزادۂ مفسر اعظم حضرت علامہ شاہ مفتی اختر رضا خانصاحب اور حضرت مولانا شمیم اشرف صاحب دونوں ساتھ ساتھ تحصیل علم کیلئے جامعہ ازہر مصر تشریف لیگئے تھے۔ مولانا شمیم اشرف صاحب مصر ہی میں تھے کہ انڈیا کے اندر انکے والد ماجد

کا انتقال ہوگیا۔ مولانا شمیم صاحب نے اس سانحہ کی اطلاع بذریعہ خط حضور مفسر اعظم کو دی حضرت نے اس خط کو پڑھ کر نمدیدگی کے ساتھ افسوس کا اظہار کیا اور فرمایا۔" اختر رضا کا بھی یہی حال ہوگا وہ میرے انتقال پر یہاں موجود نہیں ہونگے "(یہ روایت حضرت کی صاحبزادی صاحبہ نے بیان فرمایا)

● حضرت نے کچھ فرمایا جو حاضرین کی سمجھ میں نہیں آیا تو راقم الحروف کو مخاطب فرماکر انہیں باتوں کو دہرانے لگے لیکن میری سمجھ میں بھی بات نہیں آئی تو حضرت کے چہرہ پر جلال کا رنگ ظاہر ہوا اور آپنے قلم اور کاغذ طلب فرمایا، پھر اس پر لکھا "میں ابھی اختر شماری کر رہا ہوں مگر بحمدہ تعالےٰ اختر شناس ہوں، میرا اختر ابھی از ہر میں نور بیزی کر رہا ہے لیکن وہ دن قریب ہے کہ وہ آسمانِ علم وفضل پر چمکے گا، اپنے اس سے روشنی پائینگے شیاطین و بدخواہ اس سے دور بھاگیں گے۔ مگر وہ برقِ خاطف کی طرح ان کا پیچھا کریگا۔"

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰے ذَالِكَ۔

● آپکے وصال سے قبل ایک مرید کا خط کلکتہ سے آیا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ میں نے مسلسل کئی دنوں تک سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں اس طرح کی کہ سرکار کے ساتھ آپ بھی موجود ہیں لیکن اس کی تعبیر سمجھ میں نہیں آتی اس لئے حضور کو خط لکھا ہے۔

حضرت نے اس خط کو پڑھنے کے بعد مسکرا دیا اور خط کو اپنی تیسری صاحبزادی کی طرف بڑھا دیا جس صاحبزادی صاحبہ نے بھی پڑھا اور عرض کیا "ابا جان ایسا لگتا ہے کہ آپ جلد ہی پردہ فرمانے والے ہیں"، آپکی مسکراہٹ میں زیادتی آگئی اور چہرہ گلنار بن گیا، فرمایا اس سے بڑھ کر اور خوش نصیبی کیا ہو سکتی ہے۔

● کلکتہ سے اسی مرید نے دوبارہ خط لکھا کہ حضور میں نے پھر یہ خواب دیکھا ہے کہ حضرت چادر اوڑھے ہوئے کہیں سوئے ہوئے ہیں اور حضور پُر نور سرکار دو عالم صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے ہیں، پھر آپ کا شانہ ہلاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں "اٹھو اور شہادت دو" آپ بہت مسرت و شادمانی کے عالم میں اٹھ بیٹھے ہیں اور سرکار دوعالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم بجالاتے ہوئے کھڑے ہوکر عرض کرتے ہیں "اللہ تعالےٰ ایک ہے اور آپ اسکے رسول ہیں"۔

جب حضرتِ والا نے اس خط کو مطالعہ فرمایا تو لکھا، "ہاں اب میرے چل چلاؤ کا وقت قریب ہے۔ اللہ تعالےٰ ایمان پر خاتمہ اور زیارتِ سرکار شفیع روز شمار نصیب فرمائے۔ آمین آمین یارب محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

● راقم الحروف اُن دنوں مدرسہ انوار العلوم اسلامپور رکمّاں کی تدریسی خدمت انجام دے رہا تھا۔ حضرت صاحب فراش تھے کئی مہینوں سے ملاقات نہیں ہوئی تھی، وہیں میں نے یہ خواب دیکھا کہ ایک سرسبز و شاداب مقام ہے جہاں دو منزلہ دو مکانات آمنے سامنے بنے ہوئے ہیں جس مکان کا دروازہ پورب جانب ہے اسکی دوسری منزل پر میں جارہا ہوں، جب اوپر پہنچا تو دیکھا کہ حضور سیدنا محدثِ اعظم ہند جلوہ فرما ہیں میں نے سلام کے بعد عرض کیا حضور! مفسر اعظم ہند کہاں ہیں؟ حضرت نے اپنے مخصوص لب و لہجہ میں ارشاد فرمایا،، اچھا تو اب آپ حضرت والا کو تلاش کرتے ہیں سامنے والے مکان میں دوسری منزل پر حضرت استراحت فرمارہے ہیں اگر آپ چاہیں تو وہاں جاکر ملاقات کر سکتے ہیں،، میں نے حضرت محدث اعظم کو سلام کیا اور تیزی کے ساتھ وہاں سے لوٹ گیا۔ میں دوسرے مکان کے قریب آیا جس کا رنگ سفید تھا، سیڑھیوں کے ذریعہ دوسری منزل پر پہنچا جہاں کئی کمرے تھے، سب سے جنوبی کمرہ میں حضرت قیام فرما تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت آرام نہیں فرمارہے ہیں بلکہ ایک خوبصورت پلنگ پر بیٹھے ہوئے کسی ضخیم کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔

میں خاموشی کے ساتھ دروازہ پر کھڑا ہوگیا، لیکن حضرت نے مجھے اندر نہیں بلایا

بلکہ کتاب بند کر کے خود باہر تشریف لائے، تو میں نے دیکھا کہ آپ پان ملاحظہ فرمارہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضور تو پان نہیں کھاتے ہیں یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں کبھی کبھی۔ پھر آپ میرا ہاتھ تھامے ہوئے دوسری منزل کی بالکونی پر ٹہلنے لگے اور فرمایا،، سامنے والے مکان میں محدثِ اعظم ہیں اور اس دوسری منزل کے درمیان میں مجاہد ملت ہیں مگر وہ ابھی موجود نہیں ہیں اور شمالی حجرہ حضور مفتی اعظم کیلئے ہے۔

جب میں اس خواب سے بیدار ہوا تو بیحد بیقراری ہوئی۔ سیتاڈھی پہنچا اور بذریعہ والپسی تار میں نے بریلی شریف سے حضرت کی خیریت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ حضرت بالکل ہی خیر و عافیت سے ہیں، اور دو دنوں کے بعد آپ کے یہاں حضور مفتی اعظم ہند تشریف لے جانے والے ہیں۔

● حضرتِ مولانا شاہد منظری ابراہیمی نے انہی دنوں یہ خواب دیکھا کہ حضور مفتی اعظم اور حضور مفسر اعظم دونوں حضرات ایک ساتھ تشریف فرما ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور مفسر اعظم وہاں سے اٹھے اور چلنے لگے تو مولانا نے عرض کیا حضور! پان تو کھاتے جایئے۔ حضور مفسر اعظم نے مڑ کر پان لے لیا اور چلے گئے... مولانا عین الحق صاحب شاہد ملنگوی ترائی نیپال کے شہر ملنگوا کے رہنے والے ہیں اس خواب سے وہ متردد ہوئے اور تحقیقِ حال کیلئے بریلی شریف پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضور مفسر اعظم ہند پردہ فرما چکے ہیں۔

وصالِ پُرملال

جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ آپ بیماری کی حالت میں اکثر و بیشتر سفر فرماتے رہتے تھے۔ سفر سے تشریف لائے مئی جون کا مہینہ تھا بریلی میں شدت کی گرمی پڑ رہی تھی حضرت نے کثرت کے ساتھ ٹھنڈی اشیاء کا استعمال فرمایا۔ ویسے بھی حضرت کو ہر موسم میں ٹھنڈی اور میٹھی چیزیں بہت مرغوب تھیں، گرمی کی شدت نے اس میں اور بھی زیادتی کر دی، چنانچہ ٹھنڈی

چیزدوں کی کثرت کی وجہ سے آپ پر نمونیہ کا اثر ہوگیا۔ لیکن معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ نماز و وظائف اپنے اپنے وقتوں پر مستحسن انداز میں ادا فرماتے رہے۔ گیارہ صفر کی رات کو اہتمام سفر میں گزار دیا۔ کوشش کے باوجود نیند نہیں آئی تو اذکار و اوراد اور درود شریف میں مشغول ہوگئے، صبح صادق ہوتے ہی بستر کو خیرباد کہا، ضروریات سے فراغت فرماکر خود سے وضو کا اہتمام کیا اور وضو فرمایا۔ بڑے اطمینان وسکون کے ساتھ نماز فجر کی سنت و فرض کو ادا کیا اور اپنے وظیفہ میں مصروف ہوگئے۔ سورج نکلنے کے بعد جائے نماز سے اٹھے اور چارپائی پر آکر لیٹ گئے۔ اتنے ہی میں آپکے بڑے صاحبزادے حضرت ریحانِ ملت اور چھوٹی صاحبزادی صاحبہ حاضر آئیں۔ اس وقت آپ کی عفت مآب اہلیہ محترمہ اندرونِ خانہ دودھ کی پیالی میں خمیرہ حل فرمارہی تھیں حضرت ریحانِ ملت پلنگ کی بائیں جانب کھڑے تھے اور صاحبزادی صاحبہ دائیں جانب۔

حضور مفسر اعظم ہند نے اپنے ہاتھ پاؤں بالکل سیدھے کرلئے، اسی وقت آپکی پیشانی کے سامنے دائرہ نما ایک سبز روشنی نمادار ہوئی جس کو ان حضرات نے بھی دیکھا پھر اس دائرہ میں سے نور کی شعاعیں پھوٹنے لگیں، ایک لمبی شعاع آپکی پیشانی کی طرف اور دوسری چہرہ کی طرف بڑھی اور پورے چہرہ پر محیط ہوگئی۔ اس وقت حضرت کی بڑی بڑی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور پتلیاں تیر رہی تھیں۔ آنکھوں کی دونوں کٹوریوں میں نور ہی نور بھرا ہوا تھا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر ریحانِ ملت چیخ پڑے۔ ابا! ابا!! کیا بات ہے؟ حضرت نے نفی میں سر ہلایا اور چہرہ کو قبلہ رُخ کرلیا۔

ریحانِ ملت جلدی میں کسی ڈاکٹر کو لینے کیلئے نکلے ادھر آپکی اہلیہ آئیں اور خمیرہ کا پیالہ آپکے منہ سے لگایا۔ پھر جب پیالہ سے نہیں پیا تو چمچہ کے ذریعہ دودھ اور خمیرہ پلایا گیا، مگر ایک ہی چمچہ کے بعد آپنے آنکھیں بند کرلیں۔ حضرت رحمانی میاں بھی واپس آگئے لبہائے مبارک حرکت میں تھے اور اس پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ رحمانی میاں نے

کچھ پوچھا جس کے جواب میں آپ نے صرف سر ہلا دیا۔ اور بقولِ جدِ کرم علامہ حسن بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے۔ ؎

بند جب خوابِ اجل سے ہوں حسنؔ کی آنکھیں
اس کی نظروں میں تیرا جلوۂ زیبائی ہو!

یا بقول شاعرِ مشرق کے: نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب او

یا بقول والد ماجد حضور رحمۃ الاسلام کے۔

حضورِ روضہ ہوا جو حاضر تو اپنی سج دھج یہ ہوگی حامدؔ
خمیدہ سر بند آنکھیں، لب پر میرے درود و سلام ہوگا

حضرت کی آنکھیں بند تھیں، سر قبلہ رو جھکا ہوا تھا، لبوں پر مسکراہٹ اور جنبش تھی، پیشانی سے نور پھوٹ رہا تھا، ایک ہلکی سی ہچکی آئی اور قفسِ عنصری سے طائرِ لاہوتی اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اس منظر کے چشم دید گواہوں نے بتایا کہ حلقہ نما سبز روشنی جو مواجہ میں ظاہر ہوئی وہ نہ آفتاب کی روشنی تھی نہ ہی کسی چراغ کی، بلکہ آقائے نامدار سرکار ابد قرار محبوبِ پروردگار صلے اللہ تبارک وتعالیٰ علیہ الیٰ یوم القرار اپنے چاہنے والے غلام کو اپنے جمالِ جہاں آرا کے دیدار سے مشرف فرمانے کیلئے خود جلوہ فرما ہوئے تھے، صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلبل چمنستانِ رضویت حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب نانپاروی نے اس موقع پر فرمایا۔

کام کر جائے جو دینِ پاک کا ؛ ہوگیا وہ کامیاب زندگی
ٹوٹ جانا ہے ہوا کی ٹھیس سے ؛ کتنا نازک ہے حبابِ زندگی

تجہیز و تدفین

جون کی گرمی کے باوجود ۱۲ جون کی صبح کو موسم نہایت خوشگوار اور سہانا ہوگیا۔ ہلکے ابر و باد کے ساتھ رحمت کی پھوار پڑی اور

سارا دن ٹھنڈا رہا۔ یعنی ٹھنڈک پسند ولیؒ کامل عالم باعمل کا استقبال فضائے آسمانی نے بھی اس کے مزاج کے مطابق ہی کیا، فالحمد للہ تعالیٰ۔ اس عنوان پر بجائے خود کچھ لکھنے کے میں چاہتا ہوں کہ مخدوم محترم جناب سید حمایت رسول صاحب رضوی صدر ریلیف کمیٹی کل ہند جماعت "رضائے مصطفیٰ"، کا وہ مضمون نقل کر دوں جو انکی طرف سے مقامی وغیر مقامی اخبارات و رسائل میں چھپے تھے۔ وھُوَ ھٰذا۔

اپنے آستانہ مبارکہ محلّہ خواجہ قطب بریلی میں تین سال کی طویل علالت کے بعد جسکے دوران خدمتِ دینِ متین مسلسل جاری رکھی، بعمر ساٹھ سال نبیرۂ اعلیحضرت، مفسر اعظم ہند الحاج مولانا مولوی شاہ محمد ابراہیم رضا خانصاحب جیلانی میاں نے صبح سات بجے ۱۱ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ ۱۲ جون ۱۹۶۵ء یوم شنبہ کو شدید کمزوری کے باوجود اپنے قدموں چل کر استنجا و وضو وغیرہ سے فراغت کے بعد نماز فجر ادا کی، بعدہٗ بستر علالت پر لیٹے لیٹے اوراد و وظائف میں مصروف تھے، کہ اسی حالت میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ وصال مبارک کی خبر پورے شہر میں بجلی کی طرح دوڑ گئی، آناً فاناً جوق درجوق مخلوق آنے لگی۔ دن بھر یہ سلسلہ جاری رہا۔ عورتوں کا اژدہام اَلْاَمَانُ وَالْحَفِیْظ آستانہ مبارکہ اپنی وسعت کے باوجود اس مجمع کا کفیل نہ ہوسکا۔ دن بھر ایصال ثواب اور زیارت کا سلسلہ جاری رہا۔ مخلوق اپنے دینی پیشوا کی زیارت کرنے اور خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے آتی جاتی رہی، بعد مغرب غسل شریف ہوا، جناب مولانا مفتی سید محمد افضل حسین، مولانا حافظ محمد احمد جہانگیر، جناب مولانا محمد احسان علی، جناب مولینا سید عارف علی نانپاروی، جناب مولانا محمد ادریس رضا خاں، جناب مولانا ریحان رضا خاں، جناب امید رضوی، جناب سید اعجاز حسین، جناب سجاد حسین، جناب ناصر میاں رضوی، جناب ضیاء الرحمٰن اور یہ فقیر سید حمایت رسول اور انکے علاوہ بہت سے حضرات غسل کے وقت موجود تھے۔ اوّل الذکر حضرات غسل کے فرائض انجام دے رہے تھے اور آخر الذکر حضرات

ان کے معاون و مددگار تھے۔ دس بجے شب میں غسل سے فراغت ہوئی۔ رات بھر زائرین کی آمد و رفت کا تانتا بندھا رہا۔ اور نعش مبارک کے ارد گرد شب بھر درود خوانی، نعت خوانی اور قرآن خوانی کے ساتھ ایصالِ ثواب ہوتا رہا۔ ادھر رات ہی میں قبر کی تیاری کا بھی کام چلتا رہا۔

اب دوسرے دن ۱۲ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ ۱۲ جون ۱۹۸۵ء یوم یکشنبہ صبح ۶ ½ بجے مجوزہ پروگرام کے مطابق درود و نعت خوانی کے ماحول میں عاشقِ صادق کا جنازہ خواجہ قطب سے مسجدِ نو محلہ کیلئے روانہ ہوا۔ جہاں جنازہ کی نماز ہونی تھی۔ آپکے وصال کی اطلاع بذریعہ لاؤڈ سپیکر عامۃ المسلمین کو نہیں دی گئی۔ لیکن شنبہ یکشنبہ کو عام چھٹی ہونے کی وجہ سے شہر اور قرب و جوار کے مسلمانوں کا اتنا بڑا مجمع ہوگیا کہ مسجد کے سامنے نماز جنازہ کیلئے مخصوص میدان ناکافی ہوگیا۔ اس لئے وہاں سے اسلامیہ کالج کے میدان میں جنازہ لایا گیا۔ صبح آٹھ بجے جنازہ کی نماز ہوئی۔ دونوں دار العلوم کے اساتذہ طلباء شہر بھر کی مسجدوں کے ائمہ، شہر و بیرونِ شہر کے مریدین و معتقدین اور عامۃ المسلمین جنازہ میں شریک تھے بحر العلوم جناب مولانا مفتی سید محمد افضل حسین صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر اسی جگہ عام زیارت ہوئی، حضرت جیلانی میاں تو یوں بھی بہت خوبصورت تھے لیکن وصال کے بعد آپکا پورا چہرہ حسن و جمال کا مرقع بن گیا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ ابھی ابھی آپ کی مسکراہٹ ہنسی میں تبدیل ہوجائے گی۔

زیارت کے بعد آپ کا جنازہ خانقاہ عالیہ رضویہ محلہ رضا نگر لایا گیا۔ اسلامیہ کالج سے خانقاہ شریف تک واپسی میں چونکہ مجمع کثیر ہوگیا تھا۔ اس لئے تابوت میں لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تاکہ ساتھ چلنے والا کوئی مسلمان کندھا دینے سے محروم نہ رہ جائے مگر بھیڑ بھاڑ کی کثرت کی وجہ سے بہت لوگ محروم رہ گئے۔ نو محلہ مسجد سے خانقاہ شریف تک مسلسل نعت خوانی ہوتی رہی۔ پروگرام کے مطابق ۹ ½ بجے جسد اطہر

قبر انور میں اتارا جانے لگا۔ آپ کی قبر شریف روضۂ اعلیٰحضرت میں اعلیٰ حضرت کی پشت مبارک کی جانب بنی تھی۔ (اب ان دونوں قبروں کے درمیان حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کی قبر شریف ہے)

جناب مولانا مفتی حافظ محمد احمد جہانگیر صاحب، جناب سید اعجاز حسین صاحب اور جناب محمد غوث خانصاحب قبر شریف کے اندرونی حصہ میں تھے۔ اور بحر العلوم مولانا مفتی سید افضل حسین صاحب، مولانا محدث احسان علی صاحب، مولانا سید محمد عارف صاحب، مولانا ریحان رضا خانصاحب، جناب سجاد حسین صاحب اور رفیق سید حمایت رسول نے جسد مبارک کو اٹھایا اور ان حضرات کے حوالہ کیا جو قبر شریف کے اندر تھے اور انہوں نے نہایت آرام سے ہمیشہ کیلئے قبر شریف میں قبلہ رو لٹا دیا، یہ حضرات قبر سے باہر آئے کہ پورا روضۂ مبارکہ مشک و عنبر کی خوشبو سے معطر ہو گیا۔۔۔ ۱۰ بجے قبر شریف کو بند کر دیا گیا۔ پھر فاتحہ خوانی اور ایصال ثواب ہوا۔ اور مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلامؐ بھیجا گیا۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ خاندان رضویت خصوصاً شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند قبلہ، آپکی اہلیہ محترمہ، حضرت چھوٹی بی صاحبہ، حضرت مفسر اعظم ہند کی اہلیہ مکرمہ شہزادیٔ مفتی اعظم ہند، حضرت کے تمام شہزادگان اور شہزادیوں کو ہم آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام مرحمت کرے آمین بجاہ حبیبک سید المرسلین علیہ و علیہم افضل الصلوات والتسلیم۔

(فقیر سید محمد حمایت رسول قادری رضوی مصطفوی)

مادہائے تاریخ وفات

حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی وفات حسرت آیات پر حضرت محبوب ملت مولانا مفتی محبوب علی خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ خطیب جامع مسجد مدنپورہ بمبئی، محبوب العلماء حضرت

مولانا محبوب رضا صاحب روشن القادری پرنسپل دار العلوم حمیدیہ دربھنگہ، پیر طریقت سید شریف احمد شرافت سجادہ نشین درگاہ ساہن پال شریف گجرات، اور ادیب ملت ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی وغیرہم نے مادہ ہائے تاریخ وفات لکھا، ان میں سے بعض قطعہ تاریخ وصال اور مادہ ہائے تاریخ یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

قطعہ تاریخ وصال

چوں ز دنیا رفت جیلانی میاں — داخلِ جنت شدہ با اولیاء
خلفِ والا حجۃ الاسلام بود — زینتِ سجادۂ احمد رضا!
ماہرِ تفسیر وہم شیخ الحدیث — آفتابِ دین حق شمعِ ھُدیٰ
اہل سنت و جماعت را قویم !! — مذہب حنفیہ را بودہ ضیاء
فیض یابانِ علومش صد ہزار! — زاہد و عابد ولی و پارسا!

چوں شرافت جست سال رحلتش
گفت ہاتف "نورِ مولانا رضا"
۱۳۸۵ھ

مادہ ہائے تاریخ :- سیدنا ابراہیم رضا ۔ ماہتاب علم و معرفت
۱۳۸۵ھ ۱۳۸۵ھ
رفت جنت قطب عالم، عبد مصطفےٰ شاہ محمد ابراہیم رضا (اسمیں ایک عدد کی کمی ہے)
۱۳۸۵ھ ۱۹۶۴ء
تاج المفسرین شہ جیلانی میاں ۔ شمع شبستان علم و زہد ۔
۱۳۸۵ھ ۱۳۸۵ھ

اس قسم کے درجنوں مادہ ہائے تواریخ ہیں جو آپ کے نام و کردار سے کامل مناسبت رکھتے ہیں۔

حضور مفتی اعظم اور خبرِ وصال

حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کا جس تاریخ میں وصال پُر ملال ہوا۔ ان تاریخوں میں حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان بریلی شریف میں تشریف فرما نہیں تھے بلکہ دور و دراز علاقہ ترائی نیپال کے جلسوں کو اپنی شرکت سے نواز رہے تھے، بارہ جون ۱۹۶۵ء کو تقریباً گیارہ بجے دن میں مدرسہ رضا العلوم کنہواں ضلع سیتا مڈھی کے پتہ سے ٹیلی گرام وصول ہوا، اس وقت حضور مفتی اعظم اور حضور حافظ ملت علیہما الرحمہ سٹیج پر تھے جلسہ پورے شباب پر تھا، مجاہد جلیل حضرت مولانا سید مظفر حسین صاحب کچھوچھوی ممبر پارلیامنٹ کی دھواں دھار تقریر ہو رہی تھی۔ مدرسہ کے سکریٹری حاجی نور الہدیٰ صاحب نے ٹیلیگرام وصول کیا اور جلسہ گاہ میں پہنچ گئے، راقم الحروف کو اشارہ کے ساتھ سٹیج سے بلایا اور ٹیلیگرام دیکر کہا کہ یہ حضور مفتی اعظم کا ہے۔ حضرت کو کسی طرح سٹیج سے بلا لیجئے چنانچہ میں اسٹیج پر پھر حاضر ہوا اور حضرت سے عرض کیا کہ حضور چلا جائے، حضرت فوراً وہاں سے اٹھے اور قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔ تو میں نے ٹیلیگرام پیش کیا، حضرت نے ٹیلیگرام دیکھتے ہی فرمایا، "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ لَہٗ مَا اَعْطٰی وَلَہٗ مَا اَخَذَ وَکُلُّ شَیْءٍ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی"، اس کے بعد حضرت ساجد میاں علیہ الرحمہ کو بلایا اور فرمایا ٹیلیگرام میں کیا ہے پڑھو۔ حضرت ساجد میاں نے عرض کیا حضور! یہ کسی بد مذہب کی چال ہے وہ یہاں کے جلسہ کو ناکام کرنے کیلئے یہ چال چل رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا آخر پڑھو تو اس میں کیا لکھا ہے؟ ساجد میاں نے عرض کیا حضور! اس میں جیلانی میاں کے وصال کی خبر ہے۔ حضرت نے دوبارہ آیۃ ترجیع پڑھی اور فرمایا میں آج ہی بریلی کیلئے روانہ ہونگا۔ حضرت ساجد میاں (حضور مفتی اعظم کے منجھلے داماد) اور جلسہ کے دیگر کارکنان نے ہزار اصرار کیا کہ حضور آج رات کے جلسہ میں شرکت فرمالیں کل صبح علی الصباح یہاں سے روانگی ہو جائیگی

لیکن حضرت نے فرمایا میں اب مزید نہیں رک سکتا ہوں مجھے بریلی جانا ہے ،،جیپ والے کو بلایا گیا جب تک جلسہ بھی ختم ہو چکا تھا۔حضور حافظ ملت ،حضرت پاسبانِ ملت اور سید صاحب کچھوچھوی سب ہی آچکے تھے۔حضرت کی بیقراری دبے چینی کو دیکھ کر ، سبھوں کی یہی رائے ہوئی کہ حضرت کی روانگی کا بندوبست کیا جائے ،ظہر کی اذان ہو چکی تھی مدرسہ ہی میں جماعت ہوئی ، پھر مختصر ظہرانہ ملاحظ فرما کر حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ وہاں سے روانہ ہوئے۔

جیپ میں حضور مفتی اعظم کے علاوہ حضرت حافظ ملت ،حضرت ساجد میاں علیہم الرحمہ تھے اور یہ فقیر بھی قدموں میں حاضر تھا ، راستہ گرد و غبار سے ایسا اٹا ہوا تھا کہ جیپ دس بارہ کیلو میٹر کی رفتار سے چل رہی تھی ،کماں پہنچتے پہنچتے عصر کا وقت گیا،چونکہ کنہواں جاتے ہوئے دو تین گھنٹوں کیلیے حضور مفتی اعظم یہاں ٹھہرے تھے مدرسہ انوارالعلوم میں پانچ چھ سو زائرین کا مجمع ہو گیا تھا۔حضور حافظ ملت نے نہایت مؤثر انداز میں حضرت کا تعارف کرا دیا جس کا اثر یہ ہوا کہ سیکڑوں آدمی دامن سے وابستہ ہو گئے۔اور کنہواں سے واپسی کی اطلاع ان حضرات کو ہو چکی تھی لہٰذا ان لوگوں نے راستہ کو بلوک کر دیا تھا تاکہ حضرت کی زیارت سے مشرف ہو جائیں اور بقیہ لوگ بھی داخلِ سلسلہ ہو جائیں۔لیکن حضرت اس قدر پریشان ہو چکے تھے کہ ایک منٹ بھی رکنے پر آمادہ نہیں ہوئے۔جیپ چلتی رہی اور لوگ داخلِ سلسلہ ہوتے رہے۔

سیتامڈھی پہنچنے سے ۵ ، ۷ کیلو میٹر پہلے حضور مفتی اعظم نے فرمایا ،،میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے ،، ڈرائیور نے عرض کیا حضور ! ہم لوگ مغرب سے پہلے سیتامڈھی پہنچ جائیں گے۔ ادھر ہر پانچ دس منٹ کے بعد حضرت فرماتے رہے ،،میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی ،، لیکن ڈرائیور جیپ کو روک نہیں رہا تھا۔جب مغرب میں صرف آدھا گھنٹہ باقی رہ گیا تو حضور مفتی اعظم نے نہایت جلال کے عالم میں سیٹ پر ہاتھ

مارتے ہوئے فرمایا "میں کہتا ہوں کہ میں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے" حضرت کا یہ کہنا تھا کہ جیپ کا انجن بالکل ہی بند ہو گیا۔ ڈرائیور نیچے اترا اور انجن میں ٹھوک ٹھاک شروع کیا لیکن انجن اسٹارٹ نہیں ہوا تو حضرت نے بڑے اطمینان سے فرمایا "اب آپ انجن ٹھیک کیجئے ہم لوگ نماز عصر ادا کرلیتے ہیں" آم کے ایک باغیچہ میں عصر کی نماز ادا کی گئی۔ جبتک ڈرائیور انجن ہی ٹھیک کرتا رہا۔ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور ہم لوگ حضرت کے ارد گرد نہایت مؤدب بیٹھے رہے حضرت والا حضرت جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے بچپنے کے کچھ احوال کو بیان فرمانے لگے۔ جب خاموش ہوئے تو میں نے لاؤڈ سپیکر کی آواز پر اقتدا کا مسئلہ چھیڑ دیا کیونکہ ان دنوں یہ سلگتا ہوا مسئلہ تھا اور حضرت بحر العلوم مولانا سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اس کے ذریعہ اقتدار کی صحت پر اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگائے ہوئے تھے۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان نے پہلے صوت اور صدیٰ کے فرق کو واضح فرمایا پھر دونوں کی شرعی حیثیت کو بیان کیا اخیر میں ارشاد فرمایا کہ لاؤڈ سپیکر کے صانعین و ماہرین کے مطابق اس کی آواز صوت متکلم نہیں بلکہ صدیٰ متکلم ہے جسے اردو زبان میں آواز بازگشت یا گونج کہا جاتا ہے، اور کتب فقہیہ میں اس کی نظیریں موجود ہیں کہ صدیٰ شرعی معاملات میں واجب الاتباع نہیں۔ پھر کیا ضروری ہے کہ نماز میں خواہی نخواہی لاؤڈ سپیکر کو دخل انداز کیا ہی جائے حالانکہ اس بدعت کی وجہ سے ایک سنت کریمہ مٹتی جارہی ہے، پھر میں نے تو کہیں نہیں پڑھا ہے کہ تمام مقتدیوں کیلئے قرأت امام کا سننا فرض یا واجب یا سنت ہے۔ پھر کس لئے اسکے استعمال کی ضد ہے؟ قرآن پاک میں تو جہری نمازوں کے اندر بھی معتدل و متوسط آواز میں قرأت کا حکم ہے نہ کہ آلہ مکبر الصوت کے ساتھ استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ علم و حکمت کے دریا بہالے ہے تھے۔ ادھر جیپ کا

انجن ٹھیک ہوگیا، ڈرائیور نے پھر چلنے پر اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا اب مغرب کی نماز پڑھ کر چلوں گا۔ مغرب کی اذان ہوئی جماعت ہوئی، چار پانچ آدمی قریبی آبادیوں سے بھی آگئے تھے۔ نماز مغرب کے بعد وہ لوگ داخل سلسلہ ہوئے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوکر گیارہ بارہ بجے رات میں مظفر پور پہنچے۔ حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ نے عرض کیا حضور حکم ہو تو میں بھی بریلی شریف چلوں، حضور مفتی اعظم نے فرمایا آج ۱۲ صفر ہے کل شام تک بریلی پہنچا جا سکتا ہے اور جبتک تجہیز و تدفین عمل میں آچکا ہوگا۔ اگر آپ اپنے وعدوں کی وجہ سے کہیں کے پابند نہیں ہیں تو چل سکتے ہیں۔ حضرت حافظ ملت نے عرض کیا میں جمشید پور، بوکارو وغیرہ کیلئے وعدہ کر چکا ہوں، پھر مظفر پور ہی سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ جنوبی بہار کیلئے روانہ ہوگئے۔ اور حضور مفتی اعظم 9-UP ٹرین کے ذریعہ لکھنؤ ہوتے ہوئے تیرہ صفر کی شام کو بریلی شریف پہنچے۔ اپنے دولت کدہ (رضا نگر) نہ جاکر اسٹیشن سے سیدھے خواجہ قطب تشریف لیگئے۔ جہاں اپنی صاحبزادی صاحبہ اور نواسے، نواسیوں کو تسلی دی۔ حضور مفسر اعظم علیہ الرحمہ کیلئے دعاء مغفرت فرمائی اور دعاء و تعزیت کے بعد پا پیادہ رضا نگر تشریف لائے جہاں روضۂ اعلیٰ حضرت میں حضور مفسر اعظم دفن ہوئے تھے، دیر تک فاتحہ خوانی میں مصروف رہے۔ پھر اپنی نشست گاہ میں تشریف لائے۔

حضور مفسر اعظم کی یادگاریں

آپ کی یادگاروں میں دارالعلوم منظر اسلام (جامعہ رضویہ)، ماہنامہ اعلیٰ حضرت اور تصانیف مبارکہ کے علاوہ آپکی اولاد امجاد ہیں جو، "حامدٌ منّی اَنا من حامدٍ" کی پیشین گوئی کے مطابق چمنستان رضویت کے سدا بہار برگ و بار سرسبز و شادابی اور اس کی آبرو ہیں، مولیٰ تعالیٰ اس گلستان علم و معرفت کو اہلسنت و جماعت کے لئے ہمیشہ فیض رساں رکھے اور باد صرصر کی مسمومت سے بچائے۔ آمین۔

حضور مفتیِ اعظم علیہ الرحمہ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ صاحبزادوں کے اسمار گرامی یہ ہیں۔

(۱) ریحانِ ملت حضرت علامہ مولانا الحاج شاہ محمد ریحان رضا خاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

(۲) حضرت مولانا شاہ محمد تنویر رضا خانصاحب (جو نوجوانی کے عالم میں مفقود الخبر ہو گئے)

(۳) جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ الحاج شاہ محمد اختر رضا خانصاحب عرف ازہری میاں قبلہ (تاج الاسلام والمسلمین)

(۴) پیر طریقت مولانا ڈاکٹر محمد قمر رضا خاں صاحب (بی، اے، علیگ)

(۵) معمار ملت حضرت مولانا شاہ محمد منان رضا خان صاحب، مہتمم دارالعلوم نوریہ رضویہ بریلی شریف۔

صاحب زادیوں میں بڑی صاحبزادی کا نکاح جناب شوکت علی خاں صاحب سے ہوا، جو کراچی منتقل ہو گئیں اور وہیں مستقل بود و باش اختیار کیا۔ ان کو چار لڑکیاں ور دو لڑکے ۱ء فرحت حسین ۲ء سعدی ہوئے۔ منجھلی صاحب زادی کا نکاح جناب عبدالحبیب خان صاحب بدایوں سے ہوا۔ جن سے ایک لڑکا محمد فروز اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ تیسری صاحبزادی لاولد ہیں۔

(۱) ریحانِ ملت علیہ الرحمہ کے سات صاحبزادے ہوئے جن سے بحمدہ تبارک و تعالےٰ پانچ صاحبزادے بقید حیات ہیں اور اسلام و سنت کے خدمات انجام دے رہے ہیں۔ (الف) سبحان رضا خاں سبحانی میاں۔ (ب) عثمان رضا خان، (ج) توقیر رضا خاں، (د) توصیف رضا خاں (ہ) تسلیم رضا خاں اور دو صاحبزادیاں کہ دونوں صاحبِ اولاد اور بقید حیات ہیں، انکے لڑکوں کے نام سیف رضا، صفوان رضا، اور سفیان رضا

ہیں۔

(الف) حضرت علّامہ مولانا الحاج شاہ سبحان رضا خانصاحب زید مجدہ، حضرت ریحانِ ملّت کے بڑے صاحبزادے ہیں اور آپ ہی سجّادہ اعلیحضرت علیہ الرحمہ کی زینت دار العلوم منظر اسلام کے مہتمم اعلیٰ، ماہنامہ اعلیٰ حضرت کے مدیر اعلیٰ اور جائداد موقوفہ کے متولی ہیں، سارے اعراس واجلاس کا اہتمام آپ ہی کے ذمہ ہے۔ بہت ہی شریف صالح، نیک خو اور مہمان نواز ہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک صاحبزادی اور دو صاحب زادوں احسن رضا، مستحسن رضا سے نوازا ہے۔

(ب) حضرت عثمان رضا خاں، آپ بہت ہی مخلص، محنتی، مہمان نواز ہیں، دینی کتابوں کی اشاعت کا فطری ذوق رکھتے ہیں۔ اپنے آباء واجداد کے علاوہ دوسرے علماءِ اہلسنّت کی تصانیف کی طباعت واشاعت میں مصروف رہتے ہیں۔ آپ اپنے تینوں صاحبزادوں کو اسلام وسنّت کا سپاہی بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ مولیٰ تعالےٰ انہیں نیک مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔ صاحب زادوں کے اسماء یہ ہیں، شیران رضا، ارسلان رضا، اور عفوان رضا۔

(ج) حضرت توقیر رضا خاں۔ آپ رضوی پریس اور زمینداری کے گاؤں کا ذمہ سنبھالے ہوئے ہیں۔ علماءِ اہلسنّت سے گہری عقیدت اور مذہب اہلسنّت کی اشاعت کا جذبہ آپکے رگ وپے میں ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ابھی تک دو حسین صاحب زادوں کے وجود سے آپکو نوازا ہے، فرمان رضا، ارمان رضا۔

(د) خطیب الہند حضرت علّامہ مولانا الحاج شاہ توصیف رضا خانصاحب زید مجدہ، میدانِ خطابت وسیاست میں آپ کو اپنے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی جانشینی ملی ہے، کل ہند جمیعۃ العوام کے صدر، رضا ڈپلوما کورس کے بانی، سیاسی وسماجی مسائل کو ایوانِ حکومت تک پہنچانے والا بے خوف لیڈر، اور ملک وملّت کے سلگتے ہوئے مسائل

پر بے لاگ تبصرہ کرنیوالا ایک عظیم مبصر، آپکی ذاتِ گرامی ہے۔ مذہب و مسلک کی اشاعت و تحفظ کے اعتبار سے اگر آپ کو دیکھئے تو برِاعظم الشیا، یورپ، امریکہ اور افریقہ کی ہر اس مسلم آبادی میں آپ کی شہرت و پزیرائی ہے جہاں سنّیت کا ذرا بھی ماحول ہے۔ قدرت نے ذہن و فکر انجمن ساز عطا فرمایا ہے جہاں تشریف لیجاتے ہیں کسی نہ کسی انجمن کا قیام عمل میں آجاتا ہے۔ آپکے بڑے بھائی جان یعنی صاحبِ سجّادہ مدظلہٗ العالی نے آپ کو اپنی نیابت بھی عطا فرما رکھی ہے۔ حضرت حق جل مجدہٗ نے آپ کو طوبیٰ کی ایک حسین شاخ بشکلِ صاحبزادی اور فیضِ رضا کا سرچشمہ بنام عادل عطا فرما رکھا ہے۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان دونوں کو اسم بامسمّیٰ اور فیضانِ رضا سے شاد کام فرمائے آمین۔

(۵) حضرت قاری تسلیم رضا شیراز نوری۔ آپ حضور ریحانِ ملّت کے سب سے چھوٹے صاحبزادے اور بڑی بڑی خوبیوں کے مالک ہیں۔ بزرگوں کا احترام، علماء کا ادب بھائی بہنوں کی عظمت و عزّت آپ کی سرشت میں داخل ہے، دینی جلسے جلوس اور نعتیہ مشاعرہ کے بیحد شوقین ہیں۔ اپنے جیب خاص اور محنت سے ایسی مجلسوں کا اہتمام فرماتے رہتے ہیں جن میں اکابر ملّت کی شخصیتیں علمی انداز میں اجاگر کی جائیں اور عوام کو ماضی کا آئینہ دکھایا جائے۔ آپ بہت ہی منکسرالمزاج اور مہمان نواز صالح جوان ہیں۔ تادم تحریر صرف ایک لڑکا (تنعیم رضا) اور ایک لڑکی کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ مولیٰ تبارک وتعالیٰ مزید خوشیوں سے آپ کو ہمکنار فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

(۳) تاج الاسلام حضرت علّامہ الحاج شاہ مفتی محمد اختر رضا خانصاحب ازہری میاں قبلہ۔ آپ حضور مفسرِ اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے تیسرے بلند اقبال صاحبزادے ہیں۔ بریلی شریف منظر اسلام کے بعد آپ کی فراغتِ علمی دنیا کی مشہور عربک یونیورسٹی جامعہ ازہر مصر سے ہوئی۔ وہاں سے آپنے عربی ایم، اے کی ڈگری حاصل کی۔ بالکل اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر ہیں۔ حضور سیدنا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کی

جانشینی کا پورا پورا حق ادا کر رہے ہیں۔ مجلس شرعی مبارکپور، آل انڈیا سنی جمیعۃ العلماء اور مرکزی دارالافتاء بریلی شریف کے سربراہِ اعلیٰ اور پورے ملک کے اکابر و اصاغر علماء اہلسنت کے مرجع، ملک و بیرونِ ملک میں اہلسنت و جماعت کے پھیلے ہوئے ہزاروں اداروں، مدارس و جامعات اور مذہبی تنظیموں کے سرپرست و صدر ہیں لاکھوں لاکھ طالبانِ حق کے مرشد کامل اور استاذ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل حضرت کا سایۂ کرم اہلسنت و جماعت کی دنیا پر دراز سے دراز تر فرمائے۔ اور انکے فیوض و برکاتِ علمیہ و روحانیہ سے متمتع اور فیضیاب کرے۔ آمین۔

حضرت والا کی پانچ صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ عسجد رضا ہیں، جو عصری علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم و فنون کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ انہیں انکے آباؤ اجداد کا سچا جانشین بنائے۔ مخدومی حضرت مولانا عسجد رضا زید مجدہ کی شادی خانہ آبادی حضرت گرامی علامہ مولانا سبطین رضا صاحب قبلہ کی صاحبزادی سے ہو چکی ہے جن سے تین صاحبزادیاں ہیں۔

(۴) حضرت مولانا الحاج ڈاکٹر محمد قمر رضا خاں۔ آپ اور حضرت تاج الاسلام دونوں بھائی بالکل ہمشکل ہیں۔ اور اس مشابہتِ ہم شکلی نے آپکی زندگی میں انقلاب برپا کیا۔ باوجودیکہ عصری تعلیم سے پوری طرح آراستہ ہیں لیکن بجائے ڈاکٹر لائن میں جانے کے آپنے مذہب و مسلک کی اشاعت کو زیادہ ضروری اور طبعی رجحان سے قریب تر پایا جس کیلئے شب و روز سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے رہتے ہیں اور گم گشتگانِ راہ کو منزلِ حق سے قریب تر فرماتے رہتے ہیں۔ اب آپ ڈاکٹر کم اور پیر طریقت زیادہ ہیں۔ آپ کو دو لڑکی اور تین لڑکے ہیں ۱۔ عمر رضا، ۲۔ عامر رضا، ۳۔ عاصم رضا۔

(۵) حضرت مولانا شاہ محمد منان رضا خاں صاحب، عرف منانی میاں قبلہ آپ

حضور مفسر اعظم کے صاحب زادوں اور صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹے اور سب سے زیادہ دلارے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سفر وحضر میں اکثر اپنے ساتھ رکھتے، اور آپ پر پیار و محبت کی بارش فرماتے ۔ حضرت کے وصال کے بعد آپ کی فراغتِ علمی ہوئی سرکار مفتی اعظم علیہ الرحمہ نے آپکے سر دستار فضیلت باندھا اور اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ آپ نے فتاویٰ رضویہ کی ایک غیر مطبوعہ جلد اور اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کے کئی رسالے طبع کرائے ۔ سنّیت کے فروغ کا خاندانی ذوق آپکے اندر ہے اسی لئے آپنے شہر بریلی کے کنارے نہایت مناسب علاقہ میں ایک عظیم الشان جامعہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام "جامعہ نوریہ رضویہ" ہے آج وہاں درجنوں بزرگ اور محنتی اساتذہ واتالیق اپنا اپنا تدریسی کام انجام دے رہے ہیں۔ طلباء کے قیام وطعام کا انتظام بھی جامعہ ہی کے اندر ہے بہت ہی وسیع وعریض عمارتوں پر مشتمل یہ جامعہ رواں دواں ہے۔ اسکے اہتمام و انتظام کی پوری ذمہ داری آپکے کندھوں پر ہے ۔ ہر سال عرس رضوی کے مبارک موقع پر اس جامعہ کے طلباء کی فراغت علمی اور دستار بندی ہوتی ہے، اس جامعہ کو فروغ دینے اور مثالی ادارہ بنانے کیلئے آپ مسلسل محنت وسفر فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو تین صاحبزادیاں اور دو صاحب زادے (۱۔ اسمانی میاں ۲۔ حنانی میاں) عطا فرمائے ۔ جنکی تعلیم وتربیت دینی ماحول میں ہو رہی ہے۔

حضور مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ کو جوّاد ازل جلّ جلالہٗ وعمّ نوالہ نے اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ کی پیشینگوئی و دعا کی برکت سے کثیر العیال بنایا۔ اگر پوتیوں پر پوتیوں اور نواسے نواسی کا شمار نہیں بھی کیا جائے تو بحمدہ تعالیٰ تادم تحریر حضرت والا کے دو درجن پوتے موجود ہیں جن سے چمنستانِ رضا ہے دن بدن سر سبز وشادابی آئی اور اسکا برگ وبار انشاء اللہ تعالیٰ بڑھتا ہی جائے گا۔

نوٹ: حضور سیدنا مفتی اعظم علیہ الرحمہ والرضوان کا فیضان وکرم پورے ملک

پر محیط ہے اور غیر ملکوں میں بھی دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ لیکن نسبی سلسلۂ رضویت کا فروغ آپ کی ذاتِ گرامی سے نہیں ہو سکا۔ جس کو اعلیحضرت عظیم البرکۃ کی دوربین نگاہوں نے قبل از وقت ہی دیکھ لیا تھا۔ "اَنَا مِنْ حَامِدٍ"، پھر وہی ہوا جو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔

حضور سیّدنا مفتی اعظم علیہ الرحمہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک جیتا جاگتا خوبصورت بیٹا عطا فرمایا تھا جو شیر خوارگی ہی کے عالم میں حق تبارک و تعالیٰ کو پیارا ہو گیا اور ایام رضاعت کی بھی تکمیل نہیں فرما سکا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا۔ البتہ چھ صاحبزادیاں ہوئیں جن میں بڑی صاحبزادی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہا ولیہ کاملہ اور صاحبۂ کرامات و کشف خاتون تھیں۔ دوسری صاحبزادیوں پر بھی والد ماجد کی ولایت و قطبیت کا اثر تھا سب ہی متقیہ و پرہیزگار اور عبادت گزار تھیں، سبھوں نے عمر طبعی پا کر جام وصال نوش کیا اور اپنے پیچھے وارثین کو چھوڑا۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے یہ چھ پسران نسبتی تھے۔

● حضور مفسر اعظم ہند ● حضرت قبلہ ساجد میاں ● حضرت ادریس رضا خاں لالہ میاں ● حضرت لاڈلے میاں برکھن (پیلی بھیتی) ● حضرت خلیل الرحمٰن خانصاحب اوجین، ● حضرت فضل الرحمٰن خاں صاحب۔ اجین، رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

تعزیّت نامے

حضرت کے وصال پُر ملال کے بعد اہل شہر اور قرب وجوار کے رہنے والوں نے تو سنّت کریمہ کے مطابق تین دنوں کے اندر زبانی تعزیّت ادا کی لیکن دور و دراز علاقوں میں رہنے والے حضرات کی طرف سے مہینوں تعزیت ناموں کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ سیکڑوں کی تعداد میں منثور و منظوم تعزیّت نامے آئے، جس سے آپکی مقبولیّت کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ یہاں ان تمام تعزیّت ناموں کو نقل کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ مشہور و معروف اکابر ملّت اور علمائے اہلسنّت نے جو تعزیّت نامے نثر و نظم میں ارسال فرمایا ان میں سے بعض یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ جن سے معلوم ہو گا کہ حضرتِ والا کی رحلت امتِ مسلمہ کیلئے ایک عظیم

اور دردناک سانحہ ہے، جس نے اکابرِ اہلسنت کو بے قرار واشکبار کردیا۔

برہان الملۃ حضرت علامہ مفتی شاہ محمد برہان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم سی پی خلیفہ اعلیٰحضرت

۹۲/۸۶ء۔ عزیز القدر سعادت شعار مولانا ریحانی میاں! سلام و دعاء

مزید حیات ترقی درجات۔ مولیٰ عزوجل آپ سب بھائیوں بہنوں اور آپ کی محترمہ والدہ کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ انتہائی غم واندوہ کے ساتھ اپنے محترم آقازادہ، آپ کے والد ماجد حضرت مولینا جیلانی میاں علیہ الرحمہ کے وصال کی پُرحزن وملال خبر تار میں پڑھ کر آنکھوں سے بے پناہ آنسو رواں ہوگئے،، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

میرے بچو! باوجود بخار کے اسی دن کلکتہ میل سے اسی وقت روانہ ہونے کی تیاری کی، فون پر انکوائری سے معلوم ہوا کہ کلکتہ میل دو منٹ میں چھوٹ رہا ہے، تو کلکتہ میل سے روانہ ہونے پر بھی کسی طرح دفن کے وقت نہ پہنچ سکتا تھا۔

برخوردارم! مرحوم کے ضعف اور مرض کی حالت جو فقیر نے آخری ملاقات کے وقت دیکھی، مایوس کن تھی۔ بہرحال ایک سایۂ عاطفت تھا جو نہ صرف آپ صاحبزادوں پر سے بلکہ اہلسنّت پر سے اٹھ گیا۔ عَلَیْہِ رَحْمَۃُ رَبِّنَا الرَّحِیْم۔

آپ تمام بھائیوں کو صبر وہمّت لازم ہے۔ اور اپنی دکھیا ماں کے دل کو ڈھارس دینا بھی۔ میری طرف سے بہت دُعا رکہنا اور حتی الامکان اپنے محترم والد علیہ الرحمہ کے وقار کا خیال رکھنا، حضرت مفتی اعظم ہند مدظلّہ سے ایسا طرز عمل اختیار کیجئے کہ ان کے ہاتھ مضبوط ہوں اور آپ لوگوں پر اُنہیں پورا اعتماد ہوجائے پھر وہ آپکے نانا ہیں اور دادا بھی۔ لہٰذا ان کی سرپرستی ہی انشاء اللہ العزیز آپ لوگوں کیلئے باعثِ عزت وافتخار ہوگی۔ ۱۲ صفر کو صبح یہاں بہت بڑے اجتماع میں ختماتِ قرآن کریم وفاتحہ کے بعد تبرک تقسیم ہوا۔ فقیر نے حضرت ممدوح علیہ الرحمہ اور خاندان سے دیرینہ وابستگی اور تعلقات کا ذکر کیا۔ پورا مجمع چشم پرآب آہ برلب تھا، انشاء اللہ العزیز عرس اقدس میں

اگر صحت نے اجازت دی تو حاضر ہو کر قبر شریف سے استفادہ کروں گا۔

فقیر آستاں

برہان الحق قادری رضوی غفرلہ، جبلپور

جلالۃ العلم حافظ ملت حضرت علامہ حافظ
شاہ عبد العزیز صاحب محدث مرادآبادی، بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور

۸۶/۹۲ء

مکرم و محترم و محتشم جناب مولانا اختر رضا خان صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

طویل سفر سے واپسی پر آپ کے والد صاحب علیہ الرحمہ والرضوان کی خبر رحلت ملی۔ حضرت موصوف صوری و معنوی تمام خوبیوں کے جامع تھے۔ جامع الکمالات تھے۔ دین متین کی بڑی زریں خدمت انجام دیتے تھے۔ حضرت مرحوم کا وجود بڑا ہی قیمتی وجود تھا۔ ان کی رحلت سے ایک خلا محسوس ہو رہا ہے۔ سخت صدمہ ہے نہایت افسوس ہے مشیت ربانی میں بجز صبر چارہ نہیں۔ لہ ما اعطا ولہ ما اخذ وکل شیٔ باجل مسمّی فلتصبر والتحتسب۔ آپ صبر کریں متعلقین کو صبر کی تلقین فرمائیں، مولائے کریم آپ کو صبر جمیل، اجر جزیل عطا فرمائے، اور حضرت موصوف کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ اور ان کے فیوض و برکات آپ سے جاری ہوں، آمین،

حضرت قبلہ کیلئے دار العلوم اشرفیہ میں جلسۂ تعزیت منعقد ہوا، ۲۲ ختم مجید اور ۱۷ پارہ کا ایصالِ ثواب کیا گیا۔ مولائے کریم قبول فرمائے، اور حضرت موصوف کیلئے رفعت درجات کا سبب قرار دے آمین۔ جملہ

احبابؔ کو سلام مسنون اور تعزیت۔

عبدالعزیز عفی عنہ۔

مبلغ اسلام حضرت مولینا سید شاہ

محمد عارف اللہ صاحب میرٹھی، صدر جمیعۃ العلماء پاکستان

۸۶/۹۲ء

محترمی! زیدت معالیکم۔ سلام مسنون نیاز مشحون

۲ر بجے شب آپ کا مرسلہ تار موصول ہوا، حضرت جیلانی میاں (مفسر اعظم ہند) مرحوم مغفور کی رحلت نے دنیائے سنیت میں خلا پیدا فرمادیا۔ حضرت حق جل مجدہ اس کمی کو پورا فرمائے اور صاحبزادگانِ خانوادۂ رضویہ کو خدمتِ دین واشاعتِ سنیت کا صحیح اہل بنائے۔ اور آپ سب حضرات کی سرپرستی اور تمام اہلسنت کی قیادت کیلئے حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کو عمر طویل عطا فرمائے۔

حضرت مبرور ایک بار راولپنڈی تشریف لائے تھے اور انکی پاکیزہ صحبت کے اثرات آج تک دل پر نقش ہیں۔۔۔۔۔ میں نے آج صبح تمام مقامی اخبارات میں اس خبر کی اشاعت اور ۱۶ر جون بعد نماز جمعہ آستانہ جات اور مساجد میں بالعموم اور فقیر کدہ پر بالخصوص ایصالِ ثواب کیلئے قرآن خوانی کی مجلس کے انعقاد کا اعلان بھیج دیا ہے۔ میری طرف سے متعلقین و پسماندگان سے اظہار تعزیت فرمادیجئے۔ پاک وہند کی باہمی کشمکش مخل ہے ورنہ تعزیت کیلئے حاضر ہونے کی سعادت پاتا۔ احباب اہلسنت سے سلام فرمادیجئے۔

دعاگو۔ شاہ محمد عارف اللہ قادری۔

حضرۃ العلام مولٰینا شاہ عبد المصطفٰی صاحب اعظمی محدث دھوراجی

۸۶/۹۲ء حضرت مخدوم زادہ محترم جناب مولانا ریحان رضا رحمانی میاں صاحب! زید مجدکم۔ السلام علیکم والرحمہ۔ مزاج گرامی!

آپ کے والد ماجد نبیرۂ اعلیٰحضرت علامہ شاہ مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں صاحب (مفسر اعظم) علیہ الرحمہ کے ارتحال پُر ملال کی خبر تار سے ملی۔ انتہائی رنج وصدمہ ہوا کہ حضور مرشد برحق حضرت اقدس مولینا شاہ حجۃ الاسلام صاحب قدس سرہ العزیز کی ایک بڑی نشانی سے ہم لوگ محروم ہو گئے۔ اور دنیائے سنیت ایک بہت بڑے کامیاب مدرس و پُرتاثیر مقرر وصاحب قلم عالم دین کے فیضان کے فقدان سے غمزدہ وسوگوار ہو گئی۔ افسوس صد افسوس، لیکن بہرحال رضا بالقضاء لازم ایمان ہے، اس لئے میں آپ کے اس رنج وغم میں شریک ہوتے ہوئے آپ سب عزیزان کو صبر کی تلقین وتعزیت تحریر کرتا ہوں، انّ للّٰہ ما اخذ وما اعطیٰ وکل شیٔ عندہ باجل مسمّی۔ انّ فی اللّٰہ عزًمن کلّ مصیبۃ وخلفًا من کلّ غایۃ فباللّٰہِ فثقوا وایاہ فارجواہ۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کے متعلقین کو صبر جمیل واجر جزیل عطا فرمائے، یہاں کے قرب وجوار میں ہر جگہ یہ خبر بھیج دی گئی ہے اور ہر جگہ ایصال ثواب کا اہتمام بھی ہوا ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور حضرت قبلہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ اور عزیزان کو ان کا خلف الصدق بنائے آمین۔ قبر شریف پر مجھ فقیر اور دھوراجی کے برادران اہلسنّت زید مجدہم کا سلام عرض فرما دیجئے، والسلام

ضیغم اہلسنت مناظر جلیل حضرت مولانا ابو الظفر محب رضا محبوب علی خانصاحب رحمۃ اللہ علیہ

مدنپورہ بمبئی

۹۲/۸۶ء۔ شاہزادۂ مکرم مولینا محمد ریحان رضا خانصاحب زید مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حادثۂ فاجعہ کا قلبی وروحی صدمہ ہے۔ حکم الٰہی میں کیا چارہ سوائے صبر کے، اور صبر کرنے والوں ہی کیلئے اجر ہے، اعظم اللہ تبارک وتعالے اجرکم فی اعطاء الصبر، خدائے تعالیٰ آپ اور والدہ ماجدہ اور جملہ اخوان اخوات واعزاء کو صبر عطا فرمائے آمین، آمین اور حضرت سیدنا ابراہیم رضا، علیہ الرحمۃ والرضوان کے درجات بلند فرمائے اور جنات علیا میں حضور سیدنا اعلیحضرت قبلہ کے قرب میں جگہ بخشے آمین، رفت جنت نبیرۂ مرشدی۔
۱۳۸۵ھ
۱۹۶۴ء

سگ رضوی، فقیر ابو الظفر محب رضا رضوی لکھنوی غفرلہٗ

سنی بڑی مسجد مدنپورہ بمبئی

شہزادہ وجانشین حضور محدث اعظم حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب اشرفی الجیلانی کچھوچھوی

باسمہ تعالیٰ، شہزادگان والاتبار! سلام ورحمت

والد محترم حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار شریف کے قریب بیٹھا ہوا تھا ڈاکیہ نظر آیا۔ تار دیا، اس کو کھولا، بے ساختہ زبان سے نکلا، "انا للہ وانا الیہ راجعون" آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، یہ حقیقت اپنی جگہ پر ہے کہ آفتاب غروب ہوا کرتا ہے، فنا نہیں ہوتا اور غروب ہو کر بھی جس دنیا سے غروب ہوتا ہے وہاں چاند ستاروں کے ذریعے اپنی روشنی پہنچایا کرتا ہے، گویا اس کا ربط اس دنیا سے ختم

نہیں ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ پہلے بے واسطہ فیضان نور کر رہا تھا اور اب بذریعہ واسطہ و توسل ـــــ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ پر ہے کہ آفتاب کا یہ غروب بھی اپنی جگہ ہے جیسے ہم اپنی دنیا کا غروب کہتے ہیں وہ کسی اور دنیا کا طلوع ہے۔ ـــــ اس بات کی صداقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نفس الامر میں آفتاب ہمیشہ نصف النہار پر رہتا ہے، خواہ وہ ہمارا نصف النہار ہو یا کسی اور کا۔ اِس دنیا کا نصف النہار ہو یا اُس دنیا کا۔ مگر یہ حقیقت بھی ناقابلِ انکار ہے کہ جب آفتاب غروب ہوتا تو ساری دنیا پر غم و الم کا اندھیرا چھا جاتا ہے، دل کی زبانِ حال پکار اٹھتی ہے کہ میرے آفتاب! مجھے یقین ہے کہ تو میری دنیا سے غروب ہو کر کسی اور دنیا کے نصف النہار پر ضیا باریاں کر رہا ہے، لیکن تیری جدائی سے یہ جو اندھیرا چھا گیا ہے، اسے کیسے دور کیا جائے؟ آسمان تو ستاروں سے بقعۂ نور بنا ہوا ہے لیکن زمین کے ذرّوں میں تابانی کہاں سے لائی جائے، تو نے چاند کے ذریعہ فیضانِ نور کیا تو ہمیں چاندنی ملی، جو ہماری نگاہوں کا نور اور دل کا سرور بنی، لیکن تیرے رہنے سے ذرّوں میں جو تابانی تھی وہ نظر نہیں آتی، حقیقت تو یہی ہے۔

سحر کے جلوے نہ ہوں گے پیدا ہزار چمکا کریں ستارے
طلوعِ خورشید ہی سے آفاق کو نئی زندگی ملے گی

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہمارا جانے والا آفتابِ نیم روز، خاندانِ رضویہ کا باوقار شہزادہ وچشم و چراغ اور اپنے آباؤ اجداد کی ایسی سچی یادگار تھا کہ دنیا اسے مفسرِ اعظم کہنے پر مجبور ہو گئی۔ اس لئے کہ یہ وہ حقیقتیں ہیں جو روزِ روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ ـــــ لیکن اتنا کہنے پر جی نہیں

مانتا کہ خدا جانے اس امتِ مسلمہ کی آزمائش کی انتہا کیا ہے؟ جو اپنے سچے بہی خواہوں کی رہنمائی سے محروم ہوتی جارہی ہے ؎

جو بادہ کش تھے پُرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دَوام لا سَاقی

میرے شہزادو! آپ اپنے شفیق باپ کی شفقتوں سے جُدا ہوگئے اور قوم مسلم اپنے ایک مہربان دوست سے۔ مگر غم والم کی اس تاریکی میں بھی یہ تصور ہمارے دل و دماغ کیلئے اطمینان بخش ہے کہ ہم تو اپنے جانے والوں سے دور ہو گئے لیکن ہمارا جانے والا آج بھی ہم سے قریب تر ہے آپ پر اس کا فیضانِ خاص ہوگا، اور آپ لوگ انشاء اللہ آسمانِ علم و ہدایت پر نجم و قمر بن کر چمکیں گے، ــــــ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپکو اپنے والد محترم کا سچا جانشیں بنائے اور آپکے ذریعہ سَاری قوم، آپکے والد محترم کے فیضان سے فیضیاب ہوتی رہے۔ میں آپ لوگوں اور جملہ متعلقین کی خدمت میں کلماتِ تعزیت پیش کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ مفسر اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے، اور ان کے اخلاق کے ذریعہ ان کے فیضان کو ہم میں جاری رکھے۔ اور آپ لوگوں اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یا مجیب السائلین بحق طٰہٰ و یٰس بحرمتہ سید المرسلین علیہ وعلیہم التحیۃ والتسلیم۔ ۔ ۔ ۔

غمزدہ ــــ محمد مدنی

فاضل جلیل حضرت مولٰینا مفتی محمد رجب علی صاحب قادری رضوی نانپاروی

۹۲/۸۶ء ۔ مخدومی حضرت شاہزادۂ گرامی ! السلام علیکم

حضرت اقدس مخدومنا المکرم علیہ الرحمہ کے وصال کی خبرِ جانکاہ نے دلوں کو پاش پاش کر دیا، آہ ! وہ پیکرِ اخلاص، حامی سنت، ماحیٔ ضلالت مفسرِ اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان، اب ہم سے بظاہر جدا ہو گئے۔ مولیٰ کریم وکارساز اپنے جوارِ کرم میں حضرت علیہ الرحمہ کو مراتبِ عالیہ بخشے اور آپ سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔ فقیرِ بے مایہ کے دل پر جو گزری وہ احاطۂ تحریر سے باہر ہے۔ مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ داعلیٰ، مولیٰ تعالیٰ ہی کا ہے جو اس نے عطا فرمایا اور اسی کا ہے جو اس نے لے لیا، ہر شئے کی اسکے یہاں عمر مقرر ہے، جس سے کمی بیشی نا متصور۔

مخدوما دعزیزا ! اب آپ اس مسلک مبارک کی ترویج اور اس کے نشر واشاعت میں بجان ودل متوجہ ہو جائیں جس کی تعلیم آپ کے گھر سے دنیائے اہلسنت کو ملی ہے، اپنے علم وعمل سے عالم کو سنوارئیے اور اب سنی دنیا میں ایک نیا انقلاب برپا کیجئے۔

کام کر جائے جو دینِ پاک کا ❖ ہو گیا وہ کامیاب زندگی
ٹوٹ جاتا ہے ہوا کی ٹھیس سے ❖ کتنا نازک ہے حبابِ زندگی

(رجب علی قادری)

صاحبِ حلم وحیا تھے شاہِ جیلانی میاں ❖ پیکرِ رشد وھُدیٰ تھے شاہ جیلانی میاں
تھا جبین پر انکے روشن صدق گفتاری کا نور ❖ کیوں نہ ہو شیرِ رضا تھے شاہ جیلانی میاں
تھی تبسم میں نمودِ حسنِ اخلاقِ کرم ❖ کیا بہار جانفزا تھے شاہ جیلانی میاں
راہِ حق میں مرنے والا دوستو! مرتا نہیں ❖ رہبرِ راہِ وفا تھے شاہ جیلانی میاں

انکے رہنے سے پڑی رہتی تھی ہلچل کفر میں
حق ادا تھے، حق نما تھے شاہ جیلانی میاں
انکے وعظ و پند میں آتے تھے کیا نکتے عجیب
گنج عرفانِ خدا تھے شاہ جیلانی میاں
انکے جانے سے یہ محفل آہ! سونی ہوگئی
رونقِ بزمِ رضا تھے شاہ جیلانی میاں
کہہ رہے ہیں اہل رشد و خیر سب ملکر رجب
گمرہوں کے رہنما تھے شاہ جیلانی میاں

عرسِ مفسرِ اعظم

ملک بھر میں حضرت کی وفات حسرت آیات کی خبر آناً فاناً پھیل گئی مدارس اہلسنت اور خانقاہوں میں ختمات قرآنِ پاک، محفل درود خوانی ہزاروں ہزار کی تعداد میں ہوئے۔ ملک و بیرونِ ملک کے گوشے گوشے میں تیجہ اور دسواں کی محفلیں منعقد ہوئیں۔ آپکی روح پر فتوح کو ایصال ثواب کیا گیا۔ اور نثر و نظم میں تعزیت ناموں کے آنے کا سلسلہ جاری رہا۔ آپ کا عرس چہلم عرسِ اعلیحضرت میں ضم کر دیا گیا پھر بھی ملک کے طول و عرض میں چالیسواں کے موقع پر ایصال ثواب کے جلسے ہوئے، امسال عرس اعلیحضرت عظیم البرکۃ کی بھیڑ بھاڑ اور کثرت ازدہام نے پچھلے تمام ریکارڈ کو توڑ دیا۔ سرکار مفتی اعظم ہند نے فرمایا امسال چادریں کثرت سے آئیں اور مجمع بھی بہت بڑا ہوا یہ سب جیلانی کے فاتحہ کی وجہ سے ہوا ہے ــــــــ اس موقع پر سجادہ نشین اعلیٰحضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام اور نور دیدہ مفسر اعظم، حضرت ریحانِ ملت مولانا شاہ الحاج ریحان رضا خانصاحب عرف رحمانی میاں قبلہ نے ملک بھر کے تعزیت کنندگان اور ایصال ثواب کرنے والے حضرات کا شکریہ ادا کیا اور ایک معرکۃ الآرا تقریر کی جس کا اقتباس مندرجہ ذیل ہے۔

محترم المقام! حضرات علماء کرام و سامعینِ عظام!! السلام علیکم!

ورحمۃ اللہ تعالےٰ وبرکاتہٗ۔ یوں تو ہمیں یقین ہے کہ حضرت والد محترم ان ہستیوں میں سے تھے، جو کبھی نہیں مرتے، کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی ایسے سانچے میں ڈھال لی تھی کہ سوائے خدا اور رسول کی مدح و ثنا کے کوئی مشغلہ ہی نہ تھا، اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے، ذکر اللہ اور ذکر الرسول سے رطب اللسان رہتے تھے، قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ، پر ان کا ایمان کامل اور یقین محکم تھا۔ اطاعتِ رسول اور اتباعِ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے دل اور اعمال و کردار میں رچی بسی تھی، تو اس آیہ کریمہ کے مصداق وہ اللہ تعالےٰ کے محبوب ہو گئے تھے۔ ایسے حضرات مرتے نہیں بلکہ یَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ اِلٰی دَارٍ، ایک جگہ سے دوسری جگہ انتقالِ مکانی فرماتے ہیں۔ اور انکے فیوض و برکات کی نہریں حسبِ سابق جاری رہتی ہیں، بلکہ ان کے جوش و تموج میں پہلے کی نسبت بدرجہا زیادتی ہو جاتی ہے۔ مگر اس ظاہری جدائی اور مفارقت سے جو صدمہ اور ٹھیس دل کو پہنچتی ہے، وہ قابل برداشت نہیں ہوتی، یہی حال ہمارا بھی ہے کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت والد محترم آج بھی زندہ ہیں اور آج بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ دل کو قرار نہیں آتا، ہماری آنکھیں ان کی صورت دیکھنے کیلئے ترس رہی ہیں ہمارے کان ان کی آواز سننے کیلئے بیقرار ہیں۔

افسوس! آج ہمیں بیٹا کہکر پکارنے والا نہ رہا۔ پتہ نہیں ہم سے کیا ایسی خطا ہوئی تھی کہ جس کی پاداش میں ہمارا شفیق و رحیم باپ کو ہم سے جدا کر لیا گیا، ہم انکی نصیحتوں سے محروم ہو گئے، ہم پر یتیمی کا داغ لگ گیا آج ہر فرد ہمارا غمگسار ہے، ہمارا ہمدرد و چارہ گر ہے، جد امجد حضور مفتی

اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ ہمارے سرپرست اور ہمارے غم میں شریک ہیں، مگر پدرانہ شفقت ہمیں کس سے حاصل ہو، بیٹا کہکر ہمیں کون اپنے سینے سے لگائے۔ اور ابا کہکر ہم کس کی قدمبوسی کریں۔

آہ! اس درد کی دوا کسی چارہ گر کے پاس نہیں، اس غم کا مداوا کوئی غمگسار نہیں کر سکتا، اللہ تعالیٰ ہی سے دعا ہے کہ وہ ہم پر رحم فرمائے اور ہمیں صبر وسکون کی دولت سے نوازے آمین یا مجیب السائلین۔

منظوم تعزیت نامہ

از قلم جانشین مفتی اعظم، خلف اسعد حضور مفسر اعظم حضرت علامہ اختر رضا خانصاحب قبلہ اختر بریلوی

حامیٔ دین ھدیٰ تھے شاہ جیلانی میاں
بالیقیں مرد خدا تھے شاہ جیلانی میاں

مثل گل ہنگام رخصت مسکراتے ہی رہے
پیکر صبر ورضا تھے شاہ جیلانی میاں

چل بسے ہم کو دکھا کر راہ سیدھی خلد کی
دین حق کے رہنما تھے شاہ جیلانی میاں

ہجر کی نہ تاب لائے آخرش جا ہی ملے
عاشق خیر الوریٰ تھے شاہ جیلانی میاں

مال وزر سب کچھ نچھاور راہ حق میں کر گئے
کیسے مخلص پیشوا تھے شاہ جیلانی میاں

ہم کو بن دیکھے تمہیں اب کیسے چین آئے حضور
تم شکیب اقربا تھے شاہ جیلانی میاں

صبر وتسلیم ورضا کی اب ہمیں توفیق دے
تیرے بندے اے خدا تھے شاہ جیلانی میاں

شور کیسا ہے یہ برپا غور سے اختر سنو!
پر تو احمد رضا تھے شاہ جیلانی میاں

ایضاً۔ (تاثراتِ اختر از جامعہ ازہر)

نت نئی روز ایک الجھن ہے ۔۔۔ اُف غمِ روزگار کا عالم
کیف و مستی میں غرق ہے دنیا ۔۔۔ جانے کیا دلفگار کا عالم
اے خدا تجھ پہ خوب ظاہر ہے ۔۔۔ ہے جو مجھ سوگوار کا عالم
جانِ گلشن نے ہم سے منہ موڑا ۔۔۔ اب کہاں وہ بہار کا عالم
اب کہاں وہ چھلکتے پیمانے ۔۔۔ اب کہاں وہ خمار کا عالم
ہائے کیا ہو گیا گھڑی بھر میں ۔۔۔ وہ شکیب و قرار کا عالم
دارِ فانی سے کیا غرض اس کو ۔۔۔ جس کا عالم قرار کا عالم
اب وہ رنگینیاں نہیں یارب ۔۔۔ کیا ہوا سبزہ زار کا عالم

یاد آتا ہے وقتِ غم اختر
رخصتِ غمگسار کا عالم

از نتیجۂ فکر:۔ عالیجناب محمد رضا خاں صاحب، بنگش

دیکھے ہم کو صدمۂ جانکاہ جیلانی میاں ۔۔۔ آج لی جنت کی تم نے راہ جیلانی میاں
آسمانِ رضویت کے تھے چمکتے آفتاب ۔۔۔ حجۃ الاسلام کے تھے ماہ جیلانی میاں
اہلسنت آپکی فرقت سے سب بیچین ہیں! ۔۔۔ کس طرح چین آئے انکو آہ! جیلانی میاں
چپکے چپکے خلد کی تیاریاں کرتے رہے ۔۔۔ آج رخصت ہو گئے ناگاہ جیلانی میاں
خوب کی تبلیغ اوصافِ رسول اللہ کی! ۔۔۔ اور دکھائی سب کو سیدھی راہ جیلانی میاں
منکرینِ نعت کے منہ میں زبانیں گنگ تھیں ۔۔۔ ماحیِ بدعت تھے تم واللہ جیلانی میاں
درسِ حق دیتے رہے تقریر سے تحریر سے ۔۔۔ آپ تھے حق بین و حق آگاہ جیلانی میاں
سب عزیز و اقربا چھوٹے بڑے ہیں سوگوار ۔۔۔ ہے کچھ ایسا یہ غمِ جانکاہ جیلانی میاں

بنگش عاصی بھی ہے اس خانوادے کا غلام
یاد رکھنا حشر میں یا شاہ جیلانی میاں

جذباتِ عقیدت

حضرت الحاج مولانا حافظ شاہ حمید الرحمن صاحب سجادہ نشین خانقاہ رحمانیہ حامدیہ۔ پوکھریرا

تاجدارِ اہلسنت شاہ جیلانی میاں — یادگارِ اعلیحضرت شاہ جیلانی میاں
اے مفسر اے مجاہد اے مناظر اے امام — ہر طرف تھی تیری شہرت شاہ جیلانی میاں
ہیبتِ فاروق رخ پر اور جلال قادری — اب کہاں وہ نوری صورت شاہ جیلانی میاں
اے مرے حامی و والی، اے مرے مشکل کشا — کون آئے بہر نصرت شاہ جیلانی میاں
سرپرستی کون میری اب کریگا اے حضور! — ہوگئے ہو مجھ سے رخصت شاہ جیلانی میاں
میری آنکھوں سے ہیں پوشیدہ مگر زندہ ہیں آپ — کہہ رہی ہے صاف آیت شاہ جیلانی میاں

اس حمیدِ قادری پوکھریروی پر ہو مدام
آپ کی نظر عنایت شاہ جیلانی میاں

عقیدت کے آنسو

از رشحات قلم: حضرت علامہ نسیم بستوی

اخترِ برجِ شریعت شاہ جیلانی میاں
نیرِ علم رسالت شاہ جیلانی میاں

تاجدار اہلسنت شاہ جیلانی میاں!!
آفتاب قادریت شاہ جیلانی میاں

حجۃ الاسلام کے فرزند وہ بدرِ منیر
اور نبیرہ اعلیحضرت شاہ جیلانی میاں

پیکر علم و فضیلت اہلسنّت کے امین
ہو گئے اب ہم سے رخصت شاہ جیلانی میاں

آپکے جانے سے گلشن سونا سونا ہو گیا
آپنے دی جس کو عزت شاہ جیلانی میاں

کون اب ضو بار دنیا کو کریگا علم سے
اے چراغِ اہلسنّت شاہ جیلانی میاں

آپ لاثانی مبلغ اور مناظر بے مثال
قاطعِ ہر شرک و بدعت شاہ جیلانی میاں

تھے مفسر ایسے کہ اس دور میں ثانی نہیں
آپ پر نازاں تھی ملت شاہ جیلانی میاں

دور ہے الحاد کا اور سنّیت خطرے میں ہے
اب کریں کس سے شکایت شاہ جیلانی میاں

نجدیوں کے دل دہلتے تھے تمہارے نام سے
چھا گئی تھی ایسی ہیبت شاہ جیلانی میاں

اہلسنّت یاد میں مغموم ہیں ہجور رہیے !!
دیجئے تسکین و ہمت شاہ جیلانی میاں

آپکے پردے کی سنتے ہی خبر غم سے نسیم
رو پڑے اہل عقیدت شاہ جیلانی میاں

استاذ الشعراء علامہ مصطفےٰ رضا شبنمؔ کمالی خانقاہِ سمرقندیہ دربھنگہ۔

ابن الابن اعلیٰ حضرت وہ حق کی شمشیر
سیرت جسکی ابراہیمی جیلانی تنویر!

جس کا سینہ ہے بینہ کے جلووں کی جاگیر
شہر بریلی خاک ہیں تیری جس نے دی تاثیر

نازاں ہے اس ذات پہ بیشک تفسیر قرآن
ان پر تن، من، دھن قربان

از:- جناب شاہدؔ نیپالی، انگوا ضلع سرلاہی

داعیٔ رشد وہدیٰ تھے شاہ جیلانی میاں
صاحبِ جود وسخا تھے شاہِ جیلانی میاں

ساری دنیا کو پیام دین حق دیتے رہے
بالیقین شیر رضا تھے شاہ جیلانی میاں

نام جیسا آپ کا تھا ویسا ہی کر گئے!!
دین حق کے رہنما تھے شاہ جیلانی میاں

دیکے ہم کو داغ فرقت چل دیئے سوئے جناں
آہ کتنے پارسا تھے شاہ جیلانی میاں

شاہدؔ نوری یہی کہتا ہے، اے اہل سنن
بالیقیں مردِ خدا تھے شاہ جیلانی میاں!

از ۔ ڈاکٹر وصی احمد صاحب وصی واجدی مکرانی دھرمپور بھانڑسر نیپال

نورِ چشمِ حجۃ الاسلام جیلانی میاں
آج بھی ہے فیض تیرا عام جیلانی میاں

شادمانی بخشتی ہے ہر دلِ مغموم کو
ہر صفر کی گیارہویں کی شام جیلانی میاں

تیرے ہاتھوں سے محبت کا پیا ہے جس نے جام
حشر تک ہوگا نہ تشنہ کام جیلانی میاں

جب غمِ دنیا سے دل ہوتا ہے میرا پُر ملال
دیتا ہے تسکین تیرا نام جیلانی میاں

دامنِ امید کو بھر دیجئے میرے حضور!
جھولیا پھیلائے ہیں خدام جیلانی میاں

جس کسی پر ہوگئی ہے آپ کی نظرِ کرم
وہ کبھی ہوگا نہ پھر ناکام جیلانی میاں!

اک نگاہِ فیض آقا ہو وصی کے حال پر
تاکہ مضطرب دل کو ہو آرام جیلانی میاں

پروازِ فکر: حضرت علامہ روشن القادری، مکپنوری پرنسپل دارالعلوم حمیدیہ دربھنگہ

مہرِ بزمِ عارفاں تھے شاہ جیلانی میاں
اعلیٰحضرت کی زباں تھے شاہ جیلانی میاں

بادشاہِ عالماں تھے شاہ جیلانی میاں
مرکزِ کل طالباں تھے شاہ جیلانی میاں

گلشنِ علم و عمل کے وہ شگفتہ پھول تھے
رضویت کے باغباں تھے شاہ جیلانی میاں

حضرت رومی، غزالی کی طرح لگتے تھے آپ
واعظِ نکتہ بیاں تھے شاہ جیلانی میاں

وہ مفسرِ جن کا اندازِ تکلم مرحبا!
کاشفِ رازِ نہاں تھے شاہ جیلانی میاں

زلزلہ برپا تھا قصرِ نجدیت میں آپ سے
شیرِ غرّاں بے گماں تھے شاہ جیلانی میاں

جس نے صورت دیکھ لی شیدائے حضرت ہو گیا
پرتوِ غوثِ زماں تھے شاہ جیلانی میاں!

منظرِ اسلام کا تارا تھا روشن اوج پر!!
ناظم و روحِ رواں تھے شاہ جیلانی میاں

حجۃ الاسلام کی روحانیت کا فیض تھا!
قائدِ ہندوستاں تھے شاہ جیلانی میاں

ان کی تفسیری بیانی پہ تھا رحمت کا نزول
شمعِ بزمِ عاشقاں تھے شاہ جیلانی میاں!
کیوں نہ روشن جائے استاذِ مکرم پہ نثار
سر بسر فیض رساں تھے شاہ جیلانی میاں

عقیدت کے پھول

حضور مفسرِ اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان کے حینِ حیات ہمارے بزرگوں اور کرم فرما دوستوں نے آپ کی خدمت عالیہ میں منظوم و منثور نذرانہ ہائے عقیدت و محبت پیش کرنے کی سعادت حاصل کیں، بعض سپاس نامے اور تہنیت نامے آپ کی آرام گاہ میں آویزاں رہتے پھر چند دنوں کے بعد کسی نہ کسی عزیز یا عقیدت مند کے ہاتھوں غائب ہوجاتے اگر اس وقت ان سبھوں کو محفوظ کرلیا جاتا یا کم از کم اسکی نقل ہی کرلی جاتی، تو "مناقب مفسرِ اعظم" میں ایک ضخیم کتاب کا اضافہ ہوجاتا۔

یہاں بعض وہی تہنیت نامے نقل کئے جاتے ہیں جو "ماہنامہ اعلیحضرت" یا مناقب مفسرِ اعظم کے نام سے شائع ہوچکے ہیں۔

ازقلم: حضرت مولانا سید اشرف رضا صاحب، سجادہ نشین آستانۂ عالیہ، رانچور۔

غوثِ اعظم کے ہیں پیارے شاہ جیلانی میاں
اعلیحضرت کے دُلارے شاہ جیلانی میاں
نائبِ احمد رضا اور پرتوِ شیرِ خدا
حضرت حامد کے پیارے شاہ جیلانی میاں

دیوبندی، رافضی و قادیانی، نیچری
ہاں چلاان سب پہ آرے شاہِ جیلانی میاں

ماہ چرخِ رضویت تیرے تصدق کے لئے
مہر نے تارے اتارے شاہ جیلانی میاں

ہیں مددگار آپ کے غوث و رضا و مصطفےٰ!
آپ ہیں ناصر ہمارے شاہ جیلانی میاں

گل بُنِ باغ رضا ہو اور محبوب رضا!!
ہے محب صدقے تمہارے شاہ جیلانی میاں

(۲) از مبلغ اسلام حضرت علامہ حافظ ابراہیم صاحب خوشتر صدیقی
بانی رضوی سوسائیٹی افریقہ

خوشا قسمت کہ تم آئے نگاہوں کو قرار آیا!
ہجومِ زندگی لیتا ہوا دورِ بہار آیا!

گھٹا امڈی گھرے بادل ہوائے خوشگوار آئی
صبا یہ مژدۂ سرشار عالم میں پکار آئی

یہ دیکھو ابنِ حضرت حجۃ الاسلام آپہنچے!
پلانے کے لئے احمد رضا کا جام آپہنچے

وہی احمد رضا جس کا یہ پیارا نام نامی ہے
وہی جو دین مصطفوی کا ناصر اور حامی ہے

وہی جس کا ہمارا منظرِ اسلام مظہر ہے
وہی جو دین و ملت کا مجدد اور رہبر ہے

دعا کیجئے کہ ہم تبلیغ کا کچھ کام کر جائیں
زمانے میں شہِ احمد رضا کا نام کر جائیے

مرے سر پر مرے سردار کا باقی رہے سایہ
ہمارا جامعہ ہوتا رہے بالا سے دو بالا!

تری آمد مری تاریخ کا اک باب روشن ہے
بحمدِ اللہ لائل پور تیرا آج مسکن ہے

(۳) ازقلم: جناب مولانا غلام مصطفےٰ صاحب رضوی ـــــــــ

مرحبا اب وارِدِ ملتاں ہیں جیلانی میاں
حلقۂ احباب کے مہماں ہیں جیلانی میاں

کیوں نمایاں ہو نہ جائے شانِ انوار العلوم
اس کے مہمانِ عظیم الشاں ہیں جیلانی میاں

اعلیحضرت کے نبیرے صاحب فضلِ و کمال
عزّت و اکرام کے شایاں ہیں جیلانی میاں

خیر مقدم کیوں نہ اخلاص و ادب سے ہم کریں
آپ کے ہم شاکر احساں ہیں جیلانی میاں

ہو نہیں سکتا ادا شکرِ قدوم آں جناب
آپ کے بس ہم دعا گویاں ہیں جیلانی میاں

(۴) ازقلم :۔ ادیب شہیر جناب ڈاکٹر عبد النعیم صاحب عزیزی بریلوی۔

تو عظیم تر مفسر تو محدث زمانہ
تو خطیبِ اعلیٰ اعظم بے مثال و ریگانہ

تو ہے دین کا مبلّغ، تو ہے مصلح و مفکر
تو بصیرتوں کا حامل، تو ہی قائد و مدبّر

لہو اپنا تھا بہایا زر و مال بھی لٹایا
رہِ سنیّت نکھاری اور قوم کو سنوارا

شہِ غوث کا تو نائب تو ہی حامدی دولارا
تو مرے رضا کا تارا تو ہی سُنیوں کا پیارا

تو ہی خیر خواہِ دشمن صبر و رضا کا پیکر
تو ہی عالی ظرف انسان تو نفیس اور بہتر

جو ہے یادگار علمی احمد رضا کا منظر
دیکر حیات تو نے اسے کر دیا منوّر !!

تو ہے رہبر شریعت تو ہے ہادیٔ طریقت
تو ہے عظمتِ ولایت اے صاحبِ کرامت

تو ہے ثانیٔ مجدد، تو زبانِ اعلیٰ حضرت
احمد رضا کا نازش اور الفت و محبت

کرتا ہے پیش تجھ کو عزیزیؔ سلام داتا!
تھوڑی سی بھیک دید و علم و فضل کے شاہا

اس قصۂ لطیف کا اختتام جناب شکیل اثر نورانی کے اس رُباعیانہ عقیدت کے پھول پر ہوتا ہے جو انہوں نے شعری خوبیوں سے بھرپور حقیقت سے معمور حضور مفتیِ اعظم ہند کی خدمت بابرکت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل ہے۔

رضا کا نیّرِ تاباں مفتیِ اعظم ✤ رضا کا ماہِ درخشاں مفتیِ اعظم
مہک رہا ہے گلستانِ رضویت جس سے ✤ ہے اس کی فصلِ بہاراں مفتیِ اعظم

وَصَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا وَحَبِیْبِنَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَاَفْضَلِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَالتَّابِعِیْنَ وَعَلٰی مَنْ تَابَعَھُمْ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ لَاسِیَّمَا عُلَمَاءِ الرَّاسِخِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

مُصنّف کتاب ہٰذا کا مختصر تعارف

از قلم: حضرت مولانا سلطان رضا صاحب قادری خطیب جامع مسجد الفردوس، نیدرلینڈ۔

ولادت: ۱۳؍ شوال ۱۳۵۳؁ھ مطابق ۹؍ فروری ۱۹۳۵؁ء شب پنجشنبہ اپنے نانیہال دوگھرا ضلع دربھنگہ بہار میں پیدائش ہوئی۔ لیکن سندوں میں تاریخ پیدائش ۱۹؍ فروری ۱۹۳۷؁ء درج ہے۔ غالبًا یہ تبدیلی مڈل اسکول کمتول والوں نے کی جو تمام سندوں کی بنیاد قرار پائی

پرورش: اپنے آبائی وطن علیم آباد اہیاری ضلع دربھنگہ بہار میں آپ کی پرورش و پرداخت ہوئی۔ علمی اور مذہبی اعتبار سے آپ کا خاندان پوری آبادی میں ممتاز تھا۔ اور آبادی کی ملی و مذہبی سربراہی اسی خاندان کو حاصل تھی۔ آپ کے جد امجد حافظ السیر حضرت مولانا حافظ محمد میاں جان صاحب کئی مسلم سٹیٹ میں اتالیق کی حیثیت سے کام کر چکے تھے۔ اخیر میں جانی پور مسلم سٹیٹ کے اتالیق و امام تھے، ان کے درجنوں حفاظ شاگرد علاقے میں پھیلے ہوئے تھے۔ آپ کے والد محترم جناب الحاج عبد الاحد صاحب رضوی نے مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ سے حفظ و قراءت کی تعلیم حاصل کی۔ لیکن معاشی تنگی کی وجہ سے بجائے درس و تدریس کے جوٹ مل کی مزدوری اختیار کی، اور جب اس مزدوری کے ذریعہ معاشی تنگی دور نہ ہوئی تو ٹیلرنگ کا کاروبار شروع کیا پھر کلکتہ سے منتقل ہو کر اپنے وطن

مالوف میں رہنے لگے اپنے گاؤں کی مسجد کی امامت اور کاشتکاری ان کا مشغلہ تھا اخیر میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے، اور مدرسہ ضیاء العلوم کی مدرسی اختیار کی۔

تعلیم و تربیت: قاعدہ بغدادی آپ نے اپنے والد ماجد سے پڑھا، قرآن مجید شروع کیا لیکن ختم اپنے نانیہال میں آکر کیا، اردو کی کچھ کتابیں وہیں پڑھی، پھر اپنے آبائی گاؤں میں آکر ایک مولوی عزیز الرحمٰن سے فارسی کی پہلی دوسری، آمد نامہ اور قصد الصیغہ وغیرہ پڑھا۔ اس کے بعد پرائمری سکول چھونسا میں داخلہ کیا، پھر مڈل سکول کمتول میں آگئے۔ وہ زمانہ ہندوستان سے برٹش گورنمنٹ کے چل چلاؤ کا زمانہ تھا۔ اس لئے ہر طرف افراتفری اور جنگ وجدال کا ماحول تھا، اپنی کم عمری کے باوجود اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر جنگ آزادی میں حصہ لیا، پھر اپنے وطن سے بہت دور مدرسہ اسلامیہ فتح پور یوپی میں درجۂ حفظ کے اندر داخلہ لیا، ایک سال چند مہینے وہاں رہے اور دس پارے حفظ کئے۔ وہاں سے مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد آگئے جہاں آپ نے منشی، کامل کی تیاری کی مدرسہ مصباح العلوم کے ذریعہ الٰہ آباد بورڈ کا امتحان دیا اور مدرسہ سبحانیہ میں حضرت مولانا حکیم نظام الدین صاحب، مولانا عبدالرب صاحب وغیرہما سے عربی فارسی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر الٰہ آباد سے بنارس آگئے، مدرسہ فاروقیہ میں داخلہ لیا لیکن تقسیم ہند کی وجہ سے پورے ملک میں انتشار تھا، پھر بھی آپ بنارس ہی میں قیام پذیر رہے، مدرسہ فاروقیہ سے آپ نے کامل کا امتحان دیا، اور کچھ آپسی اختلاف کی وجہ سے آپ مدرسہ اسلامیہ میں آگئے جہاں مولوی ادریس، اور مولوی رفیق سینیر مدرس کی جگہ کام کر رہے تھے وہیں سے آپ نے مولوی، عالم اور فاضل کے امتحانات الٰہ آباد بورڈ سے پاس کیا، ۱۹۵۵ء میں بریلی شریف جامعہ رضویہ منظر اسلام کے دورۂ حدیث میں داخلہ لیا اور مارچ ۱۹۵۷ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد معین المدرسین کی حیثیت سے چند ماہ منظر اسلام میں رہے، اور وہیں سے مدرسہ رحمانیہ حامدیہ پوکھریرا میں مدرس اوّل کی جگہ بھیج دیئے گئے۔ ڈھائی سال تک آپ وہاں مدرس اوّل کی ذمہ داریوں کو سنبھالتے رہے آپکے زیر درس متوسطات تک کی کتابیں رہیں، ۱۹۶۰ء میں وطن مالوف میں آکر مدرسہ ضیاء العلوم کی بنیاد ڈالی اور اسے مدرسہ اکزامینشن بورڈ پٹنہ سے الحاق کرایا۔ ۱۹۶۲ء میں کچھ دنوں کیلئے اجمیر شریف آگئے جہاں مدرسہ عثمانیہ معینیہ کے مدرس اور ماہنامہ سلطان الہند کے معین المدیر ہوئے۔ اس کے بعد مدرسہ انوار العلوم اسلامپور رکماں اور مدرسہ فیض الغرباء بھانڑسر نیپال میں دو دو سال رہے۔ اور وہیں سے کاٹھمنڈو نیپال آگئے جہاں کشمیری جامع مسجد کے خطیب ہوئے۔ چند مہینوں کے بعد کاٹھمنڈو ہی میں اپنا کاروبار (ہمالہ فٹ ویر) شروع کیا۔ دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ دربھنگہ کے صدر محترم نے ۱۹۷۲ء میں باصرار آپ کو بلایا اور نائب صدر مدرس کے منصب پر فائز کیا ساتھ ہی ساتھ دارالافتاء کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کی، جہاں آپ ۱۹۷۹ء تک درس وافتاء کی خدمت انجام دیتے رہے۔

افتاء: دارالعلوم المشرقیہ حمیدیہ سے حضرت مخدومی علامہ ارشد القادری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولینا سید رکن الدین صاحب اصدق کے پیہم اصرار پر آپ ادارۂ شرعیہ بہار کے دارالافتاء میں آگئے جہاں ۱۹۸۰ء سے ۱۹۷۵ء تک آپ صدر مفتی کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ دسیوں ہزار فتاوے آپکے قلم سے صادر ہوئے جن فتاویٰ کی نقلیں ادارۂ مذکورہ میں محفوظ رکھی گئیں وہ کئی ضخیم جہازی سائز کے رجسٹروں میں ہیں جسکا نام فتاویٰ شرعیہ ہے۔ ۱۹۸۵ء میں حضرت مخدوم گرامی ریحانِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ایماء پر آپ دارالعلوم منظر اسلام کے دارالافتاء میں آگئے مگر چند ہی مہینوں کے بعد آپکو نیدرلینڈ جانا پڑا۔ نیدرلینڈ میں بھی آپ مرجع الفتاویٰ رہے سب سے پہلے نوری مسجد سے آپکے فتاویٰ جاری ہوتے رہے۔ پھر جامعہ مدینۃ الاسلام کے بھی مفتی

ہو گئے۔ اسکے بعد اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ اور مجلس علماء نیدرلینڈ کے مفتی وقاضی ہوئے۔

تصنیف وتالیف: مضمون نویسی کا ذوق آپکو طالب علمی کے دور سے رہا چنانچہ ماہنامہ سنی لکھنؤ، ماہنامہ کاشانۂ صابری کلیر، ماہنامہ الکوثر بنارس، ماہنامہ صوفی بنارس اور ماہنامہ نوری کرن بریلی شریف میں آپکے مضامین شائع ہوتے رہے۔ ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ میں قیام کے دوران آپ پندرہ روزہ رفاقت کے نائب ایڈیٹر بھی رہے۔

آپکی مشہور مطبوعہ تصانیف میں قرآنی تعلیم (دو ضخیم جلدوں میں) قرآنی علوم، ضیاء تصوف، حج کے مسائل (اردو اور ڈچ زبانوں میں) قادیانی دھرم، غوثِ بنگال، حیات مفسر اعظم، کائناتِ آرزو، قادیانی دھرم "ڈچ زبان میں"، کتاب الدعوات، حج وزیارت اور اس کی دعائیں (اردو اور ڈچ رسم الخط میں) مکالمۂ حق و باطل، وغیرہا کتب ہیں۔

شعروشاعری: پہلے شعروشاعری کا ذوق تھا۔ حمد ونعت اور منقبت کے علاوہ عارفانہ غزل، قصیدے اور نظمیں بھی آپنے کہی ہیں۔ شعروشاعری میں آپکی مطبوعہ تصانیف نقشِ دوام، تازیانہ، تنویر نیر، اور پھلواری وغیرہ ہیں۔

بیعت وخلافت: آپ حضور مفسر اعظم ہند حضرتِ علامہ الحاج شاہ ابراہیم رضا عرف جیلانی میاں قبلہ قدس سرہٗ العزیز کے مرید اور سلسلۂ رضویہ برکاتیہ قادریہ میں حضرت ہی سے مجاز وماذون ہیں۔ ویسے آپ کو اس سلسلۂ مبارکہ کی اجازت و سند حضور سیدنا مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ والرضوان سے بھی حاصل ہے، سلسلۂ شاذلیہ کی اجازت ترکی کے مرتاض بزرگ علامۃ الفہامہ سید احمد عورفی سے اور مختلف احزاب واوراد کی اجازت مختلف بزرگوں سے حاصل ہے۔

تلامذہ: درجنوں علماء کرام وخطباء عظام آپکے شاگرد رشید ہیں جن میں حضرت مولانا عضید الرحمٰن جیلانی مرحوم مظفر پوری، حضرت مولانا مفتی ابرار الحسن صاحب حضرت مولانا نور احمد خانصاحب سیتا مڈھی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن پورنوی، حضرت مولانا عبد المصطفیٰ

صاحب بلتھوی، حضرت مولانا قاری نورالحسن صاحب فیض پوری، حضرت مولانا حافظ عید محمد صاحب، حضرت مولانا دلدار حسین خانصاحب، حضرت مولانا نور عالم صاحب نیپالی حضرت مولانا نور علی صاحب نیپالی، حضرت مولانا نذیر احمد صاحب نیپالی وغیرہم آپ کے مشہور و معروف تلامذۂ کرام میں سے ہیں جو اس وقت ملک و بیرونِ ملک کے اندر مدارس و جامعات اور منابر مساجد کو اپنے درس و تدریس اور خطبات و تقاریر سے روشن و تابناک بنائے ہوئے ہیں۔ فقیر راقم الحروف بھی آپ کے خوشہ چینوں میں ہے اور اپنی دینی ذمہ داریوں کو کسی نہ کسی طرح سنبھال رہا ہے۔

حلقہ ارادت:۔ آپ کسی بھی طالب کو جلدی داخل سلسلہ نہیں کرتے بلکہ اپنے بزرگوں یا ساتھیوں میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھوں پر داخلِ سلسلہ کروا دیتے ہیں، ہاں جو مہینوں، سالوں بیعت کیلئے اصرار کرتا ہے اسے احتیاط کے ساتھ سلسلہ میں داخل کرتے ہیں۔ پھر بھی ایسے ارادتمندوں کی تعداد ہزاروں ہزار میں ملک و بیرونِ ملک میں پھیلی ہوئی ہے۔ ہندوستان میں سیتامڑھی، دربھنگہ، مدھوبنی، سمستی پور، ڈالٹین گنج، گیا، پلاموں، ہزاری باغ، آسنسول، بردوان، بالوترا، بھیلواڑہ، گورکھپور، مئو، سیوان، جے پور اور باڑھمیر اضلاع میں اسکے علاوہ سورینام (جنوبی امریکہ) اور نیدرلینڈ میں بھی ارادتمندوں کی کثیر تعداد ہے۔ آپ اپنے مریدوں کو سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ کا شجرہ دیتے اور اس کی نصیحتوں کا پابند بناتے ہیں۔

سیر و سیاحت:۔ تقریباً پورے ہندوستان اور نیپال کی سیاحت آپ نے کی اور جب بیرونی دنیا میں تشریف لے گئے تو وسط ایشیا کے علاوہ یورپ و امریکہ کے درجنوں ملکوں اور افریقہ کے کئی ملک کا دورہ کیا۔ آپ نے کئی ملکوں کا تذکرہ نہایت دلچسپی کے ساتھ اپنی تصنیف "کائنات آرزو" "مزارات مقدسہ" میں کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی سیاحت صرف چلت پھرت پر مبنی نہیں تھی، بلکہ "سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ" کی منہ بولتی تعبیر

وتفسیر تھی۔ کہ جہاں آپ گئے وہاں کی ایسی تفسیری وتاریخی حقائق کو اجاگر کیا۔ اور ایسی عکاسی کی ہے کہ محرومین کو نہ صرف دعوتِ نظارہ دیا ہے بلکہ گھر بیٹھے دیدہ ہائے تصور کیلئے ان مناظر کو گویا سامنے لاکر رکھدیا جن کو انہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

بحمدہ تعالیٰ ابھی تک تصنیف وتبلیغ وسیاحت کا سلسلہ جاری ہے۔ خدا کرے کہ سیاحت سے متعلق دوسری کتابیں بھی منظرِ عام پر آجائیں۔

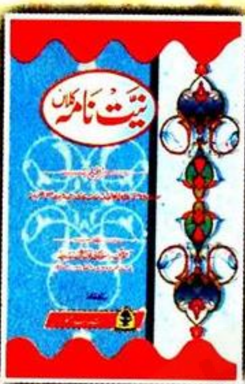
اخیر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل حضرت موصوف کو ہم چشموں کی نظرِ بد سے بچائے اور تازیست ان کی زبان وقلم سے دین حنیف، مذہبِ اہلسنت وجماعت کی بیش بہا خدمات لیتا رہے۔ اور ان کا سایۂ عاطفت ہمارے سروں پر دائم دراز رکھے۔ آمین بجاہ حبیبہ سیدنا ومولانا محمد صلّی اللہ تعالےٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّم۔

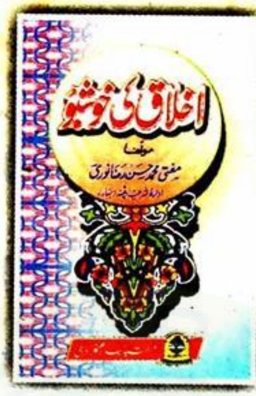
طالب دُعاء

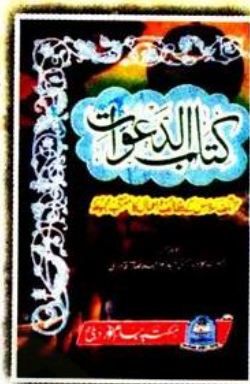
مُحَمَّد سُلطان رَضا قادری

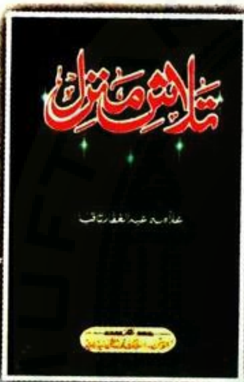
لیلی ستاد، ہالینڈ

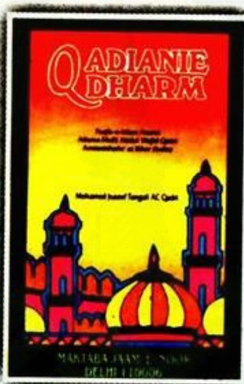
شعبان ۱۴۲۳ھ

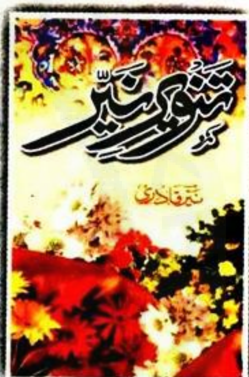


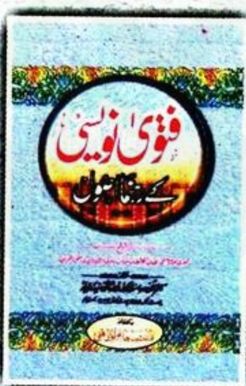


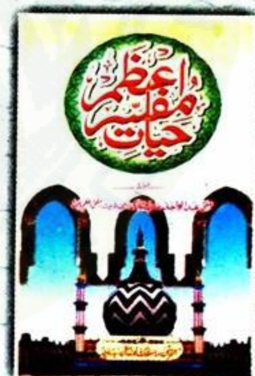










باہتمام
مکتبہ جام نور دہلی

ناشر
"القرآن" اسلامک فونڈیشن نیدرلینڈ